اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفےٰ برجان مسلم داشتن

تاریخ التقلید

مرتبہ

حکیم محمد اشرف سندھو رح

شائع کردہ

دار الاشاعت اشرفیہ سندھو بلوکی ضلع لاہور

تعداد ۵۰۰ | بار اول فروری ۱۹۶۶ء | قیمت ۲۰/

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں

والد محترم حکیم محمد اشرف سندھو علیہ الرحمہ کے مسودات (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز بڑے پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے علم و عمل سے ۲ مقدس حقیقت حصہ پنجم اور (۳) فرقہ ناجیہ طبع کرانے کے بعد تاریخ التقلید طبع کرائی جارہی ہے پیغام جیلانی کے مسودے کی کتابت بھی ہو چکی ہے۔ عنقریب اسے بھی طبع کرا کر میں اپنے اس قرض سے سبکدوش ہوں گا۔ جو ان کی وفات سے میرے نازک کندھوں پر آپڑا تھا۔ اور حتی المقدور بشرط صحت و زندگی ان کی تصنیفات کو تا ابد زندہ جاوید بنانے کی کوشش کروں گا۔

آپ حضرات خلوص دل سے ان کے لئے مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کریں۔ تاکہ رب العزت کے حکم والذین جاء من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ...... ع (سورہ حشر) کی تعمیل ہو جائے۔

اللھم عبدك وابن عبدك یشھد ان لا الہ الا انت ویشھد ان محمدا عبدك ورسولك اصبح فقیرا الی رحمتك تخلی من الدنیا و اھلھا ان کان زاکیا فزکہ وان مخطیا فاغفر لہ

طالب دعا

محمد زبیر مدرس

شائع کردہ

دار الاشاعت اشرفیہ سندھو بلوکی ضلع لاہور

قیمت ۲۵ پیسے

تعداد ۵۰۰

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی آلہ واصحابہ
والتابعین نھجہ بعدہ اما بعد انسانی پیدائش صرف اسلام پر ہوئی ہے۔
چنانچہ قرآن حکیم میں ہے:۔
فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم
انسان دین فطرت (اسلام) پر پیدا کیا گیا جس میں تغیر و تبدل نہیں یہی دین قیم ہے۔
تشریح کے لئے ارشاد ہوتا ہے:۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ
اگر کوئی شخص اسلام کے سوا دوسرے دین کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا قرب چاہے تو یہ ناممکن ہے
مزید فرمایا۔
کان الناس امۃ واحدۃ چونکہ انسان کو اسلام پر پیدا کیا گیا ہے۔ لہٰذا مدت مدید اور عرصہ بعید تک لوگ اسلام ہی کے عامل و حامل ایک ہی امت تھے۔
دوسری جگہ ارشاد ہے۔
وما کان الناس الا امۃ واحدۃ فاختلفوا شروع میں تو انسانی نسل ایک ہی دین پر قائم ایک ہی امت رہی پھر بعد میں لوگوں نے مختلف مذاہب اور طریق اختیار کر لئے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ حقیقت کو جس وضاحت سے بیان فرمایا ہے (مشکوٰۃ کتاب

الایمان بالقدر کی حیثیت سے پڑھیئے۔

ما من مولود الا یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ او یمجسانہ (الحدیث)

ہر انسان دین فطرت (اسلام) پر ہی پیدا ہوتا ہے مگر بعدہ ماں باپ اسے یہودی یا مجوسی وغیرہ اپنے اپنے مذاہب کا عامل بنا دیتے ہیں۔

تاریخی حقیقت نسل انسان کے دین اسلام پر کاربند رہنے کی حقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس صراحت سے بیان فرمائی صحیح بخاری کے الفاظ سے پڑھیئے

انھم کلھم کانوا علی الاسلام۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت سے کچھ عرصہ پہلے تک تو تمام انسانی آبادی اسلام ہی کی عامل و حامل رہی۔ لیکن امتداد زمانہ کے بعد شیطان مردود نے انسانی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انسانوں کو اسلاف پرستی یا تقلید آبا کا عقیدت مند بنا دیا۔

اسلاف پرستی کا آغاز یا ابتدائی تحریک شیطان مردود نے جس مکر و فریب سے شروع کی اس کا خلاصہ تفسیر ابی حاتم ابن کثیر۔ ابن جریر اور معالم التنزیل وغیرہ میں متفقہ طور سے یوں مروی ہے۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام سے ایک مدت پہلے چند مخلص و صالح مسلمان تھے۔ جن کے علم و فضل سے علامۃ الناس مستفیض ہوتے ہوئے ان سے انتہائی عقیدت رکھتے ہوئے ان کے ہمراہ عبادت الٰہی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ بمصداق کل من علیہا فان جب وہ صلحاء فوت ہو چکے۔ تو عامۃ الناس کو ان کی جدائی کا بہت صدمہ ہوا۔ اور عبادت و ذکر الٰہی کا وہ لطف جو ان بزرگوں کی رفاقت سے حاصل تھا اس میں کمی واقع ہوئی۔ تو لوگ پریشان ہو گئے۔ شیطان مردود اس موقعہ کو غنیمت جان کر اپنی دشمنی بروئے کار لایا۔ اور نہایت صالح انسانی صورت میں سرداران قوم کے پاس پہنچا۔ اور ہمدردانہ طریق سے کہنے لگا۔

او صورتم صورھم کان انشاء کم و اشوق الی العبادۃ ففعلوا

اگر آپ ان بزرگوں کی صورت پر بت (مجسمے) بنا کر ان کی جگہ کھڑا کر دیں۔ تو ان کو دیکھ کر تمہیں عبادت میں وہ پہلے کا لطف و سرور حاصل ہو گا پس انھوں نے ان صالحین کے بت بنا کر ان کے قیام گاہوں میں رکھ دیئے۔ صحیح بخاری میں ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا یعوق و نسرا کی تفسیر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں نقل کی گئی ہے۔ کہ
وُدّ سواع۔ یغوثؔ۔ یعوقؔ۔ اور نسرؔ یہ پانچوں صالح آدمیوں کے نام ہیں۔

اسماء الرجال صالحین من قوم نوح فلما ھلکوا اوحی الشیطان الی قومھم ان انصبوا الی مجالسھم التی کانوا علیھا یجلسون انصاباً وسموھا باسمائھم ففعلوا فلم تعبد حتی اذا ھلک اولئک ونسخ العلم عبدت (کتاب التفسیر سورہ نوح)

یہ صالح انسانوں کے نام ہیں پس جب یہ فوت ہو گئے۔ تو شیطان نے ان کی قوم سے یہ کہا کہ ان کے نام و شکل پر ان کے بُت بنوا لیے کہ ان کی مجالس کی جگہوں پر ان کو رکھو تاکہ ان کو دیکھ کر تمہیں اطمینان حاصل ہو۔

پس ان لوگوں نے جہالت و لاعلمی سے ابلیس کے کہنے پر بت بنا کر ان کی جگہوں پر رکھ دیئے لیکن ان لوگوں نے ان کی پرستش نہیں کی۔ حتیٰ کہ بُت بنا کر رکھنے والی نسل لقمہ اجل ہو گئی۔ اور دوسری نسل آئی جن کو اصلیت سے بے خبری اور لاعلمی تھی۔ پس ان لوگوں نے ان کی عبادت شروع کر دی۔ یعنے شیطان مردود نے دوسری نسل کو یہ کہہ کر پرستش شروع کرائی تھی۔

ان الذین کانوا قبلکم کانوا یعبدون فابتداء عبادة الاوثان کان ذلک (فتح الباری)

تمہارے باپ دادا ان بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ پس یہ لوگ ان کی عبادت کرنے لگے۔ اور (اس طرح) اسلاف پرستی یا بُت پرستی کی ابتدا ہو گئی۔

حضرت نوح علیہ السلام

جب کہ انسانی آبادی دین توحید سے منحرف ہو کر بُت پرستی کی خوگر ہو گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے توحید کی دعوت و تبلیغ کے لیے حضرت نوحؑ کو مبعوث فرمایا۔ چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث شفاعت میں ہے۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام ہی وہ پہلے رسول ہیں۔ جو کہ بُت پرستی کی تردید اور توحید کی دعوت و تبلیغ کے لئے بھیجے گئے۔ جبکہ نوح علیہ السلام نے قوم کو بُت پرستی چھوڑنے اور توحید پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ تو ابلیس نے اپنے متبعین کو اسلاف پرستی کے مذہب کی جو دلیل سوجھائی۔ وہ اپنے الفاظ اور اثر کے اعتبار سے اس درجہ کامیاب ہوئی۔ کہ نوح علیہ السلام سے لے کر تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں دہرائی گئی۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے انکار میں بھی قریش مکہ اور اہل کتاب نے اسی شیطانی دلیل کو حجت

گردانا۔ اور قیامت تک کے مقلدین کتاب وسنت کے واضح دلائل سے انکار کا بہانہ اسی دلیل ٹھہراتے رہیں گے چنانچہ قرآن حکیم نے دلیل کے الفاظ یوں نقل کئے ہیں۔

ما سمعنا بھذا فی اٰبائنا الاولین

ہم نے تو اپنے باپ داداؤں سے اس (دین توحید) کا ذکر تک بھی نہیں سنا۔

غرضیکہ حضرت نوح علیہ السلام کی ساڑھے نوسو ۹۵۰ سال کی مسلسل دعوت توحید کی تردید کے لئے یہ دلیل اس درجہ کامیاب ہوئی کہ سوائے گنتی کے افراد کے باقی پوری اُمت تقلید آبا کو مذہب حق یقین کرتی رہی حتیٰ کہ طوفانِ نوح کی موجوں (لہروں) کے مہلک تھپیڑے ان کے جسم کو جہنم رسید کرنے میں تو کامیاب ہو گئے۔ مگر تقلید آبا کے نقش ونگار کو زائل نہ کر سکے۔

دین توحید کا دور دورہ طوفانی پانی خشک ہو گیا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام اپنے ہمراہیوں کو لے کر اُترے۔ تو اسی عہد میں سوا دین توحید کوئی دوسرا دین نہ تھا۔ بلکہ نوح علیہ السلام کے تینوں فرزندوں حام، سام اور یافث کی اولاد دین اسلام (توحید) پر قائم رہی ہوئی دن دگنی اور رات چوگنی بڑھتی ہوئی زمین پر پھیل گئی۔ مگر حضرت نوح اور ان کے خلفا سے جوں جوں بعد اور دوری ہوتی گئی۔ ان لوگوں میں جہالت بڑھتی گئی۔ حتیٰ کہ یہ لوگ احکام ونواہی سے بے خبر صرف نام کے مسلمان ہی رہ گئے۔

بُت پرستی کا دور مذکور حالات کو دیکھ کر شیطان نے پھر سے قوم نوح کے بتوں کو زمین کھدوا کر نکلوایا۔ اور انسانی آبادی میں ان کی تشہیر کر کے لوگوں کو بُت پرستی پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اخرجھا ابلیس فبثھا فی الارض ابلیس نے زمین کھدوا کر نکلوائے۔ اور انسانی آبادی میں ان کی تشہیر کی۔

عرب میں بُت پرستی کو رواج دینے والا پہلا انسان عمرو بن لحی ہے۔ جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ فتح الباری کے الفاظ یہ ہیں:۔

ثم ادخلھا الی الارض العرب عمرو بن لحی

عمرو کی جاری کردہ بت پرستی عرب میں اس درجہ عام ہوئی۔ کہ وہی بت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تک رہے۔ چنانچہ فتح الباری میں ان کے نام مکان اور جو جو قبائل ان کی علیحدہ علیحدہ پرستش

کرتے تھے تفصیلاً ذکر ہے۔

ہندوستان کی بت پرستی کی اصلیت فتح الباری میں یوں مذکور ہے۔
ان تلک الاسماء وقعت فی الھند فسموا بھا اصنامھم

یہ نام ہندوستان میں بھی وقوع (رائج) ہوئے۔ پس انہوں (اہل ہند) نے اپنے بتوں (فوت شدہ بزرگوں) کے نام قوم نوح کی طرح رکھ لئے۔

تاریخ ومشاہدہ اس کا بین ثبوت ہے۔ کہ اہل ہند اپنے مشاہیر بزرگوں۔ رام چندر۔ ہنومان۔ کرشن پاربتی سیتا۔ اور گوتم بدھ وغیرہ کے بت بناکر ان کی پرستش کرنے لگے۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ بت بزرگوں کے مجسمے ہیں۔ اور بت پرست ان کو خدا سمجھ کر نہیں پوجتے بلکہ ان کی پرستش سے اللہ کی رضا اور قرب چاہتے تھے۔ اور ان کو سفارشی جانتے ہیں۔ جیسا کہ قبر پرستوں کا خیال ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم نے جمیع المشرکین کا متفقہ عقیدہ یوں نقل کیا ہے۔

ھؤلاء شفعاؤنا عند اللہ (اعراف) ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی (زمر)

۱۔ یہ بزرگ اللہ تعالیٰ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ ۲۔ ہم ان بزرگوں کو خدا سمجھ کر نہیں پوجتے۔ بلکہ ان کی پرستش سے ہم اللہ کا قرب تلاش کرتے ہیں۔

حنفی شارح یعنی مولانا محمد انور شاہ کشمیری نے فیض الباری شرح صحیح بخاری میں بُت پرستی کی مذکورہ "تاریخ" کو وثوق کامل سے یوں آشکار کیا ہے۔

حاصلہ ان تلک الاوثان التی کانت فی قوم نوح علیہ السلام کان فی العراق وھی کانت تحت مملکت العرب ویقال لھا عراق العرب فلا عجب منہ ویؤیدہ ان عمرو بن لحی الذی ھو اول من سن عبادۃ الاوثان فی العرب کان جاء بھا من العراق الیھم غیر انھم نحتوھا بالمقاصد التی قصدھا اھل العراق وذالک لان نجد فی اھل الھند ایضا اصناما علی تلک الاسامی بعینھا .... ثم انھم کانوا اعبدوھا بالحوائج الخاصۃ"

(کتاب التفسیر فیض الباری مطبوعہ مصر)

قوم نوح کے بُت عراق عرب میں مدفون تھے۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ بلکہ تاریخی حقیقت صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ کہ عمرو بن لحی وہ پہلا عرب ہے جو عراق سے قوم نوح کے بُت اُٹھا

کر عرب میں لایا۔ اور اہل عرب کو ان بتوں کی پرستش پر لگانے میں کامیاب ہوگیا۔ نہ صرف یہی بلکہ اہل ہند نے بھی ان بتوں کی نقل میں اپنے بزرگوں کے نام پر بت بنا کر ان کی پرستش شروع کر دی "

سید صاحب نے بت پرستی کی ترویج کا ابتدائی مرکز عراق اعلان کیا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ کفر و طغیان کی اکثر تحریکات کا مرکز عراق ہی ہے۔ حتیٰ کہ اُمت مسلمہ پروارد ہونے والے فتنوں اور گمراہ فرقوں کا ظہور و خروج عراق ہی سے ہوا۔ بلکہ قرب قیامت کے انتہائی گمراہ فرقے دجال اور یاجوج ماجوج بھی عراق ہی سے ظاہر ہوں گے۔ اس تاریخی حقیقت کو ہم اکمل البیان نامی رسالہ میں شائع کر چکے ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام یہ ذکر ہو چکا کہ طوفان کے بعد شیطان نے قوم نوح کے تقلیدی مذہب کو پھر سے انسانی آبادی میں جاری کر دیا۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں۔ عاد اولیٰ وہ پہلی قوم ہے۔ جو قوم نوح کے مذہب کی عامل ہوئی۔ بلفظہ انھم اول الامم عبد الاصنام بعد الطوفان" پس اللہ تعالےٰ نے اتمام حجت کے لئے ان کی طرف ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ پس ہود علیہ السلام کی عمر بھر کی دعوت توحید کو عادیوں نے جس دلیل سے ٹھکرایا قرآن حکیم نے اسے یوں نقل کیا ہے۔

اجئتنا لنعبد اللہ وحدہ و نذر ما کان یعبد اٰباؤنا (اعراف)

تیرا مدعا یہ ہے کہ ہم صرف ایک ہی خدا کی عبادت کریں۔ اور اپنے آبائی معبودوں کی پرستش چھوڑ دیں۔

حضرت صالح علیہ السلام قوم ہود کی تباہی کے بعد شیطان نے ثمودیوں کو ان کا مقلد بنا دیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان کی طرف صالح علیہ السلام کو بھیجا پس خدا کے برگزیدہ رسولؑ نے توحید کے واضح دلائل اور باطل شکن معجزات ان کے سامنے پیش کئے۔ مگر ان کی عمر بھر کی کوشش وسعی کو قوم نے جس دلیل سے ٹھکرا دیا۔ اسے قرآن عزیز نے یوں نقل فرمایا ہے۔

أتنھانا ان نعبد ما یعبد اٰباؤنا (ھود) "کیا تو ہمیں اپنے آبائی مذہب سے روکتا ہے "

---

۵ قیمت: ۷۵ پیسے

حضرت ابراہیم علیہ السلام ثمودیوں کی بربادی کے بعد جبکہ قوم نمرود نے قدیم تقلیدی مذہب کو قبول کر لیا۔ تو جدالانبیا حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو دعوت توحید دینے پر مامور ہوئے جب خلیل علیہ السلام نے قوم سے خطاب کیا

ما ھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون

یہ بت کیا چیز ہیں جن کی تم پرستش کرتے ہو تو انہوں نے یہی دلیل دی۔

وجدنا اباءنا لھا عابدین ہمارے باپ دادا ان کی پرستش کرتے آئے ہیں ان ہی کی تقلید میں ہم بھی ان کی عبادت کر رہے ہیں)

انبیاء بنو اسرائیل دین حنیف یا خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت کو جاری رکھنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے ان کی اولاد میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سلسلہ شروع کر دیا۔ دین توحید زمانہ کے نشیب و فراز سے ٹکراتا ہوا فرعون ایسے سرکش انسان تک پہنچ گیا۔ جو انا ربکم الاعلےٰ کا دعویدار ہو کر جبراً دنیا کو بت پرست بنانے کا تہیہ کر چکا تھا۔

بنی اسرائیل نے بت پرستی سے انکار کیا۔ اور فرعون نے بزور شمشیر ان کو غلام بنا کر ان پر وہ مظالم ڈھائے۔ کہ جن کے تصور سے بدن پر لرزہ طاری ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالےٰ نے دین توحید کو سربلند کرنے کے لئے خود فرعون ہی کی گود میں موسےٰ علیہ السلام کی تربیت فرمائی۔ جب فرعون کے ایوان میں موسےٰ علیہ السلام نے توحید کا نعرہ بلند کیا۔ اور تائید و تصدیق کے لئے معجزات پیش کئے تو ایوان فرعون میں ہل چل مچ گئی۔ فرعون اور سرداران قوم فرعون نے قوم کو گمراہی پر مطمئن رکھنے کے لئے ان ھذا لسحر مبین یہ تو زبردست جادو ہے کا فرضی بہانہ بنایا۔ مگر تاریخ مبین پر مجمع عام میں سحر کاروں (جادوگروں) نے عصاء موسےٰ کا معجزہ دیکھ کر بالاتفاق یہ نعرہ بلند کیا۔

امنا برب العلمین رب موسیٰ وھارون (سورۃ الشعراء) ہم صدق دل سے موسےٰ وہارونؑ کے رب پر ایمان لائے۔ جو کہ تمام جہانوں کا رب ہے فرعون و سرداران قوم نے یہ دیکھا۔ تو قوم کو گمراہی پر مطمئن رکھنے کے لئے تقلید آباء ہی کا سہارا لیتے ہوئے کہا۔

اجئتنا لتلفتنا عما وجدنا علیہ اباءنا وتکون لکما الکبریاء فی الارض وما نحن لکما

بمومنین (یونس)

اے موسیٰ کیا تم ہمیں اس دین سے برگشتہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ جو کہ ہمارا آبائی دین ہے چونکہ تم دنیا میں سربلندی چاہتے ہو۔ لہذا ہم تمہارے (دین توحید) پر ایمان لانے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔

ماحصل وخلاصہ یہ ہوا۔ کہ قوم نوح و عاد و ثمود و فرعون وغیرہ نے تقلید آباء ہی کو حق و صداقت کا معیار سمجھ کر اپنے انبیاء کو جھٹلایا۔ اور احکام آلہی سے انکار کیا۔

تقلید کا دور جدید عرصہ دراز سے اسلاف پرستی یا تقلیدی مذہب کا وجود مُردہ ہو کر رہ گیا تھا۔ اس لئے ابلیس مردود نے سمجھ لیا۔ کہ جب تک اہل کتاب کو بت پرستی پر کاربند نہ کر لیا جائے۔ کفار کا تقلیدی مذہب قائم نہیں رہ سکتا۔ اور ابلیس کو یہ بھی یقین تھا۔ کہ اہل کتاب کو بت پرست بنانا ناممکن ہے

۱۔ لہذا اس مردود نے بت پرستی کے عقیدہ کو تو قبر پرستی کی شکل میں اہل کتاب کے سامنے پیش کیا۔ کہ ان کو بت پرستی کا گمان بھی نہ رہا۔

۲۔ اہل جاہلیت چونکہ شادی غمی وغیرہ جمیع رسم رواج میں اباء اجداد کے مقلد تھے۔ لہذا اس پہلو کو اہل کتاب کے سامنے احبار و رہبان کی تقلید کے لباس میں پیش کر دیا۔ کہ اہل کتاب کو دین جاہلیت کی پیروی کا شبہ تک بھی نہ رہا۔

غرضیکہ ابلیس کا یہ مکر و فریب اس درجہ مؤثر ہُوا۔ کہ

۱۔ انھوں نے شفعنا عند اللہ الایۃ اور ومانعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی کے عقیدہ کو قبول کر کے اپنے انبیاء و صلحاء کی قبروں کے ساتھ وہی سلوک و برتاؤ شروع کر دیا۔ جو بت پرست قومیں اپنے اسلاف کے مشاہیر بتوں کے ساتھ کرتی چلی آ رہی تھیں۔

۲۔ مذکورہ عقیدے کے ساتھ ہی اہل کتاب نے اپنے احبار و رہبان (علماء و فقہا) کے اقوال کو وہی درجہ دے دیا۔ جو کفار قدیم (پیدائش و نکاح اور موت یعنی حلال و حرام وغیرہ احکام و معاملات میں) اپنے اسلاف کے رسم و رواج کو دیتے آ رہے تھے

چنانچہ اہل کتاب نے قرآن حکیم کے ہر دو طریق کو شرک قرار دیتے ہوئے ارباباً من دون اللہ

اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرا معبود بنانے ہی کے الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب کی قبر پرستی کو شرک قرار دیتے ہوئے ان پر لعنت فرمائی۔ اور احبار و رہبان کے اقوال کو شرعی حجت سمجھنے کو احبار و رہبان کی پرستش سے تعبیر فرمایا ہے۔

اہل کتاب کی قبر پرستی | یہود و نصاریٰ کے شرکیہ عقیدہ و عمل یعنے انبیاء و صلحاء کی قبروں کی پرستش یا ان کے غلط ادب و احترام وغیرہ کو بت پرستی قرار دے کر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل کتاب سے یوں خطاب کرنے کا حکم دیا۔

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا ایاہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ (سورۃ ال عمران)

اے اہل کتاب آؤ۔ ہم کم از کم اس اصول (توحید) پر تو متفق ہو جائیں۔ جو ہمارے اور تمہارے درمیان متفقہ ہے۔

ہ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کی عبادت نہ کریں۔

ب اور نہ ہی اس کے ذاتی صفات میں کسی غیر کو ان اوصاف کا مالک و مظہر سمجھیں۔

ج اور نہ ہی اپنے اسلاف بزرگوں سے بعض کو معبود بنا کر مشکل کشا و حاجت روا یقین کریں۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب کے مذکورہ شرکیہ عقیدہ کا ذکر فرماتے ہوئے جس وضاحت سے ان پر لعنت فرمائی وہ بھی نمونتہً ملاحظہ فرماتے چلیے۔

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں جو نصائح فرمائے ان میں سے زبردست وصیت بطور عبرت یہود و نصاریٰ پر لعنت کی یہ بددعا تھی۔

۱۔ لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد (متفق علیہ مشکوٰۃ)

یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد قرار دے لیا۔

فائدہ قبروں کو مسجد ٹھیرانے کا مدعا یہ کہ انہوں نے قبروں سے وہی سلوک کیا جو مساجد سے کرنے کا حکم ہے۔ ان پر مقبرے بنانا۔ چراغ جلانا۔ اور صفائی ادب و احترام کے

طریق پر رکوع و سجود۔ ان پر اعتکاف وغیرہ۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بھی فرمایا۔

الا وان کان من قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیاءھم وصالحیھم مساجد فلا تتخذوا القبور مساجد انی انھاکم (صحیح مسلم)

مسلمانو! تم سے پہلی قوموں (امتوں) نے اپنے انبیاء واولیاء اللہ کی قبروں کے ساتھ وہی سلوک کیا جو مساجد میں کیا جاتا ہے۔ ہم تمہیں منع کرتے ہیں کہ ان کی طرح قبروں کو مساجد نہ بنانا۔

۳۔ مسلمانوں کو متنبہ فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی۔

اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد اشتدت غضب اللہ تعالی علی قوم اتخذو قبور انبیاءھم مساجد (مشکوٰۃ)

اے اللہ! میری قبر کو بت کی مانند نہ بنائیو۔ کہ لوگ اس کی پرستش شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کا انتہا درجہ غضب اس قوم پر ہے کہ جس نے انبیاء کی قبروں کی پرستش شروع کر دی۔

۴۔ اُمت کو مخاطب کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بھی فرمایا۔

لا تجعلوا قبری عیدا

مسلمانوں میری قبر کو عید نہ بنانا یعنے عید کی طرح سال میں ایک دن مقرر کرکے دور نزدیک سے سفر کرکے بغرض ثواب اس پر عرس وختم وغیرہ کے لئے جمع نہ ہونا۔

۵ مکمل وضاحت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لعن اللہ زائرات القبور والمتخذین علیھا المساجد والسرج (مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو قبور صلحا پر بغرض ثواب زیارت کو جاتی ہیں۔ اور لعنت ہے ان پر جو قبروں کو مساجد بنا کر ان پر چراغ جلاتے ہیں۔

آخری فیصلہ کے لئے صدیقہ فرماتی ہیں۔ کہ حضور جبکہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ تو وفات سے پہلے آپ کی ازواج سے حضرت ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہما نے حبشہ کے ایک گرجا کی خوبصورتی وزیبائش کا ذکر کیا۔ جو ماریہ نام سے مشہور تھا۔ باوجود شدت مرض کے آپ نے اس گرجا کا ذکر سن کر جوش میں آکر سر مبارک اٹھایا۔

فقال اولئك اذا مات فیهم الرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجدا ثم صوروا فیہ تلك الصور اولئك شرار خلق اللہ (مشکوٰۃ باب المساجد)

فرمایا۔ کہ ان لوگوں (یہود و نصاریٰ) میں جب صالح آدمی فوت ہو جاتا۔ تو اس کی قبر پر مسجد بنا کر اس میں اس کی تصویر بنا دیتے۔ یہی اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں

خلاصہ یہ کہ یہود و نصاریٰ قبر پرستی میں کفار قدیم کی بت پرستی کا نمونہ ہو گئے۔

احبار و رہبان پرستی یہود و نصاریٰ کی علماء و فقہاء کی تقلید کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یوں فرمایا۔

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ

یہود و نصاریٰ نے اپنے ائمہ و فقہاء کو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرا رب بنا لیا۔

حضرت عدی بن حاتم فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا۔ کہ آپ سورہ برات تلاوت فرما رہے تھے۔ جب حضور نے یہ آیت پڑھی۔ تو فرمایا۔ کہ یہود و نصاریٰ اپنے علماء فقہاء کی پرستش نہیں کرتے تھے۔ بلکہ وہ جس چیز کو ان کے لئے حلال قرار دیتے۔ یہ اسے حلال جانتے تھے اور جس چیز کو حرام ٹھہراتے یہ اسے حرام سمجھتے۔

فائدہ تفسیر نبوی سے ظاہر ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ توریت و انجیل سے دلائل معلوم کئے بغیر علماء و فقہاء ہی کے اقوال و فتاوے پر اعتماد کرتے ہوئے ان کو حجت شرعی جاننے کے عادی و خوگر ہو چکے تھے۔ پس ان کی تقلیدی عادت کو اللہ تعالیٰ نے علماء و فقہاء کی پرستش اعلان کیا ہے۔

مسلمانوں کے یہود و نصاریٰ کا نمونہ ہونے کی پیشین گوئی اہل کتاب جو آسمانی دین کے علمبردار تھے۔ شیطان نے ان کو بہکا کر کفار قدیم کا صحیح نمونہ بنا دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کی پوری انسانی آبادی کے لئے مبعوث فرمایا۔ حضورؐ کی نبوت کی حقانیت دلائل و معجزات سے وہ پیشین گوئیاں اہم ثبوت ہیں۔ جو آپ نے اپنے سے بعد ہونے والے واقعات سے متعلق اعلان فرمائیں۔ ان میں سے ایک پیشین گوئی یہ بھی ہے۔ کہ مسلمانوں کی اکثریت قبر پرستی تقلید۔ علماء و فقہاء وغیرہ میں یہود و نصاریٰ کا نمونہ ہو کر رہ جائے گی۔ بطور نمونہ صحیح احادیث ملاحظہ فرمائیے۔

لتتبعن سنن من قبلكم شبراً بشبر وذراعاً بذراع حتى لو دخلوا جحر ضب تبعتموهم

قيل يارسول الله اليهود والنصارى قال فمن متفق عليه (مشكوٰة کتاب تغیر الناس)

مسلمانوں تم (میں سے بعض لوگ) اپنے سے پہلی قوموں کی من وعن اتباع کروگے۔ حتیٰ کہ ان میں سے کوئی سانڈھے کے سوراخ (بل یا کھوڑ) میں داخل ہوا ہوگا۔ تو تم میں سے بھی کوئی داخل ہو کر ہی رہے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم میں سے بعض لوگ یہود و نصاریٰ کا عملی نمونہ ہوں گے۔ حضور نے فرمایا یہ ہو کر ہی رہے گا۔

۲ لیاتین زمان علی امتی کما اتی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتی ان کان منهم اتی امه علانیة لکان فی امتی من یصنع ذلک وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملة وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملة کلهم فی النار الا ملة الواحدة قالوا من هی یارسول الله قال ما انا علیه واصحابی (مشکوٰة کتاب الاعتصام)

میری امت پر[1] ایسا وقت ضرور آئے گا۔ جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا۔ پس امت کے لوگ ان کے ساتھ اس طرح منطبق ہوں گے۔ جیسا کہ جوتا مطابق کیا جاتا ہے۔

۲۔ حتیٰ کہ اہل کتاب سے کسی شخص نے اپنی والدہ سے علانیہ زنا کیا ہوگا۔ تو میری امت سے بھی کوئی ضرور ہی ایسا کر گذرے گا۔

۳۔ بنی اسرائیل تو بہتر فرقے ہوئے لیکن میری امت تہتر فرقے ہو جائے گی۔ جن میں سے ایک ناجیہ اور باقی کے جہنمی ہوں گے۔

۴۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ حضورؐ ناجیہ (طائفہ حقہ) کی پہچان کیا ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ طائفہ حقہ ہمارے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریق کا عامل ہوگا۔

۳۔ لاتقوم الساعة حتی تلحق قبائل من امتی بالمشرکین وحتی تعبد قبائل من امتی الاوثان۔ وانه سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلهم یزعم انه نبی الله وانا خاتم النبیین لانبی بعدی ولاتزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق لایضرهم من خالفهم حتی یاتی امر الله (مشکوٰة باب الفتن)

قیامت سے پہلے (۱) مسلمانوں کے بعض قبائل مشرکین سے مل جائیں گے۔

۲۔ حتیٰ کہ بعض قبائل بت پرست ہو جائیں گے۔

۳۔ اسلام کے دعوے داروں سے ایسے جھوٹے انسان بھی ہوں گے۔ کہ جن میں ہر ایک اس امر کا مدعی ہوگا۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں۔

۴۔ یاد رکھو کہ ہم وہ آخری نبی ہیں۔ کہ ہمارے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

۵ اور یہ بھی یاد رکھو۔ کہ مسلمانوں سے ایک طائفہ (جماعت یا گروہ)، ہمیشہ حق (اصل اسلام) پر قائم رہے گا۔ حتیٰ کہ مخالفین (اہل بدعت) ان کو ایک ذرہ بھر بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ غرضیکہ وہ طائفہ کتاب وسنت کو مشعل راہ بنائے ہوئے قیامت تک باقی رہے گا۔

پیشین گوئیوں کا خلاصہ | یہ کہ مسلمان یہود ونصاریٰ کا عملی نمونہ ہو کر ۱۔ مشرک وقبر پرست ہو جائیں گے۔

۲ علماء وفقہا کے اقوال وفتاویٰ کو ان کی طرح حجت شرعی مانتے ہوئے کتاب وسنت سے اعراض وانکار کریں گے۔

۳ تیس جھوٹے مدعیانِ نبوت ہوں گے۔ (جن میں سے ایک قادیانی بھی ہے)

۴۔ اہل کتاب بہتر فرقے ہوئے تو مسلمان تہتر فرقے ہو جائیں گے۔

۵۔ ایک گروہ اصل اسلام پر قائم رہے گا۔ جس کا دستور العمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے موافق ہوگا۔

تاریخ ومشاہدہ | یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا۔ وہ من وعن پورا ہو کر رہا ہے

جو بات نبی فرماتے ہیں معیار صداقت ہوتی ہے
خود لفظ شکل بن جاتے ہیں اور زندہ ثابت ہوتی ہے

مسلمانوں کی اکثریت | (۱) قبر پرستی میں اس درجہ مبتلا ہے۔ کہ اپنی اس روش کو ہی اصل اسلام قرار دیتی اور کتاب وسنت سے انکار کرتی ہے۔ غلط تاویلات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانیت سے بالاتر صفات الٰہیہ کا مظہر جانتی ہے چنانچہ بریلوی اس حقیقت کا نمونہ ہیں۔

۲۔ مسلمانوں کی اکثریت علمار وفقہا کے اقوال وفتاوے کو اس درجہ واجب سمجھ رہی ہے۔ کہ کتاب وسنت کی اتباع کو گمراہی کا نام دینے سے ذرہ بھر جھجک محسوس نہیں کرتی۔

بطور نمونہ دیوبند کے مسلمہ بزرگ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی تحریر کے الفاظ پڑھیئے۔ آپ مذہب حق اور گمراہ وبدعتی فرقوں کا امتیاز بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فاهل الحق منهم السنة والجماعة المنحصرون بالجماع من يعتد بهم فى الحنفية والشافعية والمالكية والحنابلة واهل الاهواء منهم غير المقلدين الذين يدعون اتباع الحديث ۔۔۔۔۔۔۔ (تلخیصات ص۱۹۴ العشر عشرہ طبع دوم مطبوعہ مجتبائی دهلی)

۱۔ اہل حق (فرقہ ناجیہ) تو وہ صرف اہل السنت والجماعت ہی ہے۔ جو کہ معتبر اجماع کے ساتھ مذہب حنفی شافعی مالکی اور حنبلی پر مشتمل ہے۔

۲۔ رہے اہل بدعت وگمراہ فرقے تو ان میں سے ۔۔۔۔۔۔ غیر مقلدین کا گروہ ہے۔ جو کہ کتاب وسنت کی اتباع کا دعوے دار ہے۔

تھانوی صاحب کی تحریر سے ظاہر ہے کہ تقلید ہی مذہب حق کا واحد معیار ہے۔ جو کوئی صحابہ رضی اللہ عنہم کے طرز عمل پر قرآن وحدیث کو قبول کرتا ہے۔ وہ سب سے بڑا بدعتی و گمراہ ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ خیر القرون (صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم) چونکہ تقلیدی مذہب سے ناآشنا تھے۔ لہذا وہ اہل سنت والجماعت نہیں (نعوذ باللہ من ذالک) ؎

؎ یہ ٹھہرے ہیں اب دین کے پیشوا
لقب ان کا ہے وارث انبیا

؎ جو کہتا ہے سمجھ کر کہہ اے مرد نعمانی
چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

بناءعلیہ ضروری سمجھا گیا۔ کہ (۱) اسلام کا متفقہ دستور العمل کتاب وسنت اور تعامل خیر القرون کے دلائل اور حقائق وشواہد ذکر کرتے ہوئے تقلید کی پیدائش کے وجوہ اور اسباب اور اس کی ترویج واشاعت

کی اہمیت پر تقلید کے نقصانات کو گنواتے ہوئے محققین اسلام کے متفقہ فیصلہ سے یہ بھی ثابت کیا جائے کہ اصل اسلام کا عامل و حامل طائفہ منصورہ جو حقیقی اہل السنت والجماعت ہے۔ ہمیشہ تقلیدی مذہب کے دوش بدوش چلتا آیا اور بفضلہ قیامت تک باقی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس طائفہ کے عمل و عقیدہ پر زندہ رکھے۔ اور اسی پر خاتمہ کرے اور قیامت کو اسی گروہ میں حشر فرما کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی سے سرفراز فرمائے۔ اس تحریر کا نام تاریخ التقلید اس لئے رکھا گیا ہے۔ کہ یہ تاریخی حقائق پر مبنی ہے لہذا یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے۔ کہ تاریخ جہاں اپنے وسیع دامن میں خوش رنگ خوشبودار دلکش پھولوں کو حفاظت سے سنبھالے ہوئے ہے۔ وہیں تیز چبھنے اور جلن پیدا کرنے والے کانٹوں کو بھی اپنے دامن میں محفوظ رکھنے کی عادی و خوگر ہے۔

بناء علیہ مؤدبانہ گذارش ہے کہ آپ تعصب سے بالکل الگ ہو کر پورے غور و فکر تحمل اور بردباری سے تاریخی واقعات کو بنظر غائر ملاحظہ فرمایئے۔ اگر خدا نخواستہ کچھ رنج و تلخی بھی محسوس ہو تو اصل سے ملایئے۔ اور اپنے خدا داد فہم و فراست سے حقیقت سمجھنے کی کوشش فرمایئے۔ مقصود و مدعا احقاق حق ہے۔ نہ کہ توہین و تنقیص۔ اللہ تعالیٰ احقر کی اس حقیر تحریر کو قبول فرمایئے اور مسلمانوں کو استفادہ کی توفیق بخشے۔ وہو المستعان وعلیہ التکلان

احقر العباد

الراجی الی رحمۃ اللہ الکریم فقیر محمد اشرف عفا اللہ تعالیٰ عنہ (رحمہ اللہ تعالیٰ)

امام الحرمین امام مالک رحمہ اللہ

ائمہ عظام جن کے نام سے مروجہ چاروں مذاہب حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی مشہور ہیں۔ ان پاکبازوں کی مقدس زندگی کے مختصر حالات ملاحظہ فرمائیے۔

اللھم فاطر السمٰوت والارض انت ولینا فی الدنیا والاخرۃ توفنا مسلما والحقنا بالصلحین

یہ مسلمہ امر ہے۔ کہ ہر شے کا نام و چرچا اس کے وجود کے ظہور ہونے کے بعد ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم نے اس کو ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا (سورہ دھر) بیان فرمایا۔ پیدائش سے پہلے انسان کا ذکر و اذکار بھی نہ تھا۔ پس اس اصول کے تحت بیان بننے کے بغیر کچھ چارہ نہ ہوگا۔ کہ مروجہ حنفی شافعی ذہب یہ مذاہب، آئمہ رحمہم اللہ کی پیدائش، ابتدائی تعلیم، تعلیم سے فراغت اور علمی قابلیت سے متاثر عوام و خواص کا ان کی طرف مائل اور منسوب ہونا ہے۔ اللھم وفقنا لما تحب و ترضیٰ۔

امام الحرمین امام مالک رحمۃ اللہ علیہ | آپ کی پیدائش ہجرت گاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سنہ ۹۳ھ اور وفات سنہ ۱۷۹ھ میں بروقت حضرت علامہ ولی الدین مؤلف مشکوٰۃ اکمال فی اسماء الرجال میں رقمطراز ہیں :-

وقد بدانا بذكره لانه المقدم زمانا وقدراً ومعرفة وعلما وهو شيخ العلماء واستاذ الائمة والكمال رحمه انس بن مالک ا

امام مالک کا ذکر ائمہ اسلام یا آئمہ اہل حدیث (محدثین) رحمہم اللہ سے خصوصیت کے ساتھ اس لئے اولاً لایا گیا ہے۔ کہ آپ مقدم و اوّل ہیں تمام آئمہ محدثین سے بلحاظ زمانہ اور مرتبہ کے فائق ہیں معرفت اور علم حدیث میں اور شیخ ہیں علماء (محدثین) کے اور استاذ ہیں اماموں کے پھر رقمطراز ہیں۔

وهو امام اهل الحجاز بل الناس فی الفقه والحديث وكفاه فخراً أن الشافعی اصحابه

آپ حجاز (حرمین الشریفین) بلکہ فقہ و حدیث میں اپنے بعد آنے والے تمام عالم اسلام کے امام ہیں۔ آپ کی امتیازی قدر و منزلت کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے۔ کہ امام شافعی رحمہ اللہ آپ کے شاگردوں میں سے ایک ہیں۔

وان كنا فی مقدمة الكتاب قدمنا عليه البخاری ومسلماً ... فلانقدمهما عليه فی الذكر هنا اذ هو احق واولی ذكرا بأ هما اجدر بالتقديم من كتابه

اگرچہ ہم نے مقدمہ کتاب میں امام بخاری و مسلم کا ذکر سر فہرست محدثینؒ لکھا ہے۔ بوجہ ان کی شرط صحت وغیرہ کے۔ لیکن آئمہ اصول کے تذکرہ میں امام مالک ہی سب سے مقدم اور احق ہیں۔

اظہارِ حقیقت | یہاں اس امر کا اظہار ضروری ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بلحاظ پیدائش و عمر امام الحرمین امام مالکؒ سے پہلے ہیں۔ یعنی ان کی پیدائش ۸۰ھ۔ اس لئے عمر و زمانہ کی حیثیت سے تیرہ ۱۳ سال بڑے ہیں۔ لیکن بحیثیت آئمہ حدیث اور علمی شان کے امام مالکؒ اوّل و مقدم ہیں۔

۱۔ کیوں کہ امام ابو حنیفہؒ کا نام نامی آئمہ حدیث کی فہرست میں نہیں۔

۲۔ علمی شان میں سیرۃ النعمان کے اندر یوں ہے " امام مالکؒ عمر میں ان سے تیرہ برس کم تھے ان کے حلقہ درس میں بھی حاضر ہوتے اور حدیثیں سُنیں۔

نہ صرف یہی | بلکہ تاریخ نے اس حقیقت کو اس سے بھی نمایاں یوں واضح کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ

کہتے ہیں۔ کہ تاحین حیات اپنے استاذ محترم حضرت حمادؒ کی تعلیمی صحبت سے استفادہ کرتے رہے۔ اور حضرت حمادؒ کی وفات سنہ ۱۲۰ھ ہے۔ ان کی مفارقت کے بعد ان کا لائق بیٹا جانشین ہوا۔ لیکن درس کی رونق میں کمی واقع ہونے لگی۔ تو حضرت حمادؒ کے سب سے بڑے شاگرد کو مسند تدریس پر بٹھایا گیا۔ لیکن اس کے حج کر جانے کے بعد عوام کے مطالبہ کے پیش نظر امام ابو حنیفہؒ سے مسند کو رونق دی گئی۔ گویا کہ سنہ ۱۲۱ھ / ۱۲۲ھ میں آپ کے درس کی ابتدا یا افتتاح ماننا پڑے گا۔ لیکن حضرت امام مالکؒ سترہ سال کی عمر میں (سنہ ۱۱۰ھ میں) مسجد نبوی کے امام و خطیب اور مسند نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سرانجام دینے کی غرض سے درس حدیث میں معروف تھے۔ چنانچہ علامہ زرقانی اور دیگر محققین نے موطا کی شروح کے مقدمہ اور تمہید میں اس حقیقت کو الم نشرح کیا ہے۔

تلمذ (۲) علامہ زرقانی رطب اللسان ہیں۔ کہ آپ نے ۹۰۰ (نو سو) اساتذہ سے علم حدیث و فقہ حاصل کیا۔ اور

۳۔ علامہ شعرانی نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ان میں سے تین سو وہ نامدار اساتذہ ہیں جنہوں نے جلیل القدر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحبت سے فیض حاصل کیا تھا۔ (طبقات الکبریٰ شعرانی ترجمہ امام مالکؒ)

۴۔ نیز اس امر کی بھی صراحت کی ہے کہ آپ نے درس حدیث و فقہ اور فتوے کا اس وقت افتتاح کیا جبکہ اس مبارک عہد و زمانہ کے ستر ائمہ نامدار نے آپ کو یقین دلایا۔ کہ آپ اس مسند کے لائق اور اہل ہیں۔

۵۔ علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں یہ قول خود امام مالکؒ سے یوں نقل کیا ہے۔ کہ میں نے فتوے نہیں دیا کہ جب تک میرے زمانہ کے ستر ائمہ فقہا نے اس امر کی تصدیق و توثیق نہیں فرمائی۔ کہ واقعی آپ بہترین مفتی ہیں۔

۶۔ علمی کمال یہ کہ ایک لاکھ حدیث خود اپنے ہاتھ سے لکھی۔

۷۔ ان کا حلقہ درس خود ان کے اساتذہ کے عہد ہی میں ان سب سے بہت زیادہ بڑھ گیا تھا۔

۸۔ فقہ، حدیث پڑھنے والوں کا ان کے دروازہ پر اس قدر ہجوم اور بھیڑ جیسا کہ سلاطین اور بادشاہوں کے دروازوں پر حاجت مندوں کی رہتی ہے۔ پس اس وجہ سے امام صاحب نے بواب (اردلی)

مقرر کر رکھا تھا۔ جو پہلے خواص (منتہی طلبا) اور پھر عوام کو اجازت دیتا۔

۹۔ صرف موطا کی سند حاصل کرنے والوں کی تعداد زرقانی اور عبدالبر نے بارہ سو بتلائی ہے۔

۱۰۔ ذہبی اور صاحب مشکوٰۃ رقمطراز ہیں۔

حدث عنہ امم لایکادون یحصون۔ اخذ العلم عنہ خلق کثیر لایحصون کثرۃ

اس قدر خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔ کہ گنتی و شمار ہی ناممکن ہے۔

۱۱۔ آپؒ کے اکثر تلامذہ ایسے ہیں۔ جو امام الائمہ ہیں۔ یعنی بخاریؒ و مسلمؒ۔ ابی داؤد۔ ترمذی۔ احمد بن حنبل ابن معین وغیرہم۔ ۔ ۔ ۔ ان کی علمی شان کے مظہر ہیں۔

امتیازی فضائل ذہبی حزماً رطب اللسان ہیں۔ کہ اہل علم زمانہ مالکی کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ مندرجہ ذیل پانچ خصائل حمیدہ سوائے امام مالکؒ کے کسی دوسرے امام میں پائی ہی نہیں گئی۔

۱۔ ذہن اور فہم روشن ۲۔ بالاتفاق آئمہ دین صحیح الروایت اور صحیح حجت

۳۔ دیانت۔ امانت۔ عدالت اور اتباع سنت میں ضرب المثل۔

۴۔ فقہ و فتوے کی صحت اور صحت قواعد میں سب سے مقدم۔ (۵) لمبی عمر

۶۔ نورٌ علے نور۔ جس امر پر ثوریؒ اور اوزاعیؒ کے ہمراہ امام مالکؒ بھی متفق ہوں۔ تو بغیر تلاشی نص کے اسے سنت ثابتہ جانو۔

۷۔ ذہبیؒ رقمطراز ہیں کہ امام مالکؒ کہتے ہیں۔ کہ خلیفہ منصور نے مجھ سے حلال اور حرام کے متعلق کچھ (چند) سوالات پوچھے۔ جب جوابات سے ہم فارغ ہوئے تو خلیفہ نے کہا انت واللہ اعقل الناس واعلم الناس۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اہل علم زمانہ سے آپ بہترین عقلمند اور بہت بڑے عالم ہیں۔ میں نے کہا۔ لا واللہ یا امیر المومنین آپ کا کہنا صحیح نہیں۔ اس کے جواب میں خلیفہ نے کہا۔ لکنک تکتم آپ تو انکساری سے کہتے ہیں۔

۸۔ آپ کی مجلس علم۔ حلم اور انتہائی وقار کی مجلس ہوتی۔

۹۔ آپ کا رعب و دبدبہ اس درجہ کمال تھا۔ کہ اونچی آواز اور شور نہ ہوتا۔

۱۰۔ مجلس سے کسی کو جرات نہ تھی۔ کہ کوئی اونے حرکت کرے یا آپ کے بیاض کی طرف آنکھ اٹھا

کراہی دیکھ سکے۔

۱۱۔ آپ اپنے کاتب حبیب نامی کو بعض دفعہ پڑھ سنانے کا حکم دیتے۔ اگر وہ کبھی خطا بھی کر جاتا۔ تو سامعین سے کسی کو ٹوکنے کی جرأت نہ ہوتی۔ خود حضرت امام ہی اس کی تصحیح فرماتے۔

۱۲۔ بعزبا جب عقیدت ومحبت سے ایک حدیث سننے کی خواہش ودرخواست کرتے۔ تو آپ انتہائی مسرت سے کئی کئی احادیث سنائے جاتے۔

۱۳۔ نیز فرماتے کہ دنیا کی فراوانی وکثرت آدمی کے لئے موجب فساد وبربادیٔ دین ہے۔

۱۴۔ شعرانی نے طبقات میں لکھا ہے۔ کہ آپ فرماتے۔ کہ علم کثیر روایت ہی نہیں۔ بلکہ وہ ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کے دل میں روشن کیا جاتا ہے۔

۱۵۔ حافظ ابن حجر تقریب میں رقمطراز ہیں۔ امام مالک دار الہجرت (مدینہ منورہ) کے امام ومفتی اور فقیہ زمانہ ہیں۔ متقین کے امام وسردار ہیں۔

۱۶۔ سند حدیث میں اس درجہ معتبر ہیں۔ کہ امام بخاریؒ نے اعلان کیا۔ کہ اسناد وحدیث میں اصح الصحیح سند مالک کی نافع عن ابن عمر ہے۔

۱۷۔ صاحب اکمال لکھتے ہیں۔ کہ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں۔ کہ اپنے زمانہ اور قوم میں امام مالک ہی صحیح حدیث کے سب سے بڑے ماہر وعالم ہیں۔

۱۸۔ عبد الرحمٰن مہدی کہتے ہیں۔ کہ ثوری امام ہے حدیث کا اور نہیں امام سنت کا اور امام اوزاعی امام ہے سنت کا اور نہیں امام حدیث کا لیکن امام مالک ہی ایک شخصیت ہیں کہ علم حدیث اور عمل بالسنتہ کے امام کامل ہیں۔

۱۹۔ تذہیب التہذیب میں ہے۔ آپ اسلام کے نامور سردار اور امام ہیں۔ مدینہ منورہ کے۔

۲۰۔ شافعی کہتے ہیں۔ کہ امام مالک اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق پر حجت ہیں۔

۲۱۔ عبد الرحمٰن نے کہا۔ کہ اہل زمانہ میں نہ ہی تو کوئی عقل میں امام مالک سے بڑا ہے۔ اور نہ ہی تقویٰ وپرہیزگاری میں۔

۲۲۔ علامہ ذہبی رطب اللسان ہیں۔ کہ اگر امام مالکؒ اور ابن عیینہ حجاز میں نہ ہوتے تو علم شریعت حجاز سے مفقود ہوتا۔

۲۳۔ حضرت امام لیث فرماتے ہیں۔ کہ اگر مالکؒ نہ ہوتے۔ تو ہمیں گمراہی کا خطرہ تھا۔ ذہبی و صاحب مشکوٰۃ کا متفقہ قول ہے کہ امام شافعیؒ فرمایا کرتے کہ علمائے اسلام کے ذکر میں امام مالک روشن ستارہ ہیں۔

حقیقت واقعہ مولانا شبلی نعمانی جن کو مولانا سید سلیمان ندوی نے حجۃ الدین والملۃ کے القاب سے ملقب کیا ہے امام ابوحنیفہؒ کی سوانح حیات بنام سیرۃ النعمان لکھی ہے۔ جس میں ہر امر میں امام صاحب کو آخری باکمال ثابت کرنے کی کوشش اور امام صاحب پر وارد شدہ اعتراضات کی تردید یہاں تک بے دھڑک ہو کر کی ہے۔ کہ اصول محدثین و مورخین سے اعراض و انحراف تو کیا قرآن مجید و فرقان حمید کے نام سے ایسے الفاظ میں ایک آیت ذکر کی ہے۔ کہ جس کا تو کر دمفہوم بھی قرآن شریف سے ثابت نہیں۔ جو بلفظہٖ یہ ہے:۔

من یؤمن باللہ فیعمل صالحاً

میں فاحرف تعقیب آیا ہے۔ جس سے اس بحث کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے "(بحث مسئلہ ایمان) اور سا تھ ہی ابتدائے تحریر میں یہ دعوے بھی کیا ہے۔ کہ سیرت النعمان کی تحریر کہیں مجتہدانہ، محدثانہ، مفسرانہ اور کہیں محققانہ اور مورخانہ ہوگی پس ضرور ہے کہ مذکورہ اوصاف کی حامل کتاب میں امام مالک کی عظمت و شان اور منقبت میں جو کلمات و الفاظ ہوں گے۔ وہ یحق اللہ الحق بکلمتہ کا نمونہ ہوں گے۔ لہٰذا بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں:۔

۱۔ امام مالکؒ مدینہ کے رہنے والے تھے۔ جو نبوت کا مرکز اور خلفاء راشدین کا دارالخلافہ رہ چکا تھا۔ اس تعلق سے لوگوں کو عموماً مدینہ اور ارباب مدینہ کے ساتھ پُر خلوص و عقیدت تھی۔

۲۔ امام مالکؒ کا خاندان علمی خاندان تھا۔ ان کے دادا ابن ابی عامر نے بڑے بڑے صحابہ سے حدیثیں سیکھی تھیں۔

۳۔ ان کے چچا شیخ الحدیث تھے۔

۴۔ امام مالک نے جب فقہ و حدیث میں کمال پیدا کیا۔ تو اطراف و دیار میں ان کی شہرت کا سکہ جم گیا۔

۵۔ یہ مسائل جو فقہ حنفی کے نام سے موسوم ہیں نہایت تیزی کے ساتھ تمام ممالک میں پھیل گئے۔ مگر عرب میں تو چنداں ان کو رواج نہ ہوا۔ کیونکہ مدینہ منورہ میں امام مالکؒ اور مکہ میں اور آئمہ ان کے مقابل

اور حریف تھے

۴۔ مدینہ کی فقہ جس کی تدوین امام مالکؒ نے کی۔ اس کی بنیاد زیادہ تر انہی فقہا سبعہ مدینہ کے فتووں پر ہے۔ اس کی پوری تفصیل آگے آتی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا امام مالکؒ سے تلمذ نعمانی صاحب امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ کی فہرست میں لکھتے ہیں۔

۱۔ اس عظمت کے ساتھ امام صاحب کو طلب علم میں کسی سے عار نہ تھی۔ امام مالکؒ عمر میں ان سے تیرہ برس کم تھے۔ ان کے حلقہ درس میں بھی اکثر حاضر ہوتے۔ اور حدیثیں سنیں۔

۲۔ امام مالکؒ کے سامنے ابوحنیفہؒ اس طرح مؤدب بیٹھتے جس طرح شاگرد استاد کے سامنے مؤدب بیٹھتا ہے۔ اس کو بعض کوتاہ بینوں نے امام کی کسر شان پر محمول کیا ہے۔ لیکن ہم اس کو علم کی قدر شناسی اور شرافت کا منشا سمجھتے ہیں۔

خبط العشواء امام ابوحنیفہ کا تلمذ تاریخی حقیقت ہے۔ لیکن انتہائی افسوس کا مقام ہے۔ کہ علمائے دیوبند جن کو اپنی علمیت پر بہت گھمنڈ اور کتاب وسنت کی نشرواشاعت کا دعوے ہے انھوں نے اس تاریخی حقیقت سے جس طرح استہزا کیا۔ اس کی تفصیل بھی دیکھتے جایئے۔
مولانا سید انور شاہ شیخ الحدیث وصدر مدرس مولانا حبیب الرحمٰن صاحب معاون دیوبند۔ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مفتی دیوبند اور مولوی محبوب عالم صاحب مدرس دیوبند نے کنز الدقائق چھوٹی کی کتاب فقہ کا حاشیہ لکھا جس کی تمہید میں ہے۔

نا الاولان زمانهما واحد وهذان قولان آخران الاول ان ابوحنيفة يروى شيئا من المالك والثانى ان مالكا تلميذ لابى حنيفة (تمهيد الحقائق)

یعنی امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ دونوں ایک ہی زمانہ میں ہوئے ہیں۔ اور یہ دو قول بھی ان کے متعلق مشہور ہیں۔ اول یہ کہ امام ابوحنیفہ نے بطور تلمذ امام مالک سے کچھ روایت کیا ہے۔ دوسرا یہ کہ مالکؒ ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔"

علماء دیوبند کی اس روش پر امام شافعیؒ کا قول کیا صحیح صادق آیا ہے۔ الاخيط السماد ة بعد كل اقبحي اخصر ويد كذا فيجي الصفر (تاریخ بغداد ترجمہ ابوحنیفہ کوفی) یہ قول تو مداری کا ڈورا (دھاگا)

ہے۔ کہ اگر ایک طرف سے کھینچو تو سبز اور اگر دوسری طرف سے کھینچو تو زرد۔ اسی خبط الشعوا پر کہا گیا ہے ؎

تعصب وہ بلا ہے کہ خدا کسی کو نہ دے

دے موت اور یہ بداوا کسی کو نہ دے

آپ کی شاگردی کو اس عہد میں انتہائی فخر خیال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ شمس الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بستان المحدثین میں رطب اللسان ہیں:۔

جملہ زینت ایں است کہ شخصے گوید حدثنا مالک۔ ۔ ۔ ۔ شاگردی او راز مفاخر دُنیا می شمروند (ص۶)

یعنے امام مالک کی شاگردی دین و دنیا کا فخر و موجب برکت خیال کی جاتی تھی۔

۲۔ بنابریں مولنا سراج الدین سرہندی شرح ترمذی فارسی کی تمہید میں لکھتے ہیں:۔

"در مواہب نوشتہ است کہ امام ابو حنیفہ یک حدیث از وے روایت کردہ از مناقب وے ہمیں یک سخن کفایت میکند" (ص۲۲)

یعنے امام ابو حنیفہ نے ایک حدیث ہی بطور تلمذ امام مالک سے روایت کی بس یہی ایک سخن ان کی عظمتِ شان میں کافی ہے۔

۳۔ علامہ ذہبی تذکرہ امام مالک میں رطب اللسان ہیں۔ سعید بن ابی مریم کہتے ہیں

رایت ابی حنیفة یدی مالک کالصبی بین یدی ابیہ

اس پر ذہبی کہتے ہیں۔

فھذا یدل علی حسن ادب ابی حنیفة و تواضعہ مع کونہ اسن من مالک بثلاث عشرة سنة یعنی میں نے ابی حنیفہ کو امام مالک کے سامنے یوں مؤدب بیٹھے دیکھا جیسا کہ بچہ باپ کے روبرو بیٹھتا ہے اور یہ امر ابو حنیفہ کے حسنِ ادب اور تواضع کا بہترین نمونہ ہے حالانکہ آپ مالک سے عمر کے لحاظ سے تیرہ سال بڑے تھے ؎

بنی آدم از علم یابد کمال

حجۃ الہند یا بقول علماء دیوبند حنفیت کے ہندوستانی ترجمان رطب اللسان ہیں:۔

۱۔ استقرار اور تلاش سے طبقہ اولے کی صرف تین کتابیں ہیں۔ موطا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ بعد کلام اللہ سب کتابوں میں زیادہ صحیح امام مالکؒ کی موطا ہے اہل حدیث کا اتفاق ہے۔ کہ موطا کی سب حدیثیں صحیح ہیں۔

۲۔ مکرر فرماتے ہیں۔ امام مالکؒ سے بلاواسطہ ایک ہزار سے زیادہ لوگوں نے موطا کی روایت کی ہے دور دراز ملکوں سے سفر کرکے لوگوں نے موطؔا کو امام مالکؒ سے اخذ کیا۔ جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ذکر کیا تھا۔ (الفاظ حدیث معہ ترجمہ آرہے ہیں)

۳۔ امام مالکؒ کے شاگردوں سے بعض ایسے لوگ بھی تھے جن کی فقاہت مشہور واعلے درجہ کی تھی۔ جیسے امام شافعیؒ اور محمد بن حسن (شاگرد ابوحنیفہؒ) اور بعض بڑے بڑے متبحر محدث تھے۔ جیسے یحیٰی بن سعید قطان اور عبدالرحمٰن بن مہدی اور عبد الرزاق اور بعض ان کے شاگرد امراء و سلاطین بھی تھے۔ جیسے ہارون رشید اور ان کے دونوں بیٹے (آیات اللہ الکاملہ ص۲۰۴)

۴۔ موطا کی شہرت امام مالکؒ ہی کے عہد و زمانہ میں تمام اسلامی ممالک میں پھیل گئی تھی۔ اس کے بعد جتنا زمانہ گزرتا گیا۔ اسی قدر اس کی شہرت بڑھتی گئی۔ اور اس کی طرف توجہ زیادہ ہوتی گئی۔ شہروں کے فقہا نے اپنے مذاہب کی بنیاد اسی پر قائم کی بعض مسائل میں اہل عراق (معماران مذہب حنفی) نے بھی اسی کو مبنیٰ قرار دیا۔

۵۔ علی الاعلان حکیم الامت فرماتے ہیں۔ اگر تجھ کو صاف حق کرنا منظور رہے تو کتاب موطا کا امام محمدؒ کی کتاب الآثار اور ابو یوسفؒ کی کتاب امالی کا موازنہ کرو۔ موطا میں اور ان دونوں بزرگوں کی کتابوں میں بعد المشرقین نظر آوے گا۔ تم نے کسی محدث یا فقیہ کو سنا ہے۔ کہ ان دونوں کی طرف توجہ کی ہے۔

۶۔ شاہ صاحب موطا کی شروح عربی و فارسی کی تمہید میں رطب اللسان ہیں۔ فقہاء کے اقوال مختلفہ دیکھتے ہوئے جبکہ مجھے حیرت و پریشانی لاحق ہوئی۔ تو میں نے نہایت توجہ اور تضرع سے

لہ موطا کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ ستر فقہاء زمانہ نے اس کی توثیق و تصدیق فرمائی تھے موطا کی یہ شان ہے۔ کہ تمام مذاہب کے علماء و فقہا نے اس کی شروح لکھی ہیں۔ اور ہر زمانہ میں لکھی جارہی ہیں۔ لیکن کتاب الآثار اور امالی کو کسی نے پوچھا تک نہیں۔

بارگاہِ الٰہی میں یوں دعا کی۔ لئن لم یھدنی ربی لاکونن من القوم الضالین انی وجھت وجھی للذی فطر السموٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین پس اشارہ بہ کتاب موطا کہ تالیف امام ہمام حجۃ الاسلام مالک بن انس است واقع شد (ص۳) پس موطا امام مالکؒ کا اشارہ ہوا۔

بیقین معلوم شد کہ امروز ہیچ کتاب از کتب فقہ اقوی از موطا نیست (ص۳)

"پس مجھے یقین ہو گیا۔ کہ تمام مذاہب کی کتب فقہ سے مؤطا شریف ہی صحیح اور قوی تر کتاب ہے"

یہ بھی فرماتے ہیں

باید دانست کہ امروز در دست مرداں ہیچ کتاب نیست کہ مصنف آں از تبع تابعین باشد غیر موطا (ص۳)

جاننا چاہیئے۔ کہ مؤطا کے بغیر آج کوئی بھی دوسری کتاب موجود نہیں۔ کہ جس کا مصنف تبع تابعین سے ہو۔ آگے چل کر تعامل صحابہ اور عمل تابعین کا خلاصہ ذکر کرتے ہوئے رطب اللسان ہیں:۔

وبعد از ایشاں (فقہاء سبعہ مدینہ) وارث ایشاں امام مالک شد و حدیث و آثار ایشاں را تدوین فرمود۔ و آنچہ سینہ بسینہ منتقل می شد در بطون قرطاس ودیعت نمود۔ و اہل آفاق از جمیع امصار بسوئے او متوجہ شدند۔ ... در وقت خود شہر عظیم یافت کہ ہیچ کس دراں شہرت و قبول نزدیک او نیامد و مشابہ او نبود و مدتے مدید بایں ریاست و دیانت در مدینہ مکرمہ کہ روح عالم است و دل امصار مکث فرمود (ص۵)

یعنی صحابہ اور تابعین کے تعامل کا ملخص کر کے اس پر امام مالکؒ نے فقہ کی بنیاد رکھی۔ اور صدری علم کو کاغذ پر لکھ دیا یہی وجہ ہے کہ تمام اسلامی دنیا کے لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ کہ ان کے عہد میں کوئی دوسرا امام ان کا ثانی نہیں ہوا۔ مدت مدید تک مدینہ مکرمہ میں درس کتاب و سنت میں مصروف رہے فرماتے ہیں۔

باید دانست کہ مدینہ مشرفہ در زمان او پیشتر از زمان متاخرین بے شبہ مرجع فضلاء و مطاف اجالی علماء بودہ است و چنانکہ تقریر کردیم زمانے بعد زمانے مفتیان عظیم الشان کہ ہمہ عالم را قبلۂ توجہ علم الشان بود پیدا می شدند و در آخر ہمہ ایں کار و بار بر امام اما لک افتاد و امام مالکؒ وارث آں ہمہ شد" (ص۶)

مختصراً یہ کہ صحابہ رضوان اللہ سے لے کر عہد مالکیؒ تک کے تمام علم کے وارث امام مالکؒ ہی ٹھہرے ۔ عظمتِ مالکی کے اظہار میں فرماتے ہیں :-

"مذہب امام شافعیؒ فی الحقیقت تفصیل کتاب اوست وامام محمدؒ سرمایہ فقاہت در مبسوط علم اوست" (صہ ۶)

مذہب شافعیؒ درحقیقت امام مالکؒ کی کتاب موطا کی تفصیل و تشریح ہی ہے اور امام محمدؒ بانی مذہب حنفیہ کی فقاہت کا سرمایہ مبسوط وغیرہ میں جو کچھ بھی ہے ۔ وہ تمام کا تمام امام مالکؒ کی علمی صحبت کا نتیجہ ہے

۷۔ ہندوستانی مورخ

اکبر شاہ خان اپنی محقق تصنیف میں رقمطراز ہیں :-

امام مالکؒ حدیث وفقہ زہد و پرہیزگاری میں بڑے مشہور تھے ۔ اور ان کو بہت سی احادیث یاد تھیں ۔ اور ان کے ضعف و قوۃ سے بھی خوب واقف تھے ۔ چنانچہ انھوں نے نہایت عمدہ و صحیح اور جامع کتاب حدیث کی لکھی جس کا نام موطا ہے ۔ اس کی قبولیت اعلیٰ درجہ پر پہنچی ۔ اور اس زمانے کے ہزاروں آدمیوں نے اس کی سند امام مالکؒ سے حاصل کی ۔ پس امام کی اس کتاب کی برکت سے مسلمانوں نے ایسا فائدہ پایا ۔ کہ جس کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا ۔ (قول حق صہ ۹۳)

۸۔ صاحبِ مشکوٰۃ

نے آپ کا ترجمہ ان الفاظ سے ختم کیا ہے ۔ ان گنت و بے شمار مناقب ہیں ۔ اس عظیم الشان خوشبو دار پہاڑ اور بحر مواج کے ۔

آپ کی عظمت کا غیبی اعلان

صاحب اکمال لکھتے ہیں ۔ امام شافعیؒ نے کہا مکہ مکرمہ میں میری پھوپھی نے رات خواب دیکھی کہ کوئی کہنے والا علی الاعلان کہہ رہا ہے ۔ کہ مرگیا آج رات کو زیادہ علم والا اہل زمین کا ۔

عجیب عجیب تاریخی واقعات

حضرت حجۃ الہند کے قول کا ترجمہ حنفی مترجم سے پڑھئے ۔ جب منصور عباسی نے حج کیا ۔ تو امام مالکؒ سے کہا ۔ میرا قصد یہ ہے کہ تمہاری مصنفہ کتابیں لکھوا کر اسلامی شہروں میں ان کا ایک ایک نسخہ بھیج دوں ۔ اور لوگوں کو حکم کردوں ۔ کہ انہی کے مسائل پر عمل کریں ۔ ان کے علاوہ اور کسی جانب رخ نہ کریں ۔ انھوں (امام

مالک نے فرمایا۔ امیرالمومنین ایسا نہ کرو۔ لوگوں میں پہلے سے اقوال مشہور ہو گئے ہیں۔ وہ احادیث کو سُن چکے ہیں۔ اور روایات کو نقل کر چکے ہیں جو مسائل ان کو معلوم ہو گئے ہیں۔ ان پر انھوں نے عمل درآمد کر لیا ہے۔ لوگوں میں اختلافات ہو گئے ہیں۔ اس واسطے لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ جو انھوں نے اپنے لئے پسند کر لیا ہے۔ اسی پر رہنے دو۔ (آیات اللہ الکاملہ ص۲۲۳)

شاہ صاحب بعد ذکر کرنے واقعہ کے فرماتے ہیں۔ کہ سیوطی نے یہ قصہ ہارون رشید کی طرف منسوب کیا ہے۔

امر محقق یہ ہے۔ کہ منصور اور ہارون رشید دونوں خلفا کی دلی خواہش یہی تھی کہ مسلمانوں کو بحیثیت کتاب حدیث موطا پر اسی طرح متفق کر دیا جائے۔ جیساکہ مسلمان قرآن شریف پر متفق ہیں۔ چنانچہ علامہ شعرانی نے میزان الکبریٰ میں دونوں خلفا سے یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔

۱۔ لما حج المنصور قال للامام مالک انی عزمت علی ان امر بکتبک ھذہ التی وضعتها فتنسخ ثم ابعث بها الی کل مصر من امصار المسلمین وآمرھم ان یعملوا بما فیها ولا یتعدوہ الی غیرہ فقال الامام رحمۃ اللہ تعالیٰ لا تفعل ذالک یا امیرالمومنین (ج ۱ ص۳۳ مصری)

علامہ ذہبی نے بھی اس واقعہ کو منصور کی طرف ایام حج سے منسوب کیا ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں۔ کہ ہم ابوجعفر منصور کے پاس ایسے وقت داخل ہوئے۔ فھو علی فراشہ (جبکہ وہ صاحب فراش تھے) جس سے یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ منصور بیمار تھا۔ اور یہ بھی حقیقت ہے۔ کہ منصور کی وفات سفر حج عہد مالکی میں ہوئی۔ جس کی شہادت منصور کے واضح الفاظ لئن بقیت لاکتبن قولک کما یکتب المصاحف ولابعثن به الی الآفاق فلاحملهم علیه (تذکرہ ترجمہ امام مالک رح) یعنے اگر میں خیریت سے زندہ رہا۔ تو موطا کو قرآن مجید کی طرح لکھوا کر ممالک اسلامیہ کے تمام شہروں میں بھجواؤں گا۔ اور لوگوں کو اس پر عمل کرنے اور چلنے کا پابند کروں گا۔ مختصراً یہ کہ منصور نے اپنے زمانہ میں یہ قصد و کوشش کی۔ اور ہارون رشید نے اپنے سے پہلے پیش رو کی نقل اور بحیثیت عقیدت مند شاگرد کے اپنے عہد خلافت میں ایک دفعہ نہیں بارہا درخواست کی۔

۲۔ چنانچہ علامہ شعرانی نے حضرت امام مالک رح کے الفاظ سے یہ قول نقل کیا ہے۔

كثير ما شاورني هٰرون رشيد ان يعلق كتاب الموطا في الكعبة و يحمل الناس على ما فيه فقلت له لا تفعل (طبقات الكبرى)

ہم سے بار ہا ہارون رشید نے یہ اجازت طلب کی۔ کہ اگر آپ اجازت فرمائیں۔ تو موطا کو دروازہ کعبہ پر حمائل کر (لٹکا) کے لوگوں کو اس پر عمل کرنے کے لیے پابند کیا جائے۔ ہم نے کہا۔ کہ ایسا مت کر

۳۔ شعرانی نے یوں بھی ذکر کیا ہے۔ کہ ہارون رشید امام مالکؒ کی ملاقات کو حاضر ہوئے تو عرض کیا

دعني يا اباعبد الله افرق هذا الكتاب التي الفتها وانشرها في بلاد الاسلام واحمل عليها الامة فقال يا امير المؤمنين ان اختلاف العلماء رحمة الله ص۳۵

اے اباعبداللہ (امام مالکؒ کی کنیت ہے) مجھے اجازت دیجئے۔ کہ موطا کی نقلیں کروا کر اسلامی ممالک کے تمام شہروں میں بھجوا کر پوری امت مسلمہ کو اس پر عامل کروں۔ پس امام مالکؒ نے جواباً فرمایا۔ امیر المومنین اختلاف علماء رحمت ہے۔ یہ سن کر ہارون نے کہا۔ فقال زادك الله توفيقا يا اباعبد الله اے اباعبداللہ خدا آپ کو نیکی کی زیادہ توفیق بخشے۔

۴۔ صاحب مشکوٰۃ نے ایک واقعہ یوں بھی نقل کیا ہے۔ کہ جب ہارون نے ممالک کا دورہ کرنے کا ارادہ کیا۔ تو امام مالک سے درخواست کی۔ کہ اچھا ہو اگر آپ بھی میرے ساتھ تشریف لے چلیں۔ تاکہ میں لوگوں کو ویسے ہی موطا پہ جمع ہونے کی ترغیب دلاؤں۔ جیسا کہ جمع کیا عثمانؓ نے لوگوں کو قرآن پر۔ پس حضرت امام مالکؒ نے فرمایا۔ ایسا نہیں ہوسکتا؛

اظہارِ حقیقت | ا۔ خلفاء عباسیہ کو اپنے علم و اجتہاد پر کامل بھروسہ تھا۔ چنانچہ نعمانی صاحب لکھتے ہیں۔ خلفاء عباسیہ تو اس بحث سے خارج ہیں۔ کیوں کہ یہ خاندان جب تک عروج پر رہا۔ یہ لوگ تلوار کے ساتھ قلم کے بھی مالک رہے۔ یعنے ان کو خود دعوئے اجتہاد تھا۔ سیرۃ النعمان ص۱۱۱

۲۔ یہ بھی خیال فرمایئے۔ کہ عہد ہارون رشید میں قاضی ابو یوسف صاحب بانی مذہب حنفی سلطنت کے امور مذہبی کے مختار مطلق تھے۔ لیکن باینہمہ بنظر انصاف دیکھئے۔ کہ یکے بعد دیگرے دونوں خلفاء مودبانہ درخواست کر رہے ہیں۔ کہ آپ اجازت فرمائیں۔ تو آپ کے مذہب کو قانوناً مسلمانوں پر نافذ کر دیا جائے۔ تاکہ رہتی دنیا تک کے لوگ موطا کو بحیثیت حدیث ویسے ہی حجت تسلیم کرتے رہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید کو کتاب اللہ مانتے ہیں۔ لیکن امام مالکؒ کا اخلاق حق اور انصاف یا اتباع سنت دیکھئے۔ کہ اپنی تقلید کروانے سے

کس درجہ دُور و نفور رہتے ہوئے لا تفعل کا اعلان کر رہے ہیں ؎

ما عاشقیم بے دل دلدار ما محمدؐ
ما بلبلیم نالہ گلزار ما محمدؐ

ذالک فضل اللہ یوتی من یشاء امام مالک کے عہد کی تمام اسلامی دنیا روحانی طور پر آپ کے زیر علم تھی چنانچہ سید سلیمان ندوی مرحوم رطب اللسان ہیں :-

ایک تو مدینہ خود علم کا گہوارہ اور نسلاً بعد نسلٍ علم دین کا مرکز تھا۔ دوسرے یہ کہ امام کا خاندان ابتدا سے علم کے ساتھ ایک خاص نسبت رکھتا تھا۔ ان اضافی اوصاف کے ساتھ خود ذاتی جوہر تے وہ پر و بال نکالے کہ دنیائے اسلام مشرق سے مغرب تک امام کے آوازۂ حق سے معمور ہو گئی۔ اور امام کی درس گاہ اختلاف مرز و بوم کی بوقلموں زار بن گئی ؛ بلاد و ممالک اسلامیہ کی جغرافیائی وسعت گنواتے ہوئے بطور ما حصل لکھتے ہیں۔ غرضیکہ ہر سہ معلوم براعظم (ایشیا۔ افریقہ یورپ) سے مسافران علم بلا انقطاع مدینہ کا رخ کرنے لگے۔ اور اس طرح پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ جو ابو ہریرہ اور ابن مسعود سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ عنقریب وہ زمانہ آئے گا لوگ طلب علم کے لئے اونٹ ہنکائیں گے لیکن مدینہ کے عالم سے بڑا عالم کسی کو نہ پائیں گے۔ (حیات مالک ص۴۶)

وسعت تلامذہ کی ذیل لکھتے ہیں :- خود امام مالکؒ کے شیوخ بھی امام کے احسان علمی کے بار سے سبکدوش نہ تھے۔ حضرت امام خود فرماتے تھے کہ بہت کم ایسے لوگ ہیں جن سے میں نے سیکھا۔ اور آخر ان کو خود مجھ سے پوچھنے کی حاجت نہ پڑی ہو ص۴۸

آگے چل کر لکھتے ہیں :- امام کے علم و معارف نے دُنیا اسلام کے کسی ایک گوشہ کو بھی اپنی غلامی سے آزاد نہ چھوڑا۔

در دیر و حرم کیست کہ آزاد بماند ص۴۹

مشاہیر تلامذہ ندویؒ نے امام صاحب کے مشاہیر تلامذہ کو مختلف عنوانوں سے ذکر کیا ہے۔ چنانچہ آپ کے تلامذہ سے حضرات تابعین کی ذیل میں حضرت امام زہری۔ یحییٰ بن سعید انصاری ہشام بن عروہ سفیان ثوری حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم اکابر آئمہ کے نام گنوائے ہیں :-

آئمہ کے عنوان سے امام ابو حنیفہؒ۔ شافعیؒ اور ناشرین فقہ حنفی قاضی ابو یوسفؒ جن کی وجہ سے حنفی مذہب نے

نے شہرت پائی) پھر امام محمد جو حنفی فقہ کے ناشر و مبلغ ہیں۔ اور امام ابن قاسم رحمہم اللہ کا ذکر کیا ہے۔

فقہا کی سرخی سے حسن بن زیاد صاحب ابی حنیفہ۔ عبداللہ بن وہب مفتی مصر۔ ابو عمر اشہب فقیہ مصر اسد بن فرات فقیہ افریقہ کے نام گنوائے ہیں۔

خلفائے اسلام کی ذیل ابو جعفر منصور عباسی۔ مہدی۔ موسیٰ۔ ہادی۔ ہارون رشید۔ محمد امین۔ عبداللہ مامون کو شمار کروایا ہے۔

امرائے بلاد کے عنوان سے حسن بن مہلب شیبانی امیر خراساں عبداللہ بن سعید عبدالملک بن مروان اموی۔ ہاشم بن عبداللہ التجیبی امیر برقہ (افریقہ)

قضاۃ ممالک اسلامیہ کی طول طویل فہرست پیش کی ہے

انصاف پسندی (۱) اس عہد کی انصاف پسندی دیکھو۔ کہ امام زہری نے باایں ہمہ علم و فضل خود اپنے شاگرد (امام مالکؒ) سے بھی استفادہ میں عار نہ کیا۔ (حیات صـ۲۱)

۲۔ امام مالک فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں کبھی کسی غیر فقیہ کی مجلس میں نہیں بیٹھا صـ۳۴

علمی مرتبہ امام مالک کے فضل کا تمام شیوخ مدینہ کو اعتراف تھا۔ تاہم امام مالک نے اس قدر احتیاط کی کہ جب تک ستر علماء و فقہاء عظام نے امام صاحب کی قابلیت اور استحقاق کا فتوے نہ دیا۔ درس و فتوے شروع نہ فرمایا۔ (حیات مالک صـ۵۵)

موطا کی صحت و عظمت کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"مدینہ علوم کا مجموعہ ہے جہاں زر و جواہر کی اصلی کان تھی۔ تمام اکابر صحابہ و اعاظم تابعین کا مسکن یہی مبارک شہر تھا۔ اور اسی لئے یہ صحیفہ مقدس انہی بزرگوں کی روایات و فتاویٰ پر مبنی ہے۔ اس بنا پر یہ صحیفہ حقیقت میں صحیح ترین اور کامل ترین احکام اسلام کا مجموعہ ہے صـ۵۶

۲۔ امام صاحب سے (موطا کو) روایت کرنے والے سینکڑوں ہیں۔ تیس مختلف نسخے مروج ہیں جن سے سولہ نہایت مشہور ہیں۔ (تفصیل کے لئے حیات مالکؒ صـ۶۰ و صـ۱۶ پڑھئے)

موطا وہ مقدس کتاب ہے جس کے لئے مہدی ہادی رشید مامون اور امین مشاہیر خلفاء اسلام نے عراق سے حجاز تک بادیہ پیمائی کی اور آخر میں چھٹی صدی کے بزرگ ترین سلاطین اسلام صلاح الدین ایوبی فاتح بیت المقدس نے قاہرہ سے اسکندریہ تک صرف اس کی سماعت کی خاطر سفر

گوارا کیا۔" (حیات صہ۱۱۱) (بحوالہ تزیین الممالک عن القاضی الفاضل وزیر السلطان صہ۴۶)

موطا کی رفعت امراء سلاطین چونکہ نظرتاً کچھ عجیب وغریب واقعہ ہوئے ہیں۔ اور ان کو ہمیشہ دل لگی ہی سوجھتی ہے۔ بنا بریں ندوی صاحب نے ایک واقعہ یوں بھی لکھا ہے۔ کہ" ایک دفعہ ہارون رشید جو حجاز وارد ہُوا تو مختلف بلاد کے مشاہیر واکابر علماء وفقہا کی مجلس منعقد کرکے حضرت امام مالکؒ کو موطا کے مسائل بیان کرنے کی سفارش کی۔ حضرت امامؒ نے بہت سے مسائل بیان کئے۔ بعد از رخصت علماء حاضرین سے کہا۔ کہ جو مسائل امام نے بیان کئے ان سے کسی مسئلہ میں کسی کو اختلاف ہے۔ سب نے (بالاتفاق) کہا صرف ایک مسئلہ میں ہمیں اختلاف ہے۔ باقی تمام سے اتفاق۔ ہارون رشید نے حضرت امام کو دوبارہ تشریف لانے کی درخواست کی۔ جبکہ (آپ) مسند نشین ہوئے۔ تو کہا کہ علمائے حاضرین نے آپ کے صرف ایک مسئلہ سے اختلاف کیا ہے۔ حضرت امامؒ نے اس (مسئلہ) کے دلائل قرآن و حدیث سے اس صراحت و وضاحت سے بیان کئے کہ بالآخر سب نے کہا۔ کہ امام صاحب کا قول و فتوے حق ہے غلطی ہمارے فہم واستنباط میں تھی۔

یہ بھی شرف ہے کہ آپ کی رہائش حضرت عبد اللہؓ بن مسعودؓ کے مکان اور مدرسہ (آپ کا) فاروقی منزل میں تھا گویا کہ جلیل القدر صحابہ کی خلافت وجانشینی روایتاً ورہائشاً ہر حیثیت سے حاصل تھی۔

ہارون رشید اور اس کے لڑکوں کا تلمذ ندوی صاحب فرماتے ہیں۔ ہارون رشید نے (جبکہ) تلمذ کی خواہش ظاہر کی۔ تو امام صاحب نے فرمایا۔ کل کا دن اس کے لئے ہے۔ ہارون رشید منتظر رہا۔ کہ امام صاحب دربار میں خود تشریف لائیں گے۔ لیکن امام صاحب اپنی مجلس درس میں تشریف فرما رہے۔ دوسرے دن جب ہارون رشید نے پوچھا۔ تو فرمایا۔ کہ العلم یزار ولا یزور (علم کے پاس لوگ آیا کرتے ہیں) علم لوگوں کے پاس نہیں جایا کرتا۔ آخر ہارون رشید کو باں ہمہ جاہ وجلال خود امام کی مجلس (درس) میں حاضر ہونا پڑا۔ مجلس میں عام وخاص کی تمیز نہ تھی۔ ہارون رشید نے جبکہ شرکت درس کا ارادہ کیا۔ تو کہا کہ عام لوگوں کو باہر کردیجئے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ کہ شخصی منفعت کے لئے

عام افادہ کا خون نہیں کیا جا سکتا (ص۴۲)

بعدہٗ جبکہ دونوں بیٹوں کے لئے درخواست کی تو یہی ارادہ ظاہر کیا۔ کہ ان کو شاہی خیمے میں پہنچ کر املا کرائی جاوے۔ (حضرت کی طرف سے) جواب ملا۔ کہ علم کو آپ ہی کے خاندان نے شرف بخشا ہے۔ پس آپ ہی اگر عزت نہ کریں۔ تو یہ ٹھیک نہیں۔ بالآخر (ہارون رشید نے) کہا۔ اچھا ان کو تنہا علیٰحدہ اپنے درس (دہی) میں بٹھلا دیجئے۔ جواب ملا۔ کہ خاص و عام کی تمیز ناممکن ہے اس پر رشید نے کہا کہ اچھا سب کچھ منظور مگر املا خود کرائیں۔ جواب دیا کہ یہ خلافِ عادت ہے۔ چنانچہ اپنے قابل ترین تلمیذ عیسیٰ کو املا کا حکم دیا۔

آپ دین کے ستون ہیں

۱۔ حضرت سفیان ثوری منصور کو ملنے گئے۔ تو منصور پر سخت لے دے کی۔ یعنے بہت کچھ سخت و سست کہا۔ ابو عبیدہ جو درباری عہدیدار تھا۔ اس جرأت کو دیکھ کر پکار اُٹھا کہ امیر المومنین ایسے زبان دراز شخص کے قتل کا کیوں حکم نہیں نہیں دیتے۔ منصور نے کہا خاموش! سفیان ثوریؒ اور مالک بن انسؒ کے سوائے کوئی نہیں جس کا ادب کیا جائے (ص۶۵)

۲۔ منصور کو ایک بار معلوم ہوا۔ کہ علماء کو میری حکومت سے ناراضگی ہے۔ اس نے خلاف وقت شب کو ابن ابی ذئب و ابن سمعان فقہاء حجاز اور امام مالکؒ کو طلب کیا۔ امام صاحب واقعہ سمجھ گئے۔ زندگی سے ناامید ہو کر غسل فرمایا۔ کفن کے کپڑے پہن لئے۔ اور حنوط (جو مردوں کو خوشبو لگائی جاتی ہے) مل کر دربار میں آئے۔ منصور نے کہا۔ اے گروہ فقہاء مجھ کو ایک خبر پہنچی ہے کہ جس سے مجھے افسوس ہوا ہے۔ حالانکہ تمہارا فرض یہ تھا۔ کہ سب سے پہلے تم میری اطاعت کرتے۔ اور مجھ کو برا کہنے سے باز رہتے۔ اگر مجھ میں کچھ عیب ہوتا۔ تو مجھ کو نصیحت کرتے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ امیر المومنین! خدا پاک کا ارشاد ہے۔ مسلمانو! اگر کوئی فاسق تم کو کوئی خبر دے تو اس کی تحقیق کر لو ایسا نہ ہو۔ کہ نادانستگی میں بے گناہوں کو ستاؤ۔ پھر اپنے کئے پر تم کو ندامت ہو۔ منصور نے کہا۔ اچھا بتاؤ۔ کہ میں آپ کے نزدیک کیسا ہوں۔ امام نے فرمایا۔ للہ مجھے اس کے جواب سے معاف کیا جاوے۔ (باقی دونوں بزرگوں نے نرم گرم جواب دے اور اُٹھ کر چلے گئے) لیکن امام صاحب تشریف فرما رہے۔ منصور نے کہا۔ کہ مجھے آپ کے

کپڑوں سے حنوط کی بُو آتی ہے۔ امام صاحب نے کہا۔ اس بے وقت طلبی سے میں اپنی زندگی سے مایوس ہو کر آیا تھا۔ منصور نے کہا۔ واہ سبحان اللہ! ابوعبداللہ کیا میں خود اپنے ہاتھ سے اسلام کا ستون گرا دوں"۔ (حیات مالک صـ۲۷)

کھڑا ہے دیر سے عاشق کفن باندھے ہوئے سر سے
بس صدقے دست قاتل کے میرے قاتل نکل گھر سے

عزم واستقلال فقہاء عراق امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کا عام فتوے تھا۔ کہ جبر و اکراہ یعنے قتل وغیرہ کی دھمکی یا مارپیٹ کر زبردستی اگر کسی مرد سے اس کی عورت کے متعلق طلاق حاصل کر لی جائے۔ (لکھوا یا زبانی طلاق کا اقرار لے لیا جائے) تو ایسی طلاق شرعاً معتبر اور جائز ہے۔ یعنی اس طرح سے وہ اپنے خاوند پہ حرام ہو گئی۔ اور اسے نکاح ثانی کرنے کی کھلی اجازت ہے۔ چونکہ اس فتوے سے امراء وسلاطین اور حکمران طبقہ کو خواہش نفسانی پورا کرنے کا سنہری موقعہ میسر تھا۔ لیکن حضرت امام مالک جن کا وجود ہی کتاب وسنت سے تعبیر تھا۔ بھلا وہ کتاب وسنت کی ظاہری نصوص کے خلاف اس غلط فتوے کو کیسے گوارا و برداشت کرتے۔ بنابریں حضرت امام نے "لا طلاق ولا عتاق فی اغلاقٍ" الحدیث اس فتوے کی تردید شروع کردی۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی اعلان کرتے۔ جیسے کہ طلاق وعتاق جبر واکراہ سے واقع نہیں ہوتے۔ ویسے بزور تلوار جبراً بیعت امارت وخلافت بھی صحیح نہیں۔ یہ دونوں ایسے اعلان تھے۔ جنہیں حکومت وقت ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت وگوارا نہیں کرسکتی تھی۔ چنانچہ والی مدینہ (گورنر مدینہ) جو منصور عباسی کا چچا زاد بھائی اور پھر حکومت اور گورنری کے نشہ سے مخمور تھا۔ اس نے امام صاحب کو یہ دونوں فتوے واپس لینے پر مجبور کیا۔ اور بطور خاص رعایت یہ کہہ دیا۔ کہ اگر آپ کے نزدیک رجوع ناممکن ہو۔ تو کم از کم آپ آئندہ کے لئے یہ فتوے نہ دیا کریں۔ لیکن امام صاحب جو فطرۃً کتاب وسنت کے ناشر واقع ہوئے تھے۔ وہ کیوں کر آوازہ حق کو بلند کرنے سے باز رہ سکتے تھے۔ چنانچہ والی مدینہ کی تنبیہ کا ان پر ایک ذرہ بھی اثر نہ ہوا۔ اور بلا خوف وتامل طلاق المکرہ لیس بشئی اعلان کرتے رہے۔

جعفر بن سلیمان یہ معلوم کر کے آگ بگولہ ہو گیا۔ اور امام صاحب کو مجرموں کے کٹھرے میں کھڑا کر کے

ڈرایا دھمکایا۔ مگر امام صاحب نے جن کا عزم و استقلال کوہ ہمالیہ سے بھی زیادہ مضبوط و بلند تھا۔ بلا تامل اس کے روبرو اعلان کیا۔ کہ طلاق المکرہ لیس بشیٔ اگر تمہارے پاس کتاب و سنت سے کوئی دلیل ہے۔ تو پیش کرو۔ ہم اس پر غور کریں گے۔ یہ سُن کر وہ اور بھی بگڑا۔ اور جلادوں کو حکم دیا۔ کہ امام صاحب کے مقدس شانوں پر جو کتاب و سنت کے حامل ہیں۔ پوری قوت سے کوڑے لگائیں تعمیل حکم میں جلادوں نے کوڑے لگانے شروع کر دیئے۔ حتیٰ کہ امام کے دونوں شانے ہمیشہ کے لئے بیکار و معطل ہو گئے۔ اور جسم خون سے لت پت مگر زبان ہے کہ پیہم طلاق المکرہ لیس بشیٔ کا نعرہ لگا رہی ہے۔ جب اس خونخوار وحشی نے دیکھا۔ کہ حضرت امام کی مقدس پیشانی پر شکن تک بھی نہیں آیا۔ تو حکومت سے سرشار حکم دیا۔ کہ آپ کی داڑھی مبارک منڈوا کر منہ کالا کر کے اونٹ پر اوندھے منہ سوار کر کے مدینہ منورہ کے تمام گلی کوچوں میں ان کو پھرایا جائے۔ اور ساتھ ساتھ یہ ڈھنڈھورا پٹوایا جائے۔ کہ حکومت کے خلاف فتویٰ دینے والوں کا انجام یہی ہوتا ہے۔ جیسے اس بیوقوف کو حماقت بدحواس کر رہی تھی۔ ویسے ہی حضرت امام پہ توحید و سنت کا رنگ چمک رہا تھا۔ حتیٰ کہ جب تشہیر کرنے والا اپنا اعلان ختم کرتا۔ تو آپ اونٹ پر کھڑے ہو کر بآواز بلند فرماتے۔ من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی انا مالک بن الانس الاشجعی فاقول طلاق المکرہ لیس بشیٔ یعنے جو کوئی تو مجھے اس حلیہ بگڑے ہوئے حال میں پہچانتا ہے۔ اسے تو معلوم ہی ہے۔ مگر جس کسی کو میری پہچان نہ ہو سکے۔ اس کو میں بتائے دیتا ہوں کہ میں وہی مالک بن انس اشجعی مدنی انصاری (امام الحرمین) ہوں۔ جس کا فتوے ہے کہ جبر و اکراہ کی طلاق غلط ہے (عورت بدستور اپنے خاوند کی ہے۔ بس اسی فتوے حق کے عوض مجھ سے یہ سلوک کیا جا رہا ہے)

جب اس واقعہ کی اطلاع ظالم گورنر کو پہنچی۔ کہ بجائے امام کے اُلٹی حکومت کی توہین ہے اور عوام حکومت سے متنفر ہو رہے ہیں۔ تو ناچار گورنر کو اپنا حکم واپس لینا پڑا۔

اتباع تابعی امام صاحب کو چھوڑ دیا گیا۔ تو آپ سیدھے مسجد نبوی پہنچے اور خون سے لت پت کپڑوں اور لہولہان جسم سے دو رکعت نفل ادا کئے

اور لوگوں کے اطمینان و تشفی کے لیے یہ اعلان فرمایا۔ کہ اسی مدینہ میں جب کہ حجاج ظالم گورنر نے حضرت سعید کبار تابعی پر ظلم کے پہاڑ توڑے تھے۔ تو آپ نے بھی خون سے لہولہان جسم سے اسی طرح دو رکعت نفل پڑھے تھے۔ رضی اللہ عنہم ؎

سیل حوادث سے مڑتا ہے کہیں مردوں کا منہ
شیر سیدھا تیرتا ہے وقت رفتن آب میں

منصور کی معافی مذکورہ واقعہ اگرچہ منصور کی پالیسی کے تحت ہی تھا۔ لیکن ہر دل عزیز شخصیت کی عظمت و جلالت اور اپنے وقار کے سراسر خلاف لہذا ہوشیاری سے عوام پر قابو پانے اور عالم مدینہ کو اپنی بے تعلقی کا اطمینان دلانے کے لیے اپنے چچازاد بھائی جعفر والئی مدینہ کو فوراً ہی معزول کر دیا۔ بلکہ اس کی تحقیر و تذلیل کے طور پر علانیہ یہ سزا دی۔ کہ تن تنہا گدھے پر سوار مدینہ سے بغداد طلب کیا۔ اور عالم مدینہ کو مودبانہ معذرت کا خط لکھ دیا۔ کہ اس بے وقوف کو اس کے کمینہ پن کی سزا دے دی گئی ہے۔

نیز خود جا کر بھی کہا۔ اے ابو عبداللہ! (امام صاحب کی کنیت) میں نے دشمن خدا جعفر کی نسبت حکم دیا۔ کہ وہ مدینہ سے بغداد گدھے پر سوار ہو کر جائے۔ تاکہ اس کو ذلت و ایذا پہنچائی جائے۔

اسوۂ رسول پر عمل کرتے ہوئے عالم مدینہ نے فرمایا۔ اس انتقام کی حاجت نہ تھی۔ امیر المومنین اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی خاطر میں اس کو معاف کرتا ہوں۔

اعزاز و اکرام کے پیش نظر منصور نے خلعت پیش کیا۔ قاعدہ یہ تھا۔ کہ خلعت کے کپڑے درباری ہی کندھے پر رکھ دیئے جاتے تھے۔ جب حاجب نے یہی طریقہ امام صاحب کے ساتھ برتنا چاہا۔ تو عالم مدینہ پیچھے ہٹ گئے۔ منصور نے یہ دیکھ کر حاجب کو ڈانٹا۔ کہ اس خلعت کو ابو عبداللہ کے فرودگاہ پر پہنچا دو۔ (حیات مالک ص۳۱)

ثانی السنت شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

اذا جاءك الحديث عن مالك فاشدد يديك (الکمال)

جب کوئی حدیث امام مالکؒ کی زبانی سن پاؤ تو اُسے مضبوطی سے قبول کرو، دوسرے معاصرین آئمہ فرماتے ہیں۔

لولا مالك لذهب علم الحجاز۔

یعنے اگر مالکؒ نہ ہوتے۔ تو علم دین ہی حجاز سے مفقود ہوتا۔

ہیبت و جلال شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بستان المحدثین میں رقمطراز ہیں :۔ ہیبت و شوکت امام مالک بایں درجہ رسید کہ شاگردی او راز مفاخر دنیا می شمردند ص۶ یعنے عالم مدینہ کی عظمت و جلال کا درجہ اس قدر تھا۔ کہ آپ کے تلمذ کو دنیا کی عزت و فخر سمجھا جاتا۔

علامہ شعرانی میزان میں رطب اللسان ہیں۔ وکانت سلاطین تھابہ

علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔ کہ منصور کا ایک فرزند اس درجہ لاڈلا تھا۔ جو اکثر اسی کے پاس رہتا۔ لیکن ایک دفعہ ایسا ہوا۔ کہ عالم مدینہ منصور پر داخل ہوئے۔ تو وہ بھی پاس ہی بیٹھا تھا۔ لیکن بوجہ ہیبت پھر بیٹھ نہ سکا۔ حتیٰ کہ محبت سے سرشار بار بار آتا مگر کھڑے کھڑے واپس لوٹ جاتا۔ منصور نے یہ حالت دیکھ کر حضرت امام سے عرض کیا۔ آپ جانتے ہیں۔ یہ کون ہے۔ امام صاحب نے جواب دیا۔ مجھے علم نہیں۔ منصور نے کہا یہ میرا محبوب بیٹا ہے اور اسے بھی مجھ سے بے حد محبت ہے۔ مگر آپ کی ہیبت کی وجہ سے میرے پاس بیٹھ نہ سکا۔

عظمت و کمال کا اعتراف حافظ ابن عبداللہ نے الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہا مطبوعہ دمشق کے ص۲۴ و ص۲۵ اور علامہ ابن خلکان نے "تاریخ" میں لکھا ہے۔

قال الشافعی قال لی محمد بن الحسن ایهما اعلم صاحبنا ام صاحبکم یعنی ابو حنیفہ او مالکاً قال قلت علی الانصاف قال نعم قلت ناشدتک الله من اعلم بالقرآن صاحبنا ام صاحبکم قال اللهم صاحبکم قال قلت ناشدتک الله من اعلم بالسنة صاحبنا ام صاحبکم قال اللهم صاحبکم قال قلت من اعلم باقاویل اصحاب رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتقدمین صاحبنا ام صاحبکم قال اللھم صاحبکم قال الشافعی

فلم یبق الا القیاس والقیاس لا یکون الا علی ھذہ الاشیاء فعلی ای شئ نقیس (ابن خلکان)

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ محمد بن حسن (محرر مذہب حنفی و شاگرد امام ابوحنیفہؒ نے مجھ سے کہا کہ انصاف سے بتلایئے کہ ہمارے استاذ ابوحنیفہؒ زیادہ عالم تھے یا آپ کے استاذ امام مالکؒ۔ ہم نے جواباً کہا کہ آپ واقعی انصاف سے مقابلہ اور فضائل علمی معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ محمد بن حسن نے کہا۔ انصافاً موازنہ چاہتے ہیں۔ پس ہم نے کہا۔ (آخر آپ بھی تو امام مالکؒ کے ارشد تلامذہ سے ہیں) پس خدا کی قسم دے کر ہم آپ ہی سے پوچھتے ہیں کہ انصافاً فرمایئے کہ قرآن مجید کے زیادہ ماہر عالم ابوحنیفہؒ تھے۔ یا کہ ملک بن انسؒ۔

۱۔ امام محمدؒ نے کہا۔ خدا گواہ ہے۔ امام مالکؒ ہی قرآن مجید کے زیادہ عالم و ماہر تھے۔

۲۔ ہم نے پھر پوچھا۔ کہ خود ہی انصاف سے کہئے۔ کہ سنت کا زیادہ ماہر اور جاننے والا دونوں میں کون تھا۔ کہا خدا شاہد ہے کہ امام مالکؒ ہی سنت کے زیادہ ماہر و عالم تھے۔

۳۔ ہم نے پھر کہا کہ خدا کی قسم دے کر ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ دونوں حضرات میں سے تابعین صحابہ (اور ان کے اقوال و فتاویٰ) کا جاننے والا کون تھا۔ محمدؒ نے کہا واللہ تعامل صحابہ کے زیادہ عالم اور ماہر مالک ہی تھے۔

۴۔ اس کے بعد ہم نے کہا کہ (حقیقی علم اور ادلہ شرعیہ تو صرف یہی ہیں) باقی رہ گیا قیاس تو اس کا دارومدار کتاب و سنت اور تعامل صحابہ پر ہی ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے۔ تو پھر آپ مقابلہ کس امر میں چاہتے ہیں۔

ناطق فیصلہ قرآن مجید کے بعد حدیث کی کتاب اول امام مالکؒ کی غیر فانی یادگار موطا کی صورت میں دنیا کے سامنے ہے انصدی ہونا۔ اور مدینہ طیبہ کی علمی گود میں تربیت پانا امام ابوحنیفہؒ اگرچہ کتنے ہی ذی شان سہی

۱۔ لیکن ان کو یہ شرف و سعادت ہی کہاں۔ کہ ان کے نام سے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صدا گونجتی رہتی ہے۔

۲۔ روز محشر ان کا نامہ اعمال فقہ قیاس سے لبریز اور عالم مدینہ کا نامہ اعمال قال قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور و بھرپور پھر ایک ہاتھ میں موطا کا مخصوص و نمایاں علم تھامے۔ اور دوسرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن رحمت تھامے دربار الٰہی میں حاضری کے لئے۔ فجزاہ اللہم اضیافا علی عقدته وعیبه واحشرنا فی زمرته

رائے قیاس اور عالم مدینہ | کتاب وسنت اور تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم کے سوا امام مالک رح کو فتوے دینا ناپسند تھا۔ چنانچہ علامہ ابن خلکان نے بسند صحیح امام قعبنی سے نقل کیا ہے کہ ہم مرض الموت میں عالم مدینہ کی بیمار پرسی کے لئے حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ زار و قطار رو رہے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ حضرت رونے کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے ایک ٹھنڈی آہ سے فرمایا۔ قعبنی کیا پوچھتے ہو۔ اس سے زیادہ رونے کا اور کون سا مقام ہو سکتا ہے کہ مجھے گنجائش تھی۔ کہ اس دنیا میں کوڑے سے مارا جاتا تو بہت عمدہ تھا۔ لیکن اپنی رائے قیاس سے فتوے نہ دیتا۔ حضرت امام شعبی اور حضرت عبد الرحمٰن ایسے نامور تابعین رحمہم اللہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ؎

دین النبی محمد مختار نعم المطیۃ للفتی الاثار

لا ترغبن عن الحدیث واھلہ فالرای لیل والحدیث نھار

(میزان شعرانی ج ا ص۶۲)

علامہ شعرانی رح | میزان الکبرٰے میں لکھتے ہیں وہ خوش قسمتی سے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

علیک بالاطلاع علی اقوال امام دار ھجرتی والوقوف عندھا فانہ شھد اثاری (ص۴۸)

یعنے امام دار ہجرت (مدینہ) کے اقوال کی اتباع کرو۔ اور ان کو اپناؤ۔ کیوں وہی ہمارے آثار کا مشاہدہ کرنے والے ہیں۔ پس ہم نے حسب الحکم جبکہ موطا اور مدونۃ الکبرٰے تصنیفات امام مالک رح کا بغور مطالعہ کیا۔ اور ان دونوں کا اختصار بھی لکھا۔ تو ہم پر پوری طرح سے واضح ہو گیا۔ کہ ائمہ سے حضرت امام مالک ہی ایسے امام ہیں جو کہ کتاب وسنت کے حقیقی محافظ ہیں

ورایتہ رضی اللہ عنہ یقف عند حد الشریعۃ لا یکاد یتعدی ھا اغ

مذہب کی وضاحت اگرچہ گذشتہ مضمون سے ظاہر ہے۔ کہ آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح کتاب وسنت کے ضرب المثل نمونہ تھے۔ تاہم مزید تشریح کے لئے پڑھیے۔ آپ فرمایا کرتے۔ کہ علم کثرت روایات کا نام نہیں۔ بلکہ وہ ایک خاص نور ہے کہ خدا کی طرف سے بندے کے دل میں روشن ہوتا ہے۔ (الکمال)

شاہ عبدالعزیز لکھتے ہیں کہ ابوعبداللہ نے کہا۔ کہ میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ کہ آپ کے سامنے کستوری کا ایک ڈھیر پڑا ہے۔ اور امام مالکؒ آپ کے سامنے کھڑے ہیں اور لوگ ارد گرد جمع ہیں۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کستوری کے ڈھیر سے مٹھی بھر بھر کر اٹھاتے ہوئے امام مالکؒ کو دے رہے ہیں۔ اور وہ آگے لوگوں میں تقسیم کر رہے ہیں ۔ یہ خواب جبکہ ہم نے امام مطرب کے سامنے بیان کی۔ تو انھوں نے فرمایا۔ کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے۔ کہ مالکؒ ہی علم نبوی اور سنت کی لوگوں میں نشر واشاعت کرنے والے ہیں۔

حجۃ البلغہ فرماتے ہیں (۱) علماء مدینہ کو جو حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچیں تھیں ان سب علماء میں امام مالکؒ ہی سب سے زیادہ قابل اعتماد ہیں۔ فقہاء سبعہ وغیرہ کے اقوال پر امام مالکؒ کو سب سے زیادہ اطلاع ملی (آیات اللہ الکاملہ ص۲۲۴)

۲۔ مدینہ کے فضائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کر چکے تھے۔ ہر زمانہ میں وہ علماء وفقہاء کا مرکز رہا تھا۔ اس واسطے امام مالکؒ کبھی اہل مدینہ کے مسلک کو نہیں چھوڑتے تھے۔ (آیات اللہ الکاملہ ص۲۲۴)

۳۔ مدینہ منورہ ہر زمانہ میں فقہا اور علماء کا ماوے رہا ہے۔ اور اسی جہت سے تم دیکھتے ہو۔ کہ امام مالکؒ برابر مدینہ والوں کی راہ چلتے ہیں۔ اور امام مالکؒ کے متعلق یہ بات بھی مشہور ہے۔ کہ اجماع اہل مدینہ سے حجت پکڑتے تھے۔ اور امام بخاری نے ایک باب منعقد کیا ہے۔ کہ جس بات پر حرمین شریفین کا اتفاق ہو۔ اسی کو اختیار کرنا چاہیے (کشاف ص۲۲)

۴۔ امام مالک رح ان مدینہ والوں میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت میں سب سے زیادہ ثابت اور اسناد میں سب سے زیادہ معتبر اور زیادہ جاننے والے فیصلہائے عمر فاروق رض اور اقوال عبداللہ بن عمر رض اور عائشہ صدیقہ رض اور ان کے شاگردوں یعنی فقہائے ہفتگانہ کے ہیں۔ (انصاف صہ ۲۴)

۵۔ امام مالک رح ہی اس حدیث کے مصداق ہیں۔ جو حضور نبی اکرم نے امام مدینہ کی شان میں بطور پیشین گوئی فرمائی ہے۔

اعترافِ حقیقت سیرت نعمان میں لکھا ہے۔ مدینہ حدیث کا مخزن اور نبوت کا آخری قرار گاہ تھا۔ صحابہ کے بعد تابعین کے گروہ میں سات اشخاص علم فقہ و حدیث کا مرجع بن گئے تھے۔ اور مسائل شرعیہ میں عموماً ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ ان لوگوں نے بڑے بڑے صحابہ کے دامن فیض میں تعلیم پائی تھی۔ اور یہ مرتبہ حاصل کیا تھا۔ کہ تمام ممالک اسلامیہ میں واسطہ در واسطہ ان کے درس کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ یہ لوگ ہم عصر تھے۔ اور ایک مجلس استفتا کے ذریعہ سے تمام شرعی مسائل کا فیصلہ کرتے تھے۔ مدینہ کی فقہ جس کی تدوین امام مالک رح نے کی۔ اس کی بنیاد زیادہ تر انہی (فقہاء سبعہ) کے فتووں پر ہے۔ (سیرت النعمان)

حُبِ رسول صلعم کا سید سلیمان نے یوں ذکر کیا ہے۔ کہ کوئی شب ایسی نہ گزرتی۔ کہ جس میں عالم رؤیا میں آپ کو زیارت نبوی کا شرف حاصل نہ ہوتا (حیات مالک رح صہ ۸۴)

ادبِ رسول اللہ صلعم کی کیفیت شعرانی نے یوں لکھی ہے۔ کہ آپ مدینہ کی گلیوں میں ننگے پاؤں اور پیدل چلتے تھے اور سواری کو اس لئے پسند نہ فرماتے کہ جس زمین میں حضور راحت فرما ہیں۔ اس پر جوتا اور سواری سے چلنا کیسے گوارا ہو سکتا ہے بلکہ قضاء حاجت کے لئے آپ مدینہ منورہ کے شہر سے بہت دور پہاڑ کی اوٹ میں جایا کرتے۔

احترامِ حدیث درس حدیث کے لئے وضو غسل فرما کر خوشبو لگا کر اور مجلس درس کو خوب مزین کر کے بیٹھتے۔ اونچی آواز سے منع کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ورق الٹنے

سے کاغذ کی آواز روکنے کا حکم دیتے درس سے زائد وقت تلاوت قرآن اور کتابت حدیث میں گزرتا. حتیٰ کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ انبیا علیہم السلام کی طرح علما بھی قیامت کے روز پوچھے جائیں گے۔ (طبقات الکبریٰ شعرانی ترجمہ مالک بن انس)

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وعمل کا مظہر صحابہ رضی اللہ عنہم تھے جن سے فقہا سبعہ مدینہ نے علماً وعملاً فیضان حاصل کیا. پھر ان کے علم وعمل کا اصح الصحیح نمونہ امام مالک رح ہوئے گویا کہ ما انا علیہ واصحابی الحدیث کا صحیح مصداق اپنے عہد میں صرف امام مالک رح ہی ہیں. جیساکہ حجۃ الہند نے پوری صراحت سے اعلان کر دیا. کہ امام مالک اجماع مدینہ سے حجت پکڑتے تھے ؎

ہر آنکہ زندہ شد دلش بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام او

آپ اپنی تقلید کو ہرگز گوارا نہ فرماتے تھے۔ جیساکہ خلفا عباسیہ کی درخواستوں کو ٹھکرانے سے ظاہر ہے جس سے یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے۔ کہ زمانہ مالکی تک امت مسلمہ کتاب وسنت کی حقیقی نورانی شمع سے مستنیر وفیضان حاصل کر رہی تھی۔ اور تقلیدی فتنہ کی زد سے کلیتہً محفوظ و مصئون تھی۔

اہل حدیث کا مرتبہ عالم مدینہ سے تلمذ حدیث کو آخرت کی نجات وفلاح کے علاوہ فخر دنیا یقین کیا جاتا تھا. چنانچہ خود آپ کے اساتذہ تابعین کبار زہری وغیرہم رضی اللہ عنہم نے آپ کے تلمذ کو حصول سعادت دارین سمجھا۔ پھر امام ابوحنیفہ اور ان کے اخص تلامذہ ابویوسف رح اور امام محمد رح اطمینان قلب کے لئے آپ کے تلامذہ کی صف میں بیٹھنے کی سزاواری حاصل کرتے ہیں. چنانچہ امام محمد رح نے تلمذ مالکی کو جس انداز سے پیش کیا ہے۔ وہ بلفظہ یہ

'اقمت علی باب مالک ثلاثہ سنین سبعمائۃ حدیثا ونیفا انا قمع الکبیر'

ابوحنیفہ کے تلمذ کا ذکر ذہبی سے گذر چکا۔ گویا کہ وہ عہد وزمانہ ہی ایسا تھا۔ کہ کتاب وسنت کا نور پوری طرح ضیا بار تھا۔ عوام وخواص حتیٰ کہ سلاطین وامرا بھی علم حدیث سے سرفرازی اور زمرہ اہلحدیث ہونے کو سعادت ابدی جانتے تھے. چنانچہ عوام وعلما سے قطع نظر سلاطین کی وہ

مثالیں نمونتہ پڑھیئے بقول صاحب سیرۃ النعمان منصور و ہارون جو خلفاء عباسیہ میں انتہائی جاہ و جلال والے اور مدعی اجتہاد گزرے ہیں۔ ان کی دلی آرزو تھی کہ کاش ہم آئمہ اہلحدیث ہوتے۔

۱۔ حافظ سیوطی تاریخ الخلفاء میں فرماتے ہیں۔ کہ محمد بن سلام جمحی کہتے ہیں کسی نے منصور سے پوچھا کہ کوئی ایسی تمنا بھی ہے۔ جو آپ کی باقی رہ گئی ہو۔ اس نے کہا صرف ایک یعنے میں مسند درس پر بیٹھا ہوں۔ اور اصحاب حدیث (طلباء اہلحدیث) میرے شاگرد ہوں۔ اس نے کہا خدا آپ پر رحم کرے۔ (ترجمہ اردو ص۲۸۸ تاریخ الخلفاء۔ ترجمہ خلیفہ منصور)

۲۔ شرف اصحاب الحدیث میں ہے۔ کہ ہارون رشید نے پُر رونق مجلس دربار میں حاشیہ نشینوں سے سوال کیا۔ کہ کوئی بتلا سکتا ہے کہ سب سے بڑا مرتبہ کیا ہے۔ اس کے جواب میں کہا گیا۔ اے امیر المومنین وہ یہی مرتبہ جس پر آپ فائز ہیں۔ خلیفہ نے کہا نہیں۔ وہ مرتبہ یہ ہے۔ جس سے آئمہ اہلحدیث سرفراز ہیں۔ درباریوں نے کہا۔ اے امیر المومنین کیا اہل حدیث آئمہ کا مرتبہ آپ کے درجہ و مقام سے بہت ارفع و بلند ہے۔ حالانکہ آپ کا نسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسلک کتاب و سنت کے آپ ماہر۔ مزید براں امیر المومنین اور خلیفہ وقت آپ بھلا دوسرے کسی کو یہ شرف کہاں میسر۔ ہارون رشید نے کہا۔ تمہارا کہنا ایک حد تک تو درست ہے۔ لیکن اہلحدیث آئمہ کا شان اس سے بھی افضل ہے۔ کیوں کہ دنیا میں ان کا نام مثل دانہ تسبیح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے منسلک اور قیامت کو وہ حضور نبی اکرمؐ کے ہمراہ! آہ! یہ مرتبہ ہمیں کہاں۔

غرضیکہ عہد امام مالکؒ میں خواص و عوام اور سلاطین سب کے لئے کتاب و سنت مشعل راہ تھی۔ جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل تھا۔ چنانچہ حجۃ الہند نے حجۃ اللہ البالغہ۔ و انصاف۔ عقد الجید وغیرہ میں امام مالکؒ کا قول یوں ذکر کیا ہے۔

۱۔ کوئی ایسا نہیں۔ جو اپنے کلام کی وجہ سے ماخوذ نہ ہو۔ اور اس کا قول اس پر رد نہ کیا جائے۔ بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (سلک مروارید ص۲۰ ترجمہ عقد الجید)

۲۔ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب کا کلام اختیار کرنے اور رد کرنے کے قابل ہے۔ (آیات اللہ ص۲۴۴)

اگرچہ سلاطین اور خواص وعوام کی نظریں بالاتفاق عالم مدینہ کی تقلید کی طرف اٹھتی ہیں لیکن وُہ انکار کرتے ہیں۔ کہ تقلیدی جراثیم سے اسلام کے جسم کو محفوظ رکھو۔ اور کتاب وسنت کو مشعل راہ بناؤ سے

ہوتے ہوئے مصطفےٰ کی گفتار
مت دیکھ کسی کا قول کردار

چنانچہ شمس الہند نے بھی بستان المحدثین میں یہی لکھا ہے۔ کہ زمانہ وفات (۱۷۹ھ) امام مالکؒ تک تقلید مذہب معین رائج نہ ہوئی تھی۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ اس وقت امام ابو حنیفہؒ کو وفات پائے ہوئے پورے اُنتیس سال گزر چکے تھے۔ شافعیؒ ان کی صحبت سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ اور امام احمد اس وقت چودہ پندرہ سال کے تھے۔ ۱۷۹ھ تک موجودہ مروجہ مذاہب کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ بلکہ یہ بعد کی پیداوار ہیں۔ اس وقت دنیائے اسلام کا متفقہ نعرہ یہ تھا

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفےٰ بر جاں مسلم داشتن

فقیہ عراق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام کا نام اور مذہب اگرچہ شہرت یافتہ ہے۔ تذکرہ نویسوں نے بھی آپ کی سیرت نگاری میں سمندِ قلم کو ارضِ کاغذ پر اس درجہ سرپٹ دوڑایا ہے۔ کہ سوائے حضرت شافعیؒ کے کسی دوسرے امام کو آپ کی برابری میسر نہیں۔ لیکن بایں ہمہ کہ آپ کے حالات زندگی سے صحیح واقفیت حاصل کرنا ناممکن نہیں تو امرِ محال ضرور ہے۔ کیونکہ ایک طرف تو آپ کے عقیدت مندوں نے آپ کی شان میں انتہائی غلو سے کام لیا ہے۔ اور دوسری طرف آپ کے ہم زمانہ مشاہیر آئمہ اسلام بلکہ آپ کے اساتذہ کرام اور بعد کے محدثین عظام رحمہم اللہ نے آپ پر تنقید و اعتراضات کی گاڑھی سیاہی کے بے شمار چھینٹے دیئے ہیں۔ کہ ان داغ دھبوں کی وجہ سے آپ کے صحیح خدوخال پہچانے ہی نہیں جا سکتے۔ (الا ماشاء اللہ) یہ فرضی و وہمی رائے نہیں۔ بلکہ حقیقت ہے۔

شبلی نعمانی مشہور حنفی مورخ نے آپ کے حالات زندگی لکھتے ہوئے سیرۃ النعمان انتہائی عقیدت مندانہ تصنیف میں اس حقیقت کا اعلان یوں کیا ہے۔

"ہمارے تذکرہ نویسوں نے امام صاحب کے اخلاق و عادات کی جو تصویر کھینچی ہے اس میں خوش اعتقادی کا رنگ اس درجہ بھرا ہے کہ امام صاحب کی اصل صورت اچھی طرح پہچانی ہی نہیں جاتی۔

۱۔ چالیس برس تک مسلسل عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی۔ (۲) تیس سال مسلسل روزے رکھے۔ (۳) جہاں وفات پائی اس جگہ سات ہزار بار قرآن مجید ختم کیا۔ (۴) نہر کوفہ میں مشتبہ گوشت کا ایک ٹکڑا پڑ گیا۔ تو اس خیال سے کہ مچھلیوں نے کھایا ہوگا۔ اور مچھلیاں بہت دنوں تک زندہ رہتی ہیں۔ ایک مدت تک مچھلی نہیں کھائی۔ (۵) اسی طرح ایک شبہ پر بکری کا گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ (۶) ان کا ذاتی مصرف صرف دس آنہ ماہوار تھا۔

۷۔ یہ اور اس قسم کے بہت سے افسانے ان کی نسبت مشہور کر رکھے ہیں (۷) اور لطف یہ کہ ہمارے مورخین انہیں دور از کار قصوں کو امام صاحب کے کمالات کا جوہر سمجھتے ہیں۔ (۸) حالانکہ یہ واقعات نہ تاریخی اصول سے ثابت ہیں۔ اور نہ ہی ان سے کسی کے شرف پر استدلال ہو سکتا ہے۔ (۹) یہ صحیح ہے کہ امام صاحب کے جن فضائل یا عام حالات کو ہم صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ وہ بھی انھیں کتابوں سے ماخوذ ہیں جن میں یہ فضول قصے مذکور ہیں"۔ (ص ۵۲)

مزید تشریح کے لئے مناظرات سے پڑھئے۔

۱۔ امام ابو حنیفہ کے مناظرات اور نکتہ آفرینیوں کے متعلق بہت بے سروپا افسانے شہرت پکڑ گئے۔

۲۔ بعض مصنفوں نے بغیر تحقیق کے ان کو اپنی تالیفات میں نقل کر دیا ہے۔

۳۔ جس سے عوام کو اپنے غلط خیالات کے لئے ایک دستاویز ہاتھ آگئی ہے۔

۴۔ یہ ایک عام قاعدہ ہے۔ کہ جو شخص کسی فن میں کمال کے ساتھ شہرتِ عام حاصل کرتا ہے۔ تو اس کی نسبت اچھی یا بُری روایتیں خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں۔

۵۔ بعض حالتوں میں اس قدر عام زبانوں پر قبضہ کر لیتی ہیں۔ کہ خواص تک کو ان پر تواتر کا دھوکا ہوتا ہے۔

۶۔ لطف یہ کہ معتقدین جوشِ اعتقاد میں ایسی باتیں بیان کر جاتے ہیں۔ جن کو وہ مدح سمجھتے ہیں۔ اور دراصل وہ ذم ہوتی ہے۔

۷۔ امام ابو حنیفہؒ بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں۔

۸۔ بعض مصنفوں نے ان کی ذہانت کے ذیل میں بہت ایسے قصے لکھ دیئے ہیں جن کو خدانخواستہ اگر ہم صحیح تسلیم کرلیں۔ تو عیاذاً باللہ امام صاحب کو (ا) حیلہ جو (ب) چالاک (ج) متفنن (د) سخن ساز۔ ماننا پڑے گا۔ (سیرت نعمان ص ۶۵-۶۶)

مخالفین کے اعتراضات بھی بطور نمونہ نعمانی صاحب کی قلم سے ملاحظہ فرماتے چلیئے۔

۱۔ انھوں (امام صاحب) نے علوم شرعیہ کے متعلق بہت سے بیسے نکتے ایجاد کئے تھے۔

۲۔ جو کہ عام طبیعتوں کی دسترس سے باہر تھے۔

۳۔ اس لئے ظاہر بینوں (آئمہ محدثین) کا ایک بڑا گروہ جن میں مقدس سادہ دل (چوٹی کے آئمہ حدیث) بھی شامل تھے۔ ان کا مخالف ہوگیا تھا۔

۴۔ اور ہمیشہ ان (امام صاحب) سے بحث و مناظرہ کے لئے تیار رہتا تھا۔ (سیرۃ النعمان ص ۶۵ ج ۱)

مشاہیر کی مخالفت کا انجام ہمیشہ عوام اور حکومت کی بدظنی پر منتج ہوتا ہے۔ لہذا حکومت نے امام صاحب کو فتوے دینے سے حکماً بند کر دیا۔ چنانچہ نعمانی صاحب نے عقیدتمندانہ انداز سے لکھا ہے۔

ایک دن گھر میں بیٹھے تھے۔ ان کی لڑکی نے مسئلہ پوچھا۔ کہ میں آج روزہ سے ہوں دانتوں سے خون اُترا اور تھوک کے ساتھ گلے سے اُتر گیا۔ روزہ جاتا رہا یا باقی ہے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ کہ جان پدر اپنے بھائی حماد سے پوچھ۔ میں فتوے دینے سے منع کر دیا گیا ہوں۔"

(سیرۃ النعمان ص ۴۷)

نعمانی صاحب نے اس واقعہ کو گورنر کوفہ سے منسوب کیا ہے۔ لیکن یہ حقیقت کے منافی ہے کیونکہ علامہ شعرانی نے یہ واقعہ ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

ان ابا جعفر المنصور الخليفة لما منع الامام ان لا يفتی"

جبکہ خلیفہ منصور نے امام کو فتوے دینے سے حکماً بند کر دیا۔ بلکہ امام صاحب کا قول منصور کے امتناہی حکم سے متعلق یوں ذکر کیا ہے

فان امامی منعنی الفتیا ولم اکن ممن یخون امامہ بالغیب (میزان الکبریٰ للشعرانی جلد ۱ ص۵۹)

چونکہ مجھے میرے خلیفہ نے فتوے دینے سے حکماً بند کر دیا ہے۔ لہٰذا میں غائبانہ اپنے خلیفہ کی خیانت نہیں کرتا۔ (پوری تفصیل آئندہ آ رہی ہے)

مذکورہ شواہد اگر کسی غیر حنفی تذکرہ نویس کی قلم سے ہوتے تو شبہ ہو سکتا تھا۔ کہ یہ تنگ نظری کا نتیجہ ہے۔ لیکن علامہ شبلی جس نے اپنی نسبت ہی نعمانی تجویز کر رکھی ہے۔ اور سیرت النعمان عقیدت مندانہ تصنیف میں ذکر کر رہا ہے کہ جو...... امام صاحب اور ان کے مسلک کو باقی آئمہ مذاہب اور ان کے مسالک پر فائق ثابت کرنے کی غرض سے ہی لکھی گئی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ امام صاحب کے عقیدہ و نظریہ ایمان کو حق و صواب ثابت کرنے کی غرض سے ایسی آیت قرآن مجید کے نام سے لکھ دی۔ جو کہ ان الفاظ کے ساتھ قرآن مجید میں نہیں ہے چنانچہ آیت یہ ہے کہ:-

من یومن باللہ فیعمل صالحاً" میں ف حرف تعقیب آیا ہے۔ (سیرۃ النعمان بحث ایمان)

یعنے من یومن باللہ کے ساتھ فیعمل کے لفظ سے مصحف عثمانی میں کوئی آیت نہیں"

پس جبکہ نعمانی صاحب کا یہ شکوہ ہے۔ کہ

۱۔ غلو کاروں نے خوش اعتقادی سے امام صاحب کی اصلی صورت کو غلو کے پردوں میں مستور کر دیا ہے۔

۲۔ تذکرہ نویسوں نے آپ کے حالات میں رطب و یابس اور غلط و صحیح کو خلط ملط کر دیا ہے۔

۳۔ آپ کے فضائل و محامد میں اکثر و بیشتر فرضی افسانے اور قصے بیان کئے ہیں۔

۴۔ آئمہ محدثین کا گروہ آپ کے مسلک و عقیدہ کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتا ہوا آپ

پر معترض تھا۔

۵۔ عوام و خواص کے اعتراضات سے متاثر حکومت نے آپ کو فتوے دینے سے حکماً بند کر دیا۔

پس یہ ہے وہ اصلیت جس کی بنا پر عرض کیا گیا ہے۔ کہ آپ کی زندگی کے صحیح حالات سے واقفیت حاصل کرنی آسان نہیں۔

بہرحال آپ کی زندگی کے چند پہلو نمونتہً عرض کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ واقعات کے نقل سے بدظنی نہیں کرنی چاہیئے۔ کیوں کہ مورخ کا کام نقل ہے) نتیجہ اخذ کرنا آپ کا کام ہے۔ ہماری تو وہی دعا ہے جس کے ہم مامور ہیں۔

ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین امنوا ربنا انک رؤف الرحیم

آپ کا نام و نسب آپ کا اسم گرامی نعمان اور کنیت ابو حنیفہ ہے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام ثابت ہے۔ جو کہ زوطی کے بیٹے ہیں۔ اور زوطی کوفہ کا باشندہ ہے۔ اور حمزہ جیلی کے خاندان سے ریشمی کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ زوطی دراصل ملک کابل کے قبیلہ بنی تیم اللہ بنی ثعلبہ کے غلام تھے۔ جو آزاد کر دیئے گئے ایک روایت یہ بھی ہے کہ زوطی غلام نہیں بلکہ اصیل و آزاد تھے۔ امام صاحب کا شاگرد ابو مطیع بلخی آپ کو عربی النسل بیان کرتا ہے۔ اور آپ کے پوتے اسمٰعیل کہتے ہیں۔ کہ ہم فارسی النسل ہیں۔

زوطی چونکہ مشرف بالاسلام ہو چکے تھے۔ اس لیے جبکہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو فرزند عطا کیا تو اس کا نام ثابت رکھا۔ اور دعا برکت کی غرض سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ثابت اور اس کی اولاد کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔

پیدائش چالیس برس کی عمر میں حضرت ثابت کے گھر حضرت امام پیدا ہوئے پس والد نے آپ کا نام نعمان تجویز کیا۔ جو کہ بعدہ امام ابو حنیفہ کے نام سے شہرۂ آفاق ہوئے اور سنہ ۱۵۰ھ بغداد جیل میں بحالت قید آپ کی وفات ہوئی۔ اور بغداد کے مشہور قبرستان خیزران میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا رحمہ اللہ۔

قید ہونے کے وجوہات بھی مختلف ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ منصور نے بجرم بغاوت قید کیا۔ اور بعض کا قول ہے۔ کہ منصور نے آپ کو قاضی بنانا چاہا۔ تو آپ نے انکار کر دیا اس پر ناراض ہو کر منصور نے قید کر دیا۔

ابتدائی زندگی آپ کا آبائی پیشہ چونکہ ریشمی کپڑے کا کاروبار تھا۔ لہذا آپ کی ابتدائی زندگی عام کاروباری لوگوں کی طرح ہی گزری۔ یعنے اٹھارہ بیس برس کی عمر تک تو آپ کو تعلیم دین کا وہم خیال بھی نہ گزرا۔ چنانچہ نعمانی صاحب لکھتے ہیں:-

باپ دادا تجارت کرتے تھے۔ اس لئے ان کی نشو ونما بھی ایک تاجر کی حیثیت سے ہوئی۔ بڑے ہونے پر امام شعبی کی ھدایت سے علم کی طرف متوجہ ہوئے واقعہ ھدایت کی تفصیل یوں لکھی ہے:-

ایک دن بازار جا رہے تھے۔ امام شعبی کوفہ کے مشہور امام تھے۔ ان کا مکان راہ میں تھا۔ انہوں نے طالب علم سمجھ کر پاس بلا لیا۔ اور پوچھا کہ تم کس کے پاس پڑھتے ہو۔ افسوس کے ساتھ کہا۔ کہ کسی کے پاس بھی نہیں پڑھتا۔ فلاں سوداگر کے پاس ایک کام کو جا رہا ہوں۔ امام شعبی نے کہا۔ مجھ کو تم میں قابلیت کے جوہر نظر آتے ہیں۔ تم علماء کی صحبت میں بیٹھا کرو۔ یہ نصیحت ان کے دل میں گھر کر گئی۔ اور تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے۔" (سیرت النعمان جلد ۱ ص ۲۱)

طریقہ تعلیم کی ترقی کی سرخی سے لکھا ہے:-

امام صاحب کی یہ بڑی خوش قسمتی تھی۔ کہ ان کے آغاز تعلیم ہی میں حدیث کا طریقہ مرتب اور باقاعدہ ہو چلا تھا۔ یعنے حضرت عمر بن عبد العزیز نے سنہ ۱۰۰ھ میں اہل مدینہ کو خط لکھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس قدر حدیثیں ہیں قلم بند کر لی جائیں۔" اس سے ظاہر ہے کہ امام صاحب نے سنہ ۱۰۰ھ سے یا اس سے ایک دو برس پہلے علم دین کے حصول کی کوشش شروع کی تھی۔

حضرت حماد کی شاگردی جب تعلیم دین کا خیال ہوا۔ تو آپ نے علم فقہ کو پسند کیا۔ لہذا کوفہ کے مشہور فقیہ حضرت حماد کے حلقہ درس

میں شامل ہو گئے۔

تلمذ کی مدت نعمانی صاحب نے حماد سے تلمذ کے متعلق خود حضرت امام کا اپنا بیان یوں نقل کیا ہے۔

کہ میں دس برس تک حماد کے حلقہ درس میں حاضر ہوتا رہا۔ پھر خیال ہوا۔ کہ اب خود درس و تعلیم کا سلسلہ قائم کروں۔ لیکن استاد کا ادب مانع تھا۔ اتفاق سے انہیں دنوں حماد کو بصرہ جانا ہوا۔ چونکہ مجھے وہ اپنا جانشین کر گئے تھے۔ تلامذہ اور ارباب حاجت نے میری طرف رجوع کیا۔ بہت سے ایسے مسئلے پیش آئے جن میں استاد سے کوئی روایت نہیں سنی تھی۔ اس لئے اپنے اجتہاد سے جواب دیئے۔ اور احتیاط کے لئے یادداشت لکھتا گیا۔ دو مہینے کے بعد جب حماد واپس آئے۔ تو میں نے وہ یادداشت پیش کی کل ساٹھ مسئلے تھے۔ ان میں سے بیس میں تو غلطیاں نکالیں۔ باقی کی نسبت فرمایا۔ کہ تمہارے جواب صحیح ہیں۔ (یہ دیکھ کر) میں نے عہد کیا۔ کہ حماد جب تک زندہ ہیں۔ ان کی شاگردی کا تعلق کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ حماد نے سن ۱۲۰ھ ہجری میں انتقال کیا۔" (سیرت النعمان ج ۱ صفحہ ۲۵)

اس تاریخی واقعہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ امام صاحب کم و بیش بیس اکیس برس تک حضرت حماد سے تلمذ میں مصروف رہے۔

صحابہ سے ملاقات و روایت امام صاحبؒ کے عہد شباب تک صحابہ رضی اللہ عنہم سے چار بزرگ ہستیوں عبداللہ بن ابی اوفی نے کوفہ میں اور حضرت انس نے سن ۹۳ھ بصرہ میں۔ سہل بن سعد نے سن ۹۱ھ مدینہ میں۔ اور ابو طفیل نے سن ۱۱۰ھ مکہ میں وفات پائی۔ لیکن یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ امام صاحب نے کسی بزرگ سے بھی ملاقات و روایت کی سعادت حاصل کی ہو۔ چنانچہ نعمانی صاحب لکھتے ہیں۔

اس پر لوگوں کو نہایت تعجب ہے۔ اور مؤرخوں نے اس کے مختلف اسباب بیان کئے ہیں۔ اور بعض کی رائے ہے۔ کہ امام صاحب نے اس وقت تک کسی کی تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ (سیرت النعمان جلد ۱ صفحہ ۱۶)

کیونکہ ان کے باپ دادا تجارت کرتے تھے۔ اس لئے ان کی نشوونما بھی عام تاجر کی حیثیت سے ہوئی۔ بڑے ہونے پر امام شعبی کی ہدایت سے علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس وقت موقع ہاتھ سے نکل چکا تھا یعنی صحابہ سے کوئی باقی نہ رہا تھا۔

تعجب و حیرت ہے۔ کہ روایت و سماعت تو علم سے متعلق تھی۔ مانا کہ اس وقت تک امام صاحب کو علم سے لگاؤ نہ تھا۔ مگر زیارت صحابہ تو ایک مسلمان کا شیوہ تھا۔ چنانچہ خود آپ کے جد امجد کا اپنے فرزند ثابت کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں دعا و برکت کی غرض سے پیش کرنا۔ یا گاہے ماہے بطور عقیدت ملاقات کی غرض سے حاضر ہوتا تاریخی شہادت ہے۔ لیکن امام صاحب کی ملاقات سے بھی بے پرواہی حیرت و تعجب ہے

نعمانی صاحب لکھتے ہیں۔

بہر نوع وجہ کچھ بھی ہو۔ واقعہ یہی ہے۔ کہ امام ابوحنیفہؒ نے کسی صحابی سے کوئی حدیث نہیں سنی"۔ (سیرت النعمان ص۱۸ جلد ۱)

پورے دعوے سے غلو کاروں کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"بعض حنفیوں نے رویت (دیکھنے) سے بڑھ کر روایت کا بھی دعوے کیا ہے۔ اور تعجب ہے۔ کہ علامہ عینی ایسا شارح بھی اس غلطی کا حامی ہے لیکن انصاف یہی ہے۔ کہ یہ دعوے ہرگز پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ صاف بات یہ ہے کہ امام صاحب نے صحابہ سے ایک بھی روایت کی ہوتی۔ تو سب سے پہلے امام کے تلامذہ خاص اس کو شہرت دیتے۔ لیکن قاضی ابو یوسفؒ امام محمدؒ وغیرہم...... کہ امام صاحب کے مشہور و با اخلاص شاگرد تھے۔ اور سچ پوچھئے تو زیادہ تر انہی لوگوں نے ان (امام) کی نام آوری کے سکے بٹھائے ہیں۔ ایک حرف بھی اس واقعہ کے متعلق منقول نہیں۔ سیرت النعمان ج ۱۔ ص۱۹)

صاحب مشکوٰۃ نے مذکورہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی گنواتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ یہ بزرگ امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ تک زندہ رہے ولم یلق احدا منہم

ولا اخذ عنہ لیکن نہ ہی تو ان میں سے کسی ایک کی ملاقات کی سعادت میسر ہوئی۔ اور نہ ہی ان سے حدیث روایت کرنے کا شرف نصیب ہوا۔

تابعی ہونے کی بحث صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد چونکہ تابعین کی فضیلت مسلمہ ہے اس لئے عقیدت مند حضرات امام صاحب کو تابعی کی فضیلت سے سرفراز دیکھنے کے خواہش مند ہیں لیکن تابعی سے صحیح مراد چونکہ صحابہ سے صحبت یافتہ ہونا اور ان سے حدیث روایت کرنا ہے۔ اور یہ مرتبہ امام صاحب کو میسر نہیں۔ لہٰذا ایک ادنیٰ تاریخی سہارا ہے کر تابعی کے مقام سے سرفراز کرنے پر مصر ہیں۔

وہ یہ ہے کہ ورود کوفہ کے موقعہ پر حضرت انسؓ کو کہیں دور یا نزدیک سے دیکھا ہے چنانچہ نعمانی صاحب لکھتے ہیں "پس اس لحاظ سے امام ابوحنیفہؒ تابعین کے طبقہ سے ہیں" مولانا عبدالحی لکھنوی نافع الکبیر مقدمہ جامع الصغیر میں لکھتے ہیں۔

نقیل انہ من اتباع التابعین وانہ ادرک زمان الصحابۃ لکنہ لم یلق احدمنہم

مشہور قول یہ ہے۔ کہ امام ابوحنیفہ اتباع تابعین کے طبقہ سے ہیں۔ اور آپ نے صحابہ کا زمانہ پایا ہے۔ لیکن ان میں سے کسی بزرگ سے ملاقات نصیب نہ ہوئی۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ حضرت انس کو انہوں نے دیکھا ہے۔ فعلی ھذا ھو من طبقۃ التابعین ص۱ پس اس دیکھنے کی وجہ سے طبقہ تابعین میں شمار ہو سکتے ہیں

غصہ و تعصب چونکہ اصولی اعتبار سے امام صاحب کا تابعی ہونا ثابت نہیں۔ بنا بریں ائمہ محدثین ان کی تابعیت سے انکاری ہیں لیکن حنفی دوست محدثین کی اس تاریخی حقیقت کو امام صاحب کی توہین پر محمول کرتے ہوئے رنج و غصہ کا اظہار کرتے ہیں۔ چنانچہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

"طبقہ تابعین میں ہونا بھی مسلم ہے اگرچہ رویت (دیکھنے) سے سہی" کرنے فرماتے ہیں:۔ تابعی ہونا بھی محقق ہے اگر کوئی انکار کرے عناد سے یا ناواقفیت سے (سبیل الرشاد)

قول فیصل شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ نے اس تاریخی حقیقت پر آخری فیصلہ یوں دیا ہے:۔

درعصر تبع تابعین نہ بودند مگر ابو حنیفہؒ و مالکؒ (شرح موطا امام مالکؒ)
مشہور آئمہ مذاہب سے صرف ابو حنیفہؒ اور مالکؒ ہی ایسے دو امام ہیں۔ کہ جن کو بالاتفاق اتباع تابعین کے زمانہ میں ہونے کا شرف وسعادت میسر ہے

درس کی ابتدا

نعمانی صاحب نے یوں لکھی ہے :- حضرت حماد کی وفات ۱۲۰ھ کے بعد منتظمین درس نے حماد کے بڑے بیٹے کو مسند درس پر بٹھایا۔ مگر بجائے رونق کے وہ تنزل کا باعث ہوا۔ پھر ان کے لائق شاگرد موسیٰ بن کثیر کو مسند نشین کیا۔ وہ حج کو چلے گئے۔ تو تمام بزرگوں نے متفقاً امام ابو حنیفہ سے درخواست کی۔ کہ مسند درس کو مشرف فرمائیں (ج ا صا۴ و ۴۲) حماد کی وفات کے وقت آپ کی عمر کم وبیش چالیس برس تھی" غرضیکہ آپ کے درس کی زندگی کا آغاز ۱۲۰ھ یا ۱۲۱ھ سے ہوا۔

مجلس تدوین فقہ

نعمانی صاحب فقہ کے عنوان سے حصہ دوم صا۲۷ میں لکھتے ہیں :-
" یہ امر تاریخوں سے ثابت ہے۔ کہ امام صاحب کا خیال قریباً ۱۲۰ھ میں ہوا۔ جبکہ ان کے استاذ حماد نے وفات پائی۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ اسلام کا تمدن نہایت وسعت پکڑ گیا تھا۔ عبادات ومعاملات سے متعلق اس کثرت سے واقعات پیدا ہو گئے تھے۔ اور ہوتے جارہے تھے۔ کہ مرتب مجموعہ قانون کے بغیر کسی طرح کام نہیں چل سکتا تھا"

اس تمہید سے ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں :-

امام صاحب نے جس طریقہ سے فقہ کی تدوین کا ارادہ کیا وہ نہایت وسیع اور پرخطر کام تھا۔ اس لئے انہوں نے اتنے بڑے کام کو اپنی ذاتی رائے پر منحصر کرنا نہیں چاہا۔ اس غرض سے انہوں نے اپنے شاگردوں میں سے چند نامور شخص انتخاب کئے۔ جن میں سے اکثر خاص خاص فنون میں جو فقہ کے لئے ضروری تھے۔ استاد زمانہ تسلیم کئے جاتے تھے۔ مثلاً یحییٰ بن زائدہ حفص بن غیاث۔ قاضی ابو یوسف۔ داود طائی۔ حبان مندل حدیث وآثار میں کمال رکھتے تھے۔ امام زفر قوت استنباط میں مشہور تھے۔ قاسم بن معن اور امام محمد کو ادب اور عربیت میں کمال تھا۔ امام صاحب نے

ان شاگردوں کی شرکت سے ایک مجلس مرتب کی اور باقاعدہ فقہ کی تدوین شروع ہوئی۔

امام طحاوی نے بسند متصل اسد بن فرات سے روایت کی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے تلامذہ جنہوں نے فقہ کی تدوین کی چالیس تھے۔ جن میں یہ لوگ ممتاز تھے۔ ابو یوسف زفر۔ داود طائی۔ اسد بن عمر۔ یوسف بن خالد التیمی یحییٰ بن ابی زائدہ۔ امام طحاویؒ نے یہ بھی روایت کی ہے۔ کہ لکھنے کی خدمت یحییٰ سے متعلق تھی۔ اور یہ تیس برس تک اس خدمت کو سرانجام دیتے رہے۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ اس کام میں کم وبیش تیس برس کا زمانہ صرف ہوا۔ یعنی ۱۲۱ھ سے ۱۵۰ھ تک۔ جو امام ابوحنیفہ کی وفات کا سال ہے۔"

طحاوی نے جن لوگوں کے نام گنوائے ہیں۔ ان کے سوا عافیہ ازدی۔ ابو علی نمری۔ علی مسہر قاسم بن معن۔ حبان۔ مندل بھی اس مجلس کے ممبر تھے۔

تدوین کا طریقہ یہ تھا۔ کہ کسی خاص باب کا کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا تھا۔ اگر اس کے جواب میں سب لوگ متفق الرائے ہوتے۔ تو اس کو قلمبند کر لیا جاتا۔ ورنہ نہایت آزادی سے بحثیں شروع ہوتیں کبھی کبھی بہت دیر تک بحث قائم رہتی۔ امام صاحب غور و تحمل کے ساتھ سب تقریریں سنتے۔ اور بالآخر ایک جچا تلا فیصلہ کرتے کہ سب کو تسلیم کرنا پڑتا...... اس کا التزام تھا۔ کہ جب تک تمام شرکائے جلسہ جمع نہ ہولیں۔ کسی مسئلہ کو طے نہ کیا جائے۔ امام ابوحنیفہ کے اصحاب کسی مسئلہ میں بحث کرتے ہوتے اور عافیہ موجود نہ ہوتے تو امام صاحب فرماتے۔ کہ عافیہ کو آلینے دو۔ جب وہ آلیتے اور اتفاق کرتے تب وہ مسئلہ درج تحریر کیا جاتا۔ اس طرح تیس برس کی مدت میں یہ عظیم الشان کام انجام کو پہنچا۔ امام صاحب کی آخیر عمر قید خانہ میں گزری۔ وہاں بھی یہ کام برابر جاری رہا...... اس مجموعہ کی ترتیب جیسا کہ حافظ ابوالمحاسن نے بیان کی۔ یہ تھی۔ اول باب الطہارت۔ باب الصلوٰۃ باب الصوم پھر عبادات کے اور ابواب اس کے بعد معاملات سب سے اخیر میں باب میراث۔

امام صاحب کی زندگی ہی میں اس مجموعہ نے وہ حسن قبول حاصل کیا کہ جس قدر اس کے اجزاء تیار ہوتے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ تمام ملک میں اس کی اشاعت ہوتی جاتی تھی۔ امام صاحب

کی درس گاہ ایک قانونی مدرسہ تھا۔ جس کے طلبا نہایت کثرت سے ملکی عہدوں پر مامور ہوئے۔ اور ان کی آئین حکومت کا یہی مجموعہ تھا۔ تعجب یہ ہے کہ جن لوگوں کو امام صاحب سے ہمسری کا دعوے تھا۔ وہ بھی اس کتاب سے بے نیاز نہ تھے۔ امام سفیان ثوری نے بڑے لطائف الحیل سے کتاب الرہن کی نقل حاصل کی۔ اور اس کو اکثر پیش نظر رکھتے۔ زائدہ کا بیان ہے۔ کہ میں نے دیکھا کہ وہ مطالعہ کر رہے تھے۔ میں نے اجازت مانگ کر دیکھی۔ تو وہ ابو حنیفہؒ کی کتاب الرہن نکلی۔ میں نے تعجب سے پوچھا۔ کہ آپ بھی ابو حنیفہؒ کی کتابیں دیکھتے ہیں۔ بولے۔ کاش ان کی سب کتابیں (پورا مجموعہ) میرے پاس ہوتا۔

یہ بھی کچھ کم تعجب کی بات نہیں۔ کہ باوجودیکہ اس وقت بڑے بڑے مدعیان فن موجود تھے۔ اور ان میں بعض امام ابو حنیفہ سے مخالفت بھی رکھتے تھے۔ تاہم اس کتاب کی رد و قدح کی کسی کو جرأت نہیں ہوئی۔ غالباً یہ مجموعہ بہت بڑا مجموعہ تھا۔ اور ہزاروں مسائل پر مشتمل تھا۔ قلا ید عقود العقیان کے مصنف نے کتاب الصیانت کے حوالے سے لکھا ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ نے جس قدر مسائل مدون کئے۔ ان کی تعداد بارہ لاکھ نوے ہزار سے کچھ زیادہ ہے۔ شمس الائمہ کردری نے لکھا ہے۔ کہ یہ مسائل چھ لاکھ تھے۔ یہ خاص تعداد شاید صحیح نہ ہو۔ لیکن کچھ شبہ نہیں۔ کہ ان کی تعداد لاکھوں سے کم نہ تھی۔

اگرچہ اس میں کسی طرح شبہ نہیں ہو سکتا۔ کہ امام ابو حنیفہ کی زندگی ہی میں فقہ کے تمام ابواب مرتب ہو چکے تھے۔ رجال و تاریخ کی کتابوں سے اس کا ثبوت ملتا ہے جس کا انکار گویا کہ تواتر کا انکار ہے۔ سیرۃ النعمان حصہ اول میں تقسیم اوقات کی سرخی سے لکھا ہے۔ "تدوین فقہ کی مجلس منعقد ہوتی۔ بڑے بڑے نامور شاگردوں کا مجمع ہوتا۔ جو مسائل اتفاق رائے سے طے ہوتے قلم بند کر لئے جاتے۔"

خاتمہ کے عنوان تلامذہ کی سرخی حصہ دوم میں لکھا ہے "چالیس (ارکان) شخص جو امام صاحب کے ساتھ فقہ کی ترتیب و تدوین میں شریک تھے۔ ان کے شاگرد ارادت مند خاص تھے۔ امام صاحب کی زندگی کا بڑا کارنامہ فقہ ہے۔ اس لئے یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ امام صاحب کی تاریخ میں انہی کا ذکر چھوڑ دیا جائے۔ جو ایسے بڑے کام میں ان کے شریک و مددگار تھے۔"

مسودہ کی زیارت آپ کو نعمانی صاحب کے زور بیان سے یقین ہو چکا ہو گا۔ حضرت امام

نے تیس برس کی انتہائی محنت سے چالیس شاگردان عظام کی معیت سے جو بہت بڑا مجموعہ فقہ مرتب کیا۔ اسے ضرور بالضرور عقیدت مندوں نے حریر کے زردوزی غلافوں میں محفوظ کر کے رکھا ہوگا۔ اور آپ اس کی زیارت کے لئے بیتاب ہوں گے۔ مگر یہ معلوم کر کے آپ کی حیرت کی کوئی حد نہ رہے گی۔ کہ ماسوائے زبانی جمع خرچ کے اور کچھ بھی نہیں۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

امام صاحب کی کوئی تصنیف نہیں

نعمانی صاحب حصہ دوم کے شروع تصنیفات کے عنوان سے لکھتے ہیں:۔

"جو لوگ امام صاحب کے سلسلہ کمالات میں تصنیف و تالیف کا وجود بھی ضروری سمجھتے ہیں وہ انہیں کتابوں مفصلہ بالا کتابوں کو شہادت میں پیش کرتے ہیں لیکن انصاف کی بات یہ ہے۔ کہ ان تصنیفات کو امام صاحب کی طرف منسوب کرنا نہایت مشکل ہے اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ امام صاحب کی زندگی میں ایک مجموعہ فقہ مرتب ہو گیا تھا۔ جس کے حوالے عقود الجمان وغیرہ میں جا بجا ملتے ہیں لیکن قیاس غالب یہ ہے۔ کہ وہ نسخہ معدوم ہو گیا"

بطور آخری فیصلہ

تدوین فقہ ذیل میں لکھتے ہیں۔

اگرچہ اس میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ کہ امام ابو حنیفہ کی زندگی ہی میں فقہ کے تمام ابواب مرتب ہو گئے تھے۔ رجال و تاریخ کی کتابوں میں اس کا ثبوت ملتا ہے جس کا انکار گویا تواتر کا انکار ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ مجموعہ ایک مدت سے ضائع ہو گیا ہے۔ اور دنیا کے کسی کتب خانہ میں اس کا پتہ نہیں چلتا

حیرت و تعجب

مسودہ فقہ کی گمنامی سے تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔ کیوں کہ اس کی تدوین کی حقیقت جب آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ یہ دنیا ہماری دنیا سے بالکل دوسری ہے۔ شروع مضمون میں آپ نعمانی صاحب کی قلم سے پڑھ چکے کہ ۱۲۰ھ میں تدوین فقہ کا خیال ہوا۔" تو آپ نے اپنے شاگردوں میں سے چند نامور شخص انتخاب کئے جن میں اکثر خاص فنون میں جو فقہ کے لئے ضروری تھے۔ استاد زمانہ تسلیم کئے جاتے تھے۔ مثلاً یحییٰ بن زائد

حفص بن غیاث قاضی ابو یوسف حدیث و آثار میں نہایت کمال رکھتے تھے۔ امام زفر قوت استنباط میں مشہور تھے۔ قاسم بن معن اور امام محمد کو عربیت میں کمال تھا۔ امام صاحب نے ان لوگوں کی شرکت سے ایک مجلس مرتب کی۔ اور باقاعدہ طور سے فقہ کی تدوین شروع ہوئی۔

تاریخی جائزہ کے لیے مذکورہ ائمہ فن کی تاریخ پیدائش اور انعقاد مجلس تدوین فقہ کے ابتدائی سال سنہ ۱۲۰ یا ۱۲۱ھ سے کا مقابلہ فرمائیے۔

یحییٰ بن ابی زائد کی پیدائش سنہ ۱۲۰ھ ہجری۔
قاضی ابو یوسف کی پیدائش سنہ ۱۱۳ھ ہجری یا سنہ ۱۱۷ھ ہجری
حفص بن غیاث کی پیدائش سنہ ۱۱۷ھ ہجری
امام زفر کی پیدائش سنہ ۱۱۰ھ ہجری
امام محمد کی پیدائش سنہ ۱۳۵ھ ہجری
ابو عاصم کی پیدائش سنہ ۱۱۲ھ یا ۱۱۳ھ
اور عبد الرزاق سنہ ۱۲۶ھ کو پیدا ہوئے۔ سیرۃ النعمان حصہ دوم باب امام صاحب کے تلامذہ۔

تعلیمی زمانہ کے مطابق اگر ائمہ مذکورین کا تعلیمی زمانہ اٹھارہ بیس برس یا کم از کم دس بارہ برس تسلیم کر لیا جائے تو پھر حسب تصریح نعمانی صاحب "محدثین میں باہم اختلاف ہے کہ حدیث سیکھنے کے لئے کم از کم کیا عمر مشروط ہے اس امر میں ارباب کوفہ سب سے زیادہ احتیاط کرتے رہے یعنی بیس برس سے کم عمر کا شخص حدیث کی درس گاہ میں شامل نہیں ہو سکتا۔ (امام صاحب نے صحابہ سے کیوں روایت نہیں کی حصہ اول) مذکورہ ائمہ کو بھی اسی عمر کی قید سے پابند کیا جائے۔ تو انصاف فرمائیے۔ مذکورین حضرات سے کون بزرگ ہے جو سنہ ۱۲۱ھ یا اس سے کم و بیش سن میں مجلس میں شرکت کے قابل تھا۔ بالخصوص قاضی ابو یوسف اور یحییٰ بن زائد جو کاتبان مسودہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی تاریخ پیدائش اور تعلیمی زمانہ اہل کوفہ کی مشروط عمر کے لحاظ سے شمولیت مجلس کے قابل سمجھنے سے مسودہ فقہ کی گم شدگی کا ازالہ خود بخود ہو جاتا ہے۔

دوسری نگاہ سے مذکورہ حقائق سے قطع نظر "تدوین فقہ" کے زمانہ کو دیکھا جائے۔ کہ اس عہد نے تصنیفات امام مالکؒ کو عزت و احترام کے ساتھ محفوظ رکھا۔ قاضی ابو یوسف کی تصنیفات کو بھی باقی رکھا۔ امام محمد کی تصنیفات بھی موجود ہیں۔ مگر امام ابو حنیفہ کی تیس سالہ محنت اور چالیس دیگر ارکان کی دماغ سوزی کو ضائع کرنے کا الزام اس زمانہ پر عائد کرنا مذاق نہیں تو اور کیا ہے۔

گر ہمیں مُلا و ہمیں مکتب   کار طفلاں خواہد شد

مسند ابو حنیفہ اور فقہ اکبر جب کہ اغیار کی کتب امام صاحب کے نام پر زندہ رہ سکتی ہیں۔ تو خود امام صاحب کی محنت کو لاپتہ قرار دینا تاریخ کے ساتھ استہزا اور اس حقیقت کی تصدیق ہے جو ابتدا ذکر ہو چکی۔ کہ حضرت امام کی زندگی کے صحیح حالات سے واقفیت ناممکن یا امر محال ضرور ہے۔

اعتقاد و عمل معلوم کرنے کا مخصوص ذریعہ تالیف و تصنیف ہے اس کی حقیقت اور بڑا ظاہر ہو چکی۔ کہہ دے کے فقہ اکبر نام کا ایک مختصر رسالہ ہے۔ جو حنفی علما میں ایک لاینحل عقدہ ہو کر رہ گیا ہے علامہ بزدوی جو فقہا احناف میں فخر الاسلام کے نام سے شہرہ آفاق ہیں حضرت العلام ملا علی قاری رکن مذہب حنیفہ تو فقہ اکبر کو امام صاحب کی تصنیف خیال کرتے ہوئے اس کی شرح لکھنے کو فخر دارین سمجھتے گئے لیکن نعمانی صاحب اس کے تصنیف امام ہونے سے بدلائل منکر ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔

> فقہ اکبر کو فخر الاسلام بزدوی عبد العلی بحر العلوم وشارحین فقہ اکبر نے امام صاحب کی طرف منسوب کیا ہے لیکن ہم اس پر مشکل سے یقین کر سکتے ہیں (سیرت النعمان جلد ۲ صہ۴)

> میرا خیال ہے کہ ابو مطیع بلخی نے ایک رسالہ میں بطور خود عقائد کے مسائل قلم بند کئے تھے رفتہ رفتہ وہ امام صاحب کی طرف منسوب ہو گیا۔ صہ۵

بے شبہ ہماری ذاتی رائے یہی ہے۔ کہ آج امام صاحب کی کوئی تصنیف موجود نہیں (سیرت النعمان امام صاحب کی تصنیفات حصہ دوم صہ۵)

فیض الباری شرح صحیح بخاری میں مولانا محمد انور شاہ کشمیری جو علمائے دیوبند میں خاتمۃ الحفاظ کے نام سے مشہور ہیں لکھتے ہیں۔

انه لیس من تصنیفه بل تصنیف تلمیذ ابو مطیع البلخی ..... الصواب انها لیست للامام (جلد اول ص۵۹)

فقہ اکبر امام صاحب کی تصنیف نہیں بلکہ ان کے شاگرد ابو مطیع بلخی کی تصنیف ہے۔ اور یہی امر حق ہے

مروجہ کتب فقہ حنفیہ موجودہ کتب فقہ حنفی قدوری ہدایہ۔ کنز اور شروح وقایہ وغیرہ حضرت امام سے صدیوں بعد لکھی گئی ہیں۔ اور مصنفین نے ان میں جو کچھ امام صاحب کے نام پر لکھا ہے۔ اس کو حضرت امام کا مذہب قرار دینا سراسر بے انصافی ہے چنانچہ نعمانی صاحب نے یوں اعلان کیا ہے۔

یہ فقہ اگرچہ عام طور پر فقہ حنفی (امام صاحب کی) کہلاتی ہے۔ لیکن درحقیقت وہ چار شخصوں یعنی امام ابو حنیفہ۔ زفر۔ قاضی ابو یوسف۔ امام محمد کی رایوں کا مجموعہ ہے۔ قاضی ابو یوسف و امام محمد نے بہت سے مسائل میں امام ابو حنیفہ کی رائے سے اختلاف کیا ہے۔ (سیرت النعمان جلد دوم ص۶۴-۶۵)

مگر تشریح کے لئے آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

امام صاحب کے یہ اقوال ان کے شاگردوں کی تصنیفات یا اصول کی کتابوں میں جو فقہ حنفیہ وغیرہ نے لکھے ہیں جستہ جستہ مذکور ہیں۔ جن کو اگر یکجا کیا جائے تو ایک مختصر رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔ یہی اصول ہیں جن کی بنا پر کہا جاتا ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ ایک خاص طریقہ اجتہاد کے بانی ہیں۔ انہی اصول کے اتحاد کی بنا پر امام محمد قاضی ابو یوسف کا طریقہ امام صاحب کے طریقہ سے الگ نہیں سمجھا جاتا۔ حالانکہ جزئیات مسائل میں ان لوگوں نے سینکڑوں ہزاروں جگہ ان سے اختلاف کیا ہے (جلد ۲ ص۷۶)

حاشیہ پر لکھا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اصول فقہ کی کتابوں میں بہت سے اصول مذکور

ہیں۔ ان سب کی نسبت یہ دعوے نہیں کیا جا سکتا۔ کہ وہ امام ابوحنیفہ کے اقوال ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس پر نہایت عمدہ تقریر لکھی ہے۔ لیکن شاہ صاحب نے بعض ان اقوال سے بھی انکار کیا ہے۔ جو بروایت صحیح امام صاحب سے ثابت ہیں (حاشیہ صفحہ ۱۶) حنفیت کے ہندوستانی ترجمان مولانا عبدالحی لکھنوی نے مذکورہ حقیقت کو یوں آشکار کیا ہے۔

واعلم ان لاصحابنا الحنفیۃ خمس طبقات الاولی طبقۃ المتقدمین من اصحابنا کتلامذۃ ابی حنیفۃ نحو ابی یوسف ومحمد وزفر وغیرہم وہم کانوا یجتہدون فی المذہب ویستخرجون الاحکام من الادلۃ الاربعۃ علی مقتضی القواعد التی قررہا استاذہم فانہم وان خالفوہ فی بعض الفروع (نافع الکبیر مقدمہ جامع الصغیر ص۳ مطبوعہ انصاری پریس لکھنؤ)

ہمارے فقہاء حنفیہ کے پانچ طبقات ہیں جن میں طبقہ اول امام صاحب کے شاگرد ابو یوسف، محمد، زفر وغیرہ کا ہے۔ یہ طبقہ اپنے استاد کے مقرر کردہ اصول وقواعد کی بنا پر ادلہ اربعہ سے مسائل کا استخراج کرتا تھا۔ اور متفق ہے کہ فروع میں ان شاگردوں نے امام صاحب سے اختلاف کیا ہے

غایت الاوطار اردو ترجمہ درمختار میں مذکورہ حقیقت کو یوں آشکار کیا ہے
صاحبین یعنے امام ابوحنیفہ کے شاگردوں امام محمد وابو یوسف نے دو ثلث سے زیادہ مسائل میں امام ابوحنیفہ سے اختلاف کیا ہے۔ (جلد ۱ ص۲۴)

اختلافی صورت میں فتویٰ کس کے قول پر جب یہ ثابت ہو چکا۔ کہ فقہ حنفی صرف حضرت امام صاحب کی نہیں۔ بلکہ ان کے شاگردوں کے اقوال پر مشتمل ہے۔ تو اب یہ حقیقت بھی ملاحظہ فرمایئے۔ کہ اختلافی مسائل میں کس کے قول کو ترجیح ہو گی۔ پس اظہار واقعہ کے لیے فقہ کے شائع شدہ اردو تراجم کے الفاظ نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱۔ جبکہ صاحبین اور امام باہم مختلف ہوں۔ تو مفتی مختار ہے۔ جس کے قول پر چاہے فتوے دے۔ (درمختار ج ۱ ص۲۹ مقدمہ عالمگیری جلد ۱ ص۱۱۶)

۲۔ جبکہ باہم اختلاف ہو۔ تو جس پر عمل آسان ہو یا جو (قول) قوی ہو۔ اس پر عمل کرے۔ اور تمیز اس کی ہر زمانہ میں صاحب علم کر سکتے ہیں۔ (مقدمہ ہدایہ ج ۱ ص۹۴ مقدمہ عالمگیری ج ۱ ص۱۱۶)

۳۔ جبکہ طرفین (ابوحنیفہ و محمد) اور ابو یوسف مختلف ہوں ۔ تو ابو یوسف کے قول کو لیں گے بسبب آسانی کے ۔ (درمختار جلد ۱ صـ۴۹)

۴۔ عبادات میں ابوحنیفہ کے قول پر اور وقف وقضایا میں ابو یوسف کے قول پہ فتوے دیا جائے (درمختار جلد ۲ صـ۴۹ ۔ ہدایہ جلد ۱ صـ۱۴۲ ۔ عالمگیری ج ۱ صـ۱۱۶)

۵ سترہ مسائل میں امام زفر کے قول پر فتوے ہے ۔ (مقدمہ عالمگیری ج ۱ صـ۱۱۶)

حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ نور اللہ مرقدہ سے مذکورہ حقیقت کو حنفی مترجم کے الفاظ سے پڑھیے ۔ فتویٰ مطلق امام ابوحنیفہ کے قول پر ہے ۔ پھر ابو یوسف کے قول پر پھر محمد کے قول پر پھر زفر کے قول پر ۔ پھر زفر بن ہذیل اور حسن بن زیاد کے قول پر اور بعض نے کہا ۔ جبکہ امام اعظم ایک جانب ہوں ۔ اور صاحبین ایک جانب تو مفتی کو اختیار ہے جس قول پر چاہے فتوے دے ۔ سلک مروارید صـ۱۰ ترجمہ عقد الجید)

امام صاحب اور صاحبین کا فتوے جبکہ صحیح حدیث کے خلاف ہو ۔ تو اس کے متعلق ہو فیصلہ ہے ۔ وہ بھی دل تھام کر سنئے ۔

" امام ابوحنیفہ اور صاحبین کا قول صحیح حدیث کے خلاف ہو ۔ تو اپنے آئمہ کے قول پہ فتوے ہو گا ۔ حدیث پہ نہیں ۔ (مقدمہ ہدایہ جلد ۱ صـ۱۱)

فقہ کی اصلیت مولانا عبدالحی لکھنوی نافع الکبیر میں فرماتے ہیں ۔ کہ کتب فقہ میں جو مسائل احادیث صحیحہ سے مختلف ہیں ۔ وہ آئمہ مجتہدین کے نہیں ۔

بل ھی من تفریعات المشائخ استنبطوھا من الاصول المنقولۃ عن ائمۃ فوقعت مخالفۃ للاحادیث الصحیحۃ فلا طعن بھا علی ائمۃ الثلاثۃ" صـ

بلکہ یہ بعد کے مشائخ نے جبکہ مقررہ اصولوں سے استنباط کیا ۔ تو احادیث سے مخالفت ہو گئی لہذا آئمہ ثلاثہ پر طعن نہیں کیا جائے گا ۔

شیخ المشائخ دیوبند مولانا محمود الحسن صاحب اپنے محقق رسالہ ایضاح الادلہ میں فقہ حنفی کی اصلیت کا عقدہ یوں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "

اکثر فقہاء متعین نے بعض مسائل حضرت امام مالک رحمۃ اللہ سبحانہ وغیرہ کی طرف منسوب

کر دیئے ہیں۔ حالانکہ کتب مذہب مالک سے اس کا خلاف معلوم ہوتا ہے۔ اب آپ ہی فرمایئے۔ کہ فقہا ناقلین مذہب کا اعتبار ہوگا۔ یا خود (کتب) مذہب مالکی کو ٹھیک سمجھا جائے گا۔ بلکہ خود فقہ حنفی کو دیکھ لیجئے۔ کہ نقل مذہب امام و صاحبین میں مواضع متعددہ میں اختلاف ہوگا اور بعض مواضع میں بعض ناقلین کی غلطی محقق ہو چکی ہے۔ (ایضاح الادلہ ص۲۰۱ مطبوعہ جمال پرنٹنگ ورکس دہلی)

مصنفین کتب فقہ حنفی

سطور فوق سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مصنفین کتب قابل اعتماد نہیں، ذیل میں مولانا ابوالحسنات سید عبدالحی لکھنوی حنفی کی قلم سے مصنفین کتب کی مذہبی کیفیت بھی ملاحظہ فرماتے چلئے۔

ان الحنفية عبارة عن فرقة تقلد الامام ابا حنيفة فى المسائل الفرعية وتسلك مسلكه فى الاعمال الشرعية سواء وافقته فى الاصول العقائد خالصة ام خالفته فان وافقته يقال لها الحنفية الكاملة وان لم توافقه يقال الحنفية مع قيد يوضح مسلكه فى العقائد الكلامية فكم من حنفى حنفى فى الفروع معتزلى عقيدة كالزمخشرى جار الله مؤلف الكشاف وغيره كمؤلف القنية والحاوى والمجتبى شرح مختصر القدورى نجم الدين الزاهدى وقد بسطنا تراجمها فى الفوائد البهية فى تراجم الحنفية وكعبد الجبار وابى هاشم والجبائى وغيرهم وكم من حنفى حنفى فرعا مرجيى او زيدى اصلا وبالجملة فالحنفية لها فروع باعتبار اختلاف العقيدة فمنهم الشيعة ومنهم المعتزلة ومنهم المرجية (الرفع والتكميل مطبوعه انوار محمدی پریس ص۲۷)

حنفیہ سے مراد وہ گروہ ہیں۔ جو فروعی مسائل و اعمال میں امام ابوحنیفہ کی تقلید کرتے ہیں۔ اگرچہ اصول و عقائد میں موافق ہوں۔ یا نہ ہوں پس اگر تو وہ اصول و عقائد میں موافق ہیں۔ تو ان کو خالص حنفی کہا جائے گا پس اگر عقاید میں موافقت نہیں۔ تو جس مذہب کا عقیدہ رکھتے ہوں گے۔ اس کی نسبت سے حنفی کہا جائے گا۔ پس اس اعتبار سے کئی حنفی تو معتزلی ہیں۔ جیسا کہ مؤلف کشاف جاراللہ زمخشری اور مؤلف قنیہ اور حاوی اور مجتبیٰ نجم الدین زاہدی عبدالجبار ابی ہاشم اور جبائی وغیرہ فوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ میں ہم نے تفصیل سے ان کے تراجم لکھ دیئے ہیں۔ اور کئی حنفی اصلاً تو مرجیہ اور زیدی

رافضی ہیں۔ مگر فرعاً حنفی اور اصلیت یہ ہے کہ باعتبار فروع کے حنفی لوگوں کی کئی ایک شاخیں ہیں بعض تو عقیدۃً شیعہ ہیں اور بعض مرجیہ اور بعض معتزلی۔

مولانا ولایت علی شہرہ آفاق حنفی بزرگ نے مذکورہ حقیقت کو جس تشریح سے بیان فرمایا۔ ان کے مؤلفہ رسالہ عمل بالحدیث میں پڑھیے۔ احادیث مستند مستند و اقوال مجتہدین غیر مستند یعنے حال رواۃ و ثقاہت و استشہاد شاں از شرائط ذکر است و اقوال مجتہدین کہ مذکور میکنند سند آں ذکر نے کنند از آئمہ کدام شنید و از کدام روایت میکند و احوال راویان چیست تا کہ سند قول موافق شرائط مذکور نگردد آں قول چہ اعتبار دارد چہ داند کس ایں قول امام است یا کسے دیگر بربستہ چنانچہ بعض نادان نقلہا ے وسواس محض افترا منسوب امام اعظم میکنند گما اینکہ مردمان اوشاں را کمال متقی معلوم کنند اھ ۱۹

خلاصہ ترجمہ۔ کتب فقہ حنفی میں جو اقوال ائمہ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ ان کی سند مثل احادیث کے نہیں کہ جس سے ان کا صحیح یا غلط ہونا معلوم کیا جا سکے۔ پس جبکہ اصلیت یہ ہے۔ تو پھر کیسے یہ معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ کس نے روایت کی اور وہ سچا ہے یا جھوٹا پس اس اعتبار سے یقین کیا جاتا ہے کہ کہنے والے نے صحیح طریق پر قول امام نقل کیا ہے۔ یا کہ ان پہ افترا کیا ہے۔ چنانچہ بعض نادان اپنی علمیت کا سکہ بٹھانے کے لئے امام صاحب پر افترا کر دیتے ہیں تا کہ لوگ ان کے تقوے کی داد دیں۔ مکرر وضاحت سے فرماتے ہیں۔ برواقفا کتب افقہا پوشیدہ نیست۔ کہ از امام اعظم کتابے منقول نیست کہ براو بنائے مذہب شاں نمودہ آید۔ جو لوگ کتب فقہ حنفی سے واقفیت رکھتے ہیں۔ ان پر ظاہر ہے۔ کہ امام صاحب سے کوئی ایک کتاب بھی منقول نہیں کہ جس پر ان کے مذہب کی بنیاد رکھی جائے۔

علم حدیث اور امام صاحب ابتدا میں صاحب مشکوۃ سے ذکر ہو چکا کہ ہم نے مشکوۃ میں کوئی ایک حدیث بھی اگرچہ امام ابو حنیفہ سے نقل نہیں کی۔ تاہم ان کا ذکر تبرکاً مناسب سمجھا گیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ نور اللہ مرقدہٗ نے شرح موطا میں اس حقیقت کو یوں آشکار فرمایا ہے۔ آں (ابو حنیفہ) یک شخصے است۔ کہ رؤس محدثین مثل احمد و بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ والدارمی یک حدیث

از دے درکتاب ہائے خود روایت نہ کردہ اند (مصفی معہ مسوی شرح موطا صہ) امام ابوحنیفہ ہی ایسے امام ہیں کہ محدثین مثل امام احمد و بخاری۔ مسلم ابو داود۔ نسائی ابن ماجہ دارمی وغیرہ نے اپنی تصنیفات میں ایک روایت بھی ان سے ذکر نہیں کی۔

عدم روایت کی وجوہات اول تو امام صاحب کو علم حدیث سے دلچسپی ہی نہ تھی جیسا کہ خود ان کے اپنے بیان سے ذکر ہو چکا ہے۔ کہ حضرت حماد کی عین حیات سنہ ۱۲۰ھ تک ان ہی کے درس میں فقہ پڑھتے رہے اگر امام اوزاعی عطا اور دوسرے آئمہ حدیث سے کچھ تبرکاً استفادہ بھی کیا۔ تو وہ برائے نام ہے اور مزید براں کمزوری حافظہ کی وجہ سے محدثین نے آپ کو ضعیف سمجھ کر عمداً بھی نظر انداز کیا۔ چنانچہ میزان الاعتدال میں آپ کا ترجمہ یوں لکھا ہے:۔

النعمان بن ثابت بن زوطی ابوحنیفۃ الکوفی امام اہل الرائے ضعفہ النسائی من جہۃ حفظہ وابن عدی وآخرون (جلد ۳ صہ ۲۳۷ مصری)

امام ابوحنیفہ کوفی رائے قیاس والوں کے امام ہیں۔ نسائی ابن عدی اور دوسرے محدثین نے آپ کو حافظہ کی کمزوری کے سبب ضعیف قرار دیا ہے۔

خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجر تخریج ھدایہ میں فرماتے ہیں۔

عن ابی حفص عمر بن علی قال ابوحنیفۃ لیس بحافظ مضطرب الحدیث ذاھب الحدیث (درایہ فی تخریج ہدایہ صہ ۹۳ فاروقی پریس دہلی)

ابی حفص عمرو بن علی نے کہا۔ کہ امام ابوحنیفہؒ کا حافظہ صحیح نہیں حدیث بیان کرنے میں بہت گڑبڑ کر دیتے ہیں۔

الفیہ عراقی کے حاشیہ میں ہے۔

فیکون قادحا کما فی الذھبی وابن عبدالبر وابن عدی والنسائی والدار قطنی فی ابی حنیفۃ انہ ضعیف من قبل حفظہ (مطبوعہ فاروقی پریس دہلی صہ ۵)

پس جرح قادح کی مثال یہ ہے۔ جیسا کہ ذہبی نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ابن عبداللہ عدی نسائی دارقطنی نے امام ابوحنیفہ کو ضعف حافظہ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

سلطان المحدثین امام بخاری تاریخ صغیر میں لکھتے ہیں :-

قال الحمیدی فی رجل لیس عندہ سنن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا اصحابہ فی المناسک وغیرھا کیف یقلد احکام اللہ فی المواریث والفرائض والزکوٰۃ والصلوٰۃ و امور الاسلام (مطبوعہ انوار محمدی پریس)

امام ابوحنیفہ صاحب کو جبکہ مناسک حج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور تعامل صحابہ کا علم نہیں ہے ۔ تو پھر نماز ۔ زکوٰۃ فرائض وراثت وغیرہ جمیع امور اسلام میں ان کی تقلید کیسے جائز وگوارا ہو سکتی ہے

نعمانی صاحب نے آپ کے اہل الرائے نام سے مشہور ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے "امام صاحب نے فقہ کو مستقل فن بنانا چاہا ۔ تو قیاس کی کثرت استعمال کے ساتھ اس کے اصول وقواعد بھی مرتب کرنے پڑے ۔ اس بات نے ان کو رائے وقیاس کے انتساب سے زیادہ شہرت دی ۔ چنانچہ تاریخوں میں جہاں کہیں ان کا نام لکھا جاتا ہے ۔ امام اہل الرائے لکھا جاتا ہے ۔ (باب حدیث اور اصول حدیث سیرۃ النعمان جلد ۲)

شہرت اہل الرائے کا نتیجہ سطور فوق بلکہ نعمانی کے اعلان سے ثابت ہو چکا کہ حضرت امام کے متعلق قیاس سے فتوے دینے کی عام شہرت ہو گئی ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ۔ کہ ائمہ معاصرین آپ پر بدظن ہو کر آپ کے خلاف فتوے دینے لگے ۔ پس جبکہ حکومت وقت کو یہ خبر ہوئی ۔ تو حکومت نے بھی باز پرس کی ۔ چنانچہ علامہ شعرانی ایسے عقیدت مند نے جو کہ آپ کے چالیس سال نہیں ۔ بلکہ پچاس[1] سال سے بھی زائد عرصہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھنے کے قائل ہیں ہے ۔

اس حقیقت کو عقیدت مندانہ انداز سے یوں لکھا ہے ۔

۱۔ امام مالک کے مشہور شاگرد ابو مطیع بلخی کہتے ہیں ۔ کہ ایک دن جبکہ میں خود جامع مسجد کوفہ میں

---

[1] بلفظہ انہ صلی الصبح بوضوء العشاء اکثر من خمسین سنۃ

حضرت امام صاحب کے پاس تھا۔ تو حضرت سفیان ثوریؒ، امام جعفر صادقؒ، حماد بن سلمہ اور مقاتل بن حیان مشاہیر فقہا پہنچے۔ اور فرمایا۔ کہ ہم کو آپ کے متعلق معتبر ذرائع سے عام خبر پہنچ رہی ہے۔ کہ آپ رائے و قیاس سے فتوے دینے کے عادی ہیں۔ آپ کا ایسا فعل آپ کے لئے خطرناک ہے۔ کیونکہ فان اول من قاس ابلیس "قیاس کا موجد ابلیس ہے" فناظرھم الامام من بکرۃ النھار الجمعۃ الی الزوال پس امام صاحب نے اس موضوع پر ان کے ساتھ صبح سے جمعہ تک مناظرہ کیا اور بالآخر ان کے روبرو اپنا مذہب یوں پیش کیا۔ انی اقدم العمل بالکتاب ثم بالسنۃ ثم باقضیۃ الصحابۃ مقدماً ما اتفقوا علیہ علی ما اختلفوا فیہ وحینئذ اقیس" اولاً ہم قرآن سے پھر سنت ثابتہ سے اور بعدہ صحابہ کے متفقہ تعامل سے فتوے دیتے ہیں۔ اور جس امر میں صحابہؓ مختلف ہیں۔ وہاں ہم قیاس کرتے ہیں۔ فقاموا کلھم وقبلوا یدیہ پس ائمہ مذکورین نے جبکہ یہ الفاظ امام کی زبان سے سنے تو آپ کے ہاتھ کو بوسہ دے کر اٹھے۔

۲۔ دوسرا واقعہ شعرانی نے یوں لکھا ہے۔ فیما کان کتبہ الخلیفۃ ابو جعفر المنصور الی ابی حنیفۃ بلغنی انک تقدم القیاس علی الحدیث فقال لیس الامر کما بلغک یا امیر المومنین انما اعمل اول کتاب اللہ ثم بسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم باقضیۃ ابی بکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنھم ثم باقضیۃ الصحابۃ ثم اقیس بعد ذالک اذا اختلفوا ولیس بین اللہ وبین خلقہ قرابۃ (میزان الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۵۳)

خلیفہ منصور نے آپ کو خط لکھا۔ کہ ہمیں آپ سے متعلق یہ اطلاعات پہنچ رہی ہیں۔ کہ آپ رائے قیاس کو حدیث پر ترجیح دینے کے عادی ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے۔ امام نے اس کا جواب یہ لکھا امیر المومنین میرے متعلق جو اطلاعات آپ کو موصول ہو رہی ہیں۔ وہ بے اصل و بے بنیاد ہیں۔ ہم فتوے دیتے وقت اولاً کتاب اللہ پھر سنت ثابتہ و خلفاء راشدین اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے تعامل کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ پس جس مسئلہ میں صحابہ کا اختلاف ہے۔ وہاں قیاس سے کام لیتے ہیں۔

تقویٰ و خشیت الٰہی

امام شعرانی نے حضرت امام کے تقوے و دیانت داری کا تاریخی واقعہ یوں بیان کیا ہے۔ کہ جواب طلبی سے پہلے یا بعدہ جبکہ منصور نے آپ کو فتوے دینے سے روک دیا۔ تو سألتہ بنتہ فی اللیل عن الدم الخارج من

لحم الانسان ۔۔۔۔ رغ آپ کی لخت جگر نے رات کے وقت آپ سے یہ مسئلہ پوچھا آج (جبکہ میں روزہ سے تھی) میرے مسوڑھوں سے خون نکلا۔ تو وہ تھوک کے ہمراہ گلے سے نیچے اتر گیا۔ پس میرا روزہ باقی رہا یا کہ نہیں۔ حضرت امام نے فرمایا کہ بیٹا مجھے چونکہ میرے امام نے فتوے دینے سے حکماً بند کر دیا ہے۔ لہذا میں اس کے حکم کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ صبح اپنے بھائی حماد سے مسئلہ پوچھ لینا" مورخ ابن خلکان نے بھی یہ واقعہ ذکر کر کے امام صاحب کے تقوے اور دیانت کی داد دی ہے۔

۲۔ صاحب الکمال اور سیرۃ النعمان وغیرہ نے یوں بھی ذکر کیا ہے۔ کہ گورنر کوفہ ابن ہبیرہ (یزید) نے آپ کو محافظ خزانہ بنانا چاہا۔ تو آپ نے اس عہدہ کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ابن ہبیرہ نے کہا آپ کو یہ عہدہ ضرور قبول کرنا پڑے گا حضرت امام نے پوری جرات سے کہا۔ ہم ہرگز یہ عہدہ قبول نہیں کریں گے۔ اس پر وہ بگڑ گیا۔ اور حکم دیا۔ کہ آپ کو دس کوڑے برسرعام دس روز لگائے جائیں چنانچہ آپ نے دنیا کی یہ ذلت آمیز سزا منظور کر لی۔ لیکن آخرت میں اس عہدہ سے جو بازپرس ہونے والی تھی۔ اسے گوارا نہ کیا۔

عہدہ قضا سے انکار

۳۔ منصور نے چونکہ بزور شمشیر سلطنت حاصل کی تھی۔ بنا علیہ مشاہیر علما نے اس کی بیعت کے باطل ہونے کا فتوے دے دیا۔ چونکہ امام صاحب بھی ان ہی علما میں سے تھے۔ نہ صرف یہی بلکہ آپ منصور کے مخالفین کے ہر طرح سے ممد و معاون تھے۔ چنانچہ نعمانی صاحب نے اس تاریخی حقیقت کو بحوالہ نامہ دانشوران یوں لکھا ہے (۱) ۱۴۵ھ میں جب ابراہیم نے علم خلافت بلند کیا۔ تو اور پیشوایان مذاہب کے ساتھ امام صاحب نے بھی ان کی تائید کی۔ خود شریک جنگ ہونا چاہتے تھے۔ لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے شریک جنگ نہ ہو سکے۔ جس کا ان کو ہمیشہ افسوس رہا۔ (۲) آپ نے چار ہزار درہم نقد روانہ کرتے ہوئے ابراہیم کو لکھا۔ کہ اس وقت یہی پاس تھے۔ اگر لوگوں کی امانتیں میرے پاس نہ رکھی ہوتیں تو ضرور خود شریک ہوتا جب آپ دشمنوں پر فتح پائیں تو زخمی اور بھاگ جانے والے سب قتل کریں۔ کیونکہ مخالف بڑی جمعیت رکھتا ہے" مذکورہ خط لکھ کر کے نعمانی صاحب لکھتے ہیں۔ یہ خط صحیح ہو یا غلط مگر اس میں شبہ نہیں کہ امام صاحب ابراہیم کے علانیہ طرف دار تھے۔ بجز اس کے کہ خود شریک جنگ نہ ہو سکے۔

اور ہر طرح سے اس کی مدد کی۔ ابراہیم نے اپنی بے تدبیری سے شکست کھائی اور مارے گئے اس مہم سے فارغ ہو کر منصور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوا۔ جنہوں نے ابراہیم کا ساتھ دیا تھا۔

۱۴۶ھ میں بغداد پہنچ کر امام ابوحنیفہؒ کے نام فرمان بھیجا۔ کہ فوراً پایہ تخت میں حاضر ہوں۔ منصور نے گو پہلے ہی ان کے قتل کا ارادہ کر لیا تھا۔ تاہم بہانہ ڈھونڈھ رہا تھا۔ دربار میں حاضر ہوتے تو ربیع نے کہا (حجابت کا عہدہ رکھتا تھا۔ ان لفظوں سے ان کو دربار میں پیش کیا) یہ دنیا میں آج آپ کا سب سے بڑا مخالف عالم ہے۔ . . . منصور نے ان کی مخالفت کو آزمانے کے لئے قضا کا عہدہ تجویز کیا۔ امام صاحب نے صاف انکار کیا۔ اور کہا کہ میں اس قابل (ہی) نہیں ہوں۔ منصور نے غصہ میں آ کر کہا۔ تم جھوٹے ہو۔ امام صاحب نے کہا۔ اگر میں جھوٹا ہوں۔ تو پھر میرا یہ دعوے ضرور ہی سچا ہے۔ کہ میں عہدہ قضا کے قابل نہیں۔ کیوں کہ جھوٹا شخص قاضی مقرر نہیں ہو سکتا۔

غرضیکہ منصور نے بگڑ کر قسم کھائی۔ کہ عہدہ قضاۃ ضرور قبول کرنا پڑے گا۔ امام صاحب نے بھی قسم کھائی کہ ہرگز قبول نہ کروں گا۔

قید منصور نے مایوس ہو کر حکم دیا۔ کہ ان کو قید کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ کو جیل خانہ میں بند کر دیا۔ پس قید کر دینے کے بعد بھی منصور کا مطالبہ بدستور رہا۔ کہ جب تک عہدہ قضا قبول نہ کرو۔ قید سے رہائی نہیں۔ امام صاحب بھی ہر بار یہی جواب دیتے رہے۔ کہ ہرگز قضاۃ کا عہدہ منظور نہیں۔

موت پس آخری تدبیر منصور نے یہ کی۔ کہ بے خبری میں زہر دلوا دیا۔ لہٰذا قید سے اس وقت ہی چھوٹے۔ کہ قید حیات سے چھوٹ گئے (رضی اللہ عنہ)

خصائل و عادات امام صاحب کے محاسن اخلاق کی صحیح (مگر اجمالی) تصویر ملاحظہ فرمانے کے لئے قاضی ابو یوسف کی وہ تقریر کافی ہے۔ جو کہ ہارون رشید کی فرمائش کے جواب میں امام صاحب سے متعلق کی۔

"جہاں تک میں جانتا ہوں۔ ابوحنیفہؒ کے اخلاق و عادات یہ تھے۔ کہ نہایت پرہیزگار

منہیات سے بہت بچتے ۔ اکثر خاموش رہتے اور غور وفکر میں مستغرق رہتے تھے ۔
اگر کوئی شخص مسئلہ پوچھتا اور آپ کو معلوم ہوتا ۔ تو مسئلہ بتا دیتے ۔ ورنہ کہہ دیتے کہ مجھے یاد نہیں ۔ اور خاموش رہتے ۔ نہایت سخی اور فیاض تھے ۔ کسی کے رو برو اپنی حاجت پیش نہیں کرتے تھے ۔ اہل دنیا سے احتراز اور دنیوی عزت وجاہ کو حقیر سمجھتے تھے ۔ غیبت سے بہت پرہیز کرتے ۔ جب کسی کا ذکر کرتے تو بھلائی سے کرتے ۔ بہت بڑے عالم تھے ۔ مال کی طرح علم کی نشر واشاعت میں بھی خوب فیاض تھے ۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نام آئمہ اسلام میں خصوصیت سے شہرہ آفاق ہے۔ اِسمِ گرامی محمدؒ اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے آپ کا ترجمہ یوں لکھا ہے:۔

"الشافعی الامام حبر الامتہ" (تذکرہ)

آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب و خاندان سے ہیں۔ آپ کے جدِ امجد کا نام چونکہ شافع تھا بنا بریں شافعی مشہور ہوئے۔

پیدائش آپ کی پیدائش سنہ ۱۵۰ھ ہجری سال وفات امام ابو حنیفہؒ ہے بلکہ بعض اہل علم نے لکھا ہے، کہ آپ اسی رات پیدا ہوئے۔ جس رات امام ابو حنیفہؒ نے وفات پائی۔

بشارت صاحب مشکوٰۃ اکمال میں رطب اللسان ہیں۔ جب کہ آپ والدہ محترمہ کے بطن مبارک میں تھے تو ان کو خواب میں دکھایا گیا۔ کہ ان کے بطن مبارک سے آسمان کا مشہور

مشتری نکلا۔ اور وہ ایسا ٹوٹا کہ ریزہ ریزہ اور ذرہ ذرہ ہو کر دُنیا کے تمام شہروں میں پھیل گیا۔ حیرت واستعجاب سے جبکہ قابل معبر سے تعبیر پوچھی گئی۔ تو اس نے کہا۔ آپ کے پیٹ سے اللہ تعالیٰ ایسا جلیل القدر عالم پیدا کرے گا۔ کہ تمام انسانی آبادی اس کے علم سے بہرہ ور ہو گی

غرضیکہ آپ کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارتیں شروع ہو گئیں۔

تعلیم دُنیا میں تشریف فرما ہوئے۔ تو طبعی طور پر آپ کو علم کا انتہائی شوق تھا۔ چنانچہ بالکل چھوٹی عمر میں ہی آپ تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ بوجہ تنگی گذران آپ کے والد محترم استاد کی ماہوار فیس ادا کرنے سے بھی قاصر تھے۔ لیکن حضرت امام شافعی کی علمی محبت اور شغف کا یہ عالم تھا کہ باوجود اس کے کہ استاد سبق نہیں دیتا۔ آپ مدرسہ میں جا کر بیٹھے رہتے۔ دوسرے لڑکوں کے اسباق استاد سے سن کر حفظ کر لیتے۔ اور استاد کی غیر حاضری میں جو لڑکا اپنا سبق بھول جاتا۔ تو شافعی قابل استاد کی طرح ان کو پڑھا اور سمجھا دیتے بس جبکہ استاد کو یہ معلوم ہوا۔ کہ مجھے ایک بہترین اور قابل نائب کی خدمات سرانجام دینے والا مفت مل گیا ہے تو بکمال توجہ شافعی کو پڑھانا شروع کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں آپ نو سال کی عمر میں جید حافظ قرآن ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ہم مسجد الحرام میں اہل علم کی مجالس میں جا کر بیٹھے۔ اور حدیث حفظ کرنے لگے۔ افلاس کا یہ حال تھا۔ کہ کاغذ خریدنے کی بھی گنجائش نہ تھی۔ پس کاغذ کا کام ہڈیوں سے لینا شروع کیا۔ آپ کے حدیث وفقہ کے پہلے استاد حضرت مسلم بن خالد مکی ہیں۔ اسی دوران امام مالکؒ سے تلمذ کیلئے حد اشتیاق ہوا۔ لہٰذا موطا شریف ایک مہربان سے عاریتہً لے کر چند روز میں حفظ کر کے امیر مکہ کے پاس جا کر اپنی آرزو بیان کی۔

امام مالکؒ سے تلمذ والئی مکہ نے والئی مدینہ کے نام زوردار سفارشی چٹھی لکھی۔ تو بکمال مسرت سفارشی خط لے کر چلے جب والئے مدینہ کے پاس پہنچے۔ تو چٹھی پڑھ کر امیر مدینہ نے کہا۔ کہ اے نوجوان اگر آپ مجھے ننگے پاؤں مکہ مکرمہ تک پیدل ساتھ چلنے کو کہیں۔ تو مجھے یہ بہت آسان معلوم ہو گا۔ بہ نسبت اس کے کہ میں آپ کے ہمراہ امام مالک کے دروازے تک چلوں۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ میں نے کہا۔ کہ اے امیر! اگر آپ کو جانا ناگوار ہے۔ تو آپ غلام بھجوا کر امام صاحب کو یہاں طلب کر لیجیے۔“ گورنر مدینہ نے کہا۔ امام صاحب کو یہاں بلوانے کی جرأت کیسے ہے۔ ہاں تو اس

کو بھی اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ آپ کے ساتھ ان کے دروازہ پر پہنچ کر ملاقات کا پیغام عرض کروں
پھر دیر تک وہاں منتظر کھڑا رہوں۔ اور وہ بکمال شفقت زیارت سے مشرف فرمائیں۔ الغرض سوار ہو کر ہم
دروازہ امام پر حاضر ہوئے۔ اور دستک دی۔ تو ان کی خادمہ باہر نکلی۔ گورنر مدینہ نے کہا۔ اپنے آقا سے عرض
کر دو۔ کہ گورنر مدینہ در دولت پر حاضر ہے۔ وہ لونڈی واپس گئی۔ اور بہت دیر بعد لوٹ کر کہا آقا فرما
فرماتے ہیں اگر کوئی مسئلہ مطلوب ہے تو سوال لکھ کر بھیجو اس کا جواب لکھ کر بھیج دیا جائے گا۔ اور اگر کوئی
دوسرا کام ہے تو پھر جمعرات کے دن آجانا۔ گورنر نے کہا واپس جا کر عرض کر دے۔ کہ وہ گورنر مکہ مکرمہ کا ایک
ضروری مکتوب لے کر خاص ضرورت کی بناء پر حاضر ہے۔ لونڈی واپس گئی اور کچھ دیر بعد جب لوٹی۔
تو ایک کرسی لاکر دروازہ پہ رکھی۔ یکلخت امام صاحب تشریف فرما ہوئے۔ جب آپ اطمینان
سے بیٹھ گئے تو امیر مدینہ نے وہ سفارشی چٹھی پیش کی۔ امام صاحب نے وہ پڑھی۔ اس میں لکھا تھا۔
کہ محمد بن ادریس نہایت شریف آدمی آپ سے تلمذ کے لئے حاضر ہے۔ تو امام صاحب نے
انتہائی ناراضگی سے وہ چٹھی پھینک دی۔ اور فرمایا سبحان اللہ کیا علم رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اب
سفارشوں کا محتاج ہو چکا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں جرأت سے آگے بڑھا اور
عرض کیا جناب احقر ایک مفلوک الحال مطلبی خاندان کے افراد سے میراث نبوت یعنے علم کا طالب گار
ہے۔ اس پر امام صاحب نے پوری توجہ اور گہری نظر سے بغور مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ تو میں نے
بھی اپنے خداداد فہم و فراست سے یہ اندازہ لگالیا۔ کہ واقعی امام صاحب انتہائی فہم و فراست کے دانا اور
عقل مند ہیں۔ بالآخر آپ نے فرمایا۔ تمہارا نام کیا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ "محمد" اس پر آپ نے فرمایا محمد
خدا تعالیٰ کے خوف اور ڈر کو دل کی گہرائیوں میں جگہ دو۔ اور اس کی نافرمانی اور حکم عدولی سے
بچو۔ تو یقیناً تم بڑی عظمت و شان والے ہو جاؤ گے۔ میں نے عرض کیا۔ آپ کا فرمان سر آنکھوں پر صدق
دل سے اس کی قدر کرتا ہوں۔ کوشش سے اس پر کاربند رہوں گا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ اے محمد! اللہ نے
تمہارے دل میں نور ڈالا ہے۔ پس اس کو گناہوں کے ذریعے مت بجھانا۔ اب تم جاؤ۔ اور کل کسی موطا پڑھنے
والے کو اپنے ہمراہ لیتے آنا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت موطا تو مجھے خود حفظ ہے لہذا حسب الحکم جب
دوسرے روز حاضر ہوا۔ اور موطا پڑھنا شروع کیا۔ تو آپ کو میری موطا کی قرأت اس قدر پسند آئی کہ جب
مجھے آپ کے اکتا جانے کا خیال گزرتا۔ اور میں پڑھنے سے رکنے کی کوشش کرتا۔ تو آپ بخوشی فرماتے۔ کہ

پڑھو پس چند ہی روز میں موطا ختم ہو گیا۔ (امام شافعیؒ تیرہ[۱۳] سال کی عمر میں درس مالکی میں شامل ہوئے تھے طبقات الکبریٰ شعرانی)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ امام صاحب مجھ سے بہت زیادہ محبت کرتے۔ اور مجھے بھی ان کی صحبت دل و جان سے عزیز تھی۔ لہذا تا وفات استاد میں نے بھی آپ کی صحبت کا لطف حاصل کیا رضی اللہ عنہ۔ امام شافعی کی عزت و قدر کا اندازہ اس سے لگا لیجیے۔ کہ جب کبھی آپ امام مالک کا قول نقل فرماتے۔ تو مسرت سے کہتے۔ یہ قول ہمارے استاد محترم کا ہے۔ (ملخص از اکمال)

دستار فضیلت علامہ ذہبی ترجمہ شافعی میں رقمطراز ہیں۔ کہ آپ کو بیس برس کی عمر میں اساتذہ نے دستار فضیلت و فتوے کی اجازت سے سرفراز کر دیا تھا۔ آپ ناصر السنہ وناصر الحدیث کے نام سے مشہور ہوئے۔

علم اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں۔ کہ "اقوال شافعی میں بہت ہی کم ایسے ہیں جو کتاب و سنت صحیحہ سے ثابت نہ ہوں۔

۲۔ آپ کے شاگرد امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ اہل علم اور اہل دواوین سب شافعی کے زیر احسان ہیں۔

۳۔ حضرت اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں۔ کہ قیام مکہ مکرمہ میں مجھ سے کسی نے کہا کہ آئیے آپ کو ایسا جلیل القدر عالم دکھاؤں کہ اس جیسا کوئی دوسرا عالم تیری آنکھوں نے دیکھا ہی نہ ہوگا۔ پس مجھے شافعی کے پاس لے جا کر ملا دیا

۴۔ ابو ثورؒ فرماتے ہیں۔ کہ امام شافعی جیسا کوئی عالم دیکھنے میں نہیں آیا۔

۵۔ ذہبی فرماتے ہیں۔ آپ حدیث نبوی کے حافظ اور اس کے علل و اسباب سے خوب واقف و ماہر تھے۔ اور سوائے حدیث صحیح ثابت کے قبول نہیں کرتے تھے۔ اگر ان کی زندگی مزید وفا کرتی۔ تو علم حدیث کی انتہائی خدمت سر انجام دیتے۔ آپ نے یکم شعبان ۲۰۴ھ ہجری کو مصر میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ

بچپن میں خواب صاحب مشکوٰۃ اکمال میں رقمطراز ہیں۔ کہ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں۔ کہ بچپن میں مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا (من رھطک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

آپ کے خاندان سے ہوں۔ فرمایا۔ ذرا آگے آجاؤ۔ لہٰذا میں آپ کے قریب ہوا۔ تو آپ نے اپنا لعاب مبارک میرے منہ میں ڈال دیا۔ وہ میرے ہونٹوں اور زبان پر پھیل گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ جاؤ بیٹا۔ اللہ تعالٰے تمہارے علم وعمل میں برکت کرے"

دوسرا خواب ۲۔ صاحب مشکوٰۃ نے یوں ذکر کیا ہے۔ کہ امام صاحب فرماتے ہیں۔ لڑکپن میں میں نے خواب دیکھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف میں نماز پڑھا رہے ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے لوگوں کو علم پڑھانا شروع کیا۔ تو میں بھی بکمال شوق آگے بڑھا۔ اور عرض کیا۔ کہ حضور مجھے بھی تعلیم فرمایئے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آستین مبارک سے ایک میزان نکال کر مجھے عطا کرتے ہوئے فرمایا۔ ھذی الك (یہ تیرا حصہ ہے) میں نے (اس خواب) کی تعبیر ایک قابل معبر سے دریافت کی۔ تو اس نے کہا۔ انك تصیر اماماً فی العلم وتکون علی السنۃ سنت پر ہوں گے۔ اور علم میں امام مانے جائیں گے فانك تعلم حقیقۃ الشیٔ فی نفسہ آپ علوم کی کنہ حقیقت سے آشنا ہوں گے۔ آپ کا علم وعمل گویا شرعی میزان ہوگا۔

تصدیق ۳۔ آپ کی رویائے صادقہ کی تصدیق آئمہ اسلام سے ایک نظر ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ علامہ ابن خلکان رقمطراز ہیں۔ کہ حضرت امام شافعیؒ کو کتاب وسنت اقوال وآثار صحابہ اور سلف کے اختلافی مسائل کلام عرب اور لغت عرب اشعار عرب وغیرہ میں اتنی مہارت حاصل ہے کہ دوسرے کسی کو وہ میسر نہیں۔

۲۔ امام احمد بن حنبلؒ کا قول صاحب مشکوٰۃ نے یوں ذکر کیا ہے کہ زمانہ شافعی میں علوم اسلام کا حامل وعامل میری دانست میں شافعیؒ سے زیادہ کوئی دوسرا نہیں تھا۔ بنا بریں میری عادت ہے ہر نماز کے بعد دعا کرتا ہوں۔ کہ یا الٰہی مجھے میرے ماں باپ وامام شافعی کو بخشش دے۔

۳۔ آپ کے خلف الصدق حضرت عبداللہ کہتے ہیں۔ کثرت دعا سے متاثر ہو کر میں نے والد ماجد سے متعجبانہ انداز سے سوال کیا

ای الرجل کان الشافعی فانی سمعتك کثرۃ الدعا له

شافعی کون بزرگ ہیں جن کے متعلق آپ سے بکثرت بخشش کی دعا سنتا ہوں؟

تو والد صاحب نے فرمایا ۔

کان الشافعی کالشمس فی النھار وکان العافیۃ للناس

یعنے شافعی مسلمانوں کے لئے ایسا ہی ہے ۔ جیسے دن کے لئے سورج اور انسانوں کے لئے تندرستی ہے ۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح امام شافعی کی عظمت و رفعت علمی تذکرہ فرمایا ہے ۔ وہ مذہب شافعیؒ اور محاکمہ حجۃ الہند کا ذیل میں آگے آرہا ہے

خواب شافعی کی تصدیق

(۱) دجاء ھم تابعین ھم من ربھم

(۲) دکان نظرہ یصل الی حقیقۃ العلل والاسباب

۳۔ شافعی آیت است از آیات اللہ ۔ (شاہ ولی اللہ)

۴۔ حضرت صالحؒ فرماتے ہیں ۔ کہ حضرت شافعیؒ میرے والد کی عیادت کے لئے تشریف فرما ہوئے ۔ تو باوجود ضعف علالت کے محبت و احترام سے اُٹھے اور امام صاحب کی پیشانی کو بوسہ دیا ۔ اور اپنی مسند خاص پر بٹھایا ۔ اور خود ان کے سامنے مودبانہ بیٹھ کر مسائل پوچھتے رہے پھر جبکہ امام صاحب سوار ہوئے ۔ تو ان کی داہنی رکاب تھامے کچھ فاصلہ تک آپ کے ساتھ پیدل چلتے گئے اس واقعہ کی خبر جب حضرت یحییٰ بن معین کو پہنچی تو انہوں نے کہا ایسا کیوں کیا ۔ والد صاحب نے اس کے جواب میں کہا ۔ اے ذکریا (یحییٰ بن معین کی کنیت) اگر دوسری رکاب تھامے ہوئے آپ بھی ساتھ چلتے ۔ تو ضرور نفع اٹھاتے ۔ اس لئے کہ من اراد الفقہ فلیشم ذنب ھذہ البغلۃ (الکمال) یعنے جو شخص فقہ اسلام کی واقفیت کا خواہش مند ہو ۔ اسے اس (شافعیؒ کے) خچر کی لید سونگھنی چاہیئے ۔

۵۔ صاحب مشکوۃ رطب اللسان ہیں ۔ وفضائلہ اکثر من ان تحصی کان امام الدنیا وعالم الناس بالارض، شرقا وغربا جمع اللہ لہ من العلوم والمفاخر ما لم یجمع الامام قبلہ ولا بعدہ یعنے امام شافعی کے فضائل شمار سے بالا تر ہیں ۔ آپ شرقاً غرباً تمام دنیا اسلام کے مسلمہ امام ہیں ۔ تمام علوم اور سب قابل فخر بھلائیاں اللہ تعالےٰ نے آپ میں جمع کر دیں ۔ کہ کسی دوسرے میں نہ تو آپ سے پہلے پائی گئیں ۔ اور نہ ہی بعد میں کوئی ایسا ہوا ۔

۶۔ مزید رقمطراز ہیں ۔ کہ تمام آئمہ حدیث و فقہ اور لغت و نحو وغیرہ کلی طور پر امام شافعی کی ثقاہت عدالت

امانت زہد و تقویٰ پرہیزگاری سخاوت اخلاق حسنہ علو مرتبہ پر متفق ہیں آپ کے فضائل و مناقب اس کثرت سے ہیں کہ جس قدر بھی طویل طویل بیان کئے جائیں وہ کم از کم ہیں۔

۷۔ طبقات الکبریٰ میں علامہ شعرانی رطب اللسان ہیں کہ آپ کے شاگرد ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کے حلقہ درس میں سات سو طلباء کی حاضری ایک ہی وقت میں دیکھی ہے اور آپ فرماتے تھے۔ اذا صح الحدیث فھو مذھبی صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے۔

۸۔ نیز میری دلی خواہش یہی ہے کہ خلق کثیر مجھ سے علم دین حاصل کرے۔ مگر کسی مسئلہ میں کوئی قول میری طرف منسوب نہ ہو۔

۹۔ شیخ الاسلام ابو زکریا فرماتے ہیں۔ کہ امام شافعی کی اس خواہش کو اللہ تعالیٰ نے اس درجہ قبول فرمایا کہ مشاہیر شافعیہ حضرت رافعی اور نووی اذکشی وغیرہم کے اقوال ہی کو بنیادی طور پہ شہرت حاصل ہے۔ مذہبی حیثیت سے شافعی کے اصلی قول کا چرچا ہی نہیں پایا جاتا۔

۱۰۔ شعرانی رقمطراز ہیں کہ حجاز سے فارغ ہو کر آپ علاقہ یمن کے شہر صنعا میں تشریف لے گئے۔ آپ کے چچا وہاں عہدہ قضا پر فائز تھے۔ لہذا آپ کے علم و فضل کا چرچا پورے یمن میں خوب ہوا۔ — — — — — اور اہل یمن نے آپ سے بہت زیادہ استفادہ کیا۔ بعدہ آپ عراق میں تشریف فرما ہوئے اور امام محمد شاگرد امام ابوحنیفہؒ وغیرہ سے خوب مناظرے ہوئے۔ غرضیکہ حجاز یمن عراق وغیرہ فقہا کے مذاہب اور اقوال کی خوب چھان بین کی۔ ان کو کتاب و سنت اور آثار صحابہ سے مطابق کر کے صحیح فقہ اسلام کو از سر نو مرتب کیا۔ اور کتابیں لکھیں جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اہل الرائے کے مقابلہ میں آپ کا نام عراق میں ناصر السنۃ کے معزز لقب سے شہرہ آفاق ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام ممالک کے فقہا متاثر ہوئے۔ اور اکثر آئمہ و فقہا مذاہب نے اپنے اپنے مسلک کو چھوڑ کر شافعی کا مسلک اختیار کیا۔ یہ دیکھ کر جاہ پسند حاسدین کو اپنے وقار کی حفاظت کے لئے غلط اور ناجائز پروپیگنڈے کے سوا کچھ چارہ نہ ہوا۔ بالآخر حضرت شافعیؒ نے محسوس کیا۔ کہ ہمارا مقصد چونکہ کتاب و سنت کی نشر و اشاعت اور تبلیغ ہے۔ تو عراق کو خیرباد کہتے ہوئے ۱۹۹ھ مصر میں تشریف فرما ہوئے شروع شروع میں تو لوگوں نے چنداں توجہ نہ دی۔ لیکن بالآخر آپ کے علم و فضل کے نور سے ایک دنیا روشن ہو گئی اور اقصائے عالم سے تشنگانِ

کشش کی مانند علماء فقہاء ان کی طرف کھنچے چلے آئے۔

۱۰۔ حضرت امام مالک نے جو دعا بطور پیش گوئی فرمائی تھی۔ کہ اے محمد اللہ تعالےٰ نے تیرے دل میں نور روشن کیا ہے۔ اور نور بڑی تدبر و شان والا ہوگا۔ وہ بھی اس بشارت کی تشریح تھی۔ جو رویائے صادقہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شافعیؒ سے فرمائی تھی۔

شان مجددیت خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجر فتح الباری میں رطب اللسان ہیں۔ کہ امام شافعی دوسری صدی ہجری کے مجدد وقت اور مثیل عمر بن عبد العزیز تھے۔ فرق صرف خلافت کا رہ گیا تھا

عبادت و تقوی علامہ شعرانیؒ رقمطراز ہیں۔ آپ نے رات کے تین حصے مقرر کر رکھے تھے۔ اول رات تحریر و تقریر و تصنیف دوسرے حصہ میں سوتے اور آخری تہائی رات نوافل میں گزارتے۔ بلکہ ایک قول یہ بھی ذکر کیا ہے۔ کہ آپ بہت کم سوتے تھے!

خصائل حمیدہ ۱۔ آپ پورے حزم کے ساتھ فرماتے تھے۔ کہ پوری زندگی میں میری زبان نے جھوٹ نہیں بولا۔

۲۔ اور نہ ہی کبھی سچی یا جھوٹی قسم کھائی۔

۳۔ پوری عمر سفر و حضر اور سردی کے موسم وغیرہ جمعہ کے غسل میں کوتاہی نہیں ہوئی۔

۴۔ سترہ سال کی عمر سے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

۵۔ پوری عمر اپنے ہاتھ میں عصا پکڑ کر چلتے رہے۔ فلسفہ یہ بتایا کرتے کہ دنیا سے مسافرانہ حال چل رہا ہوں

۶۔ آپ فرمایا کرتے کہ جو کوئی دل کو نور ایمان سے منور کرنے کا خواہش مند ہو۔ اسے تنہائی۔ کم کھانے کا دستور، عام مجالس سے دوری۔ جہلا سے علیحدگی۔ علماء سوء سے اجتناب اور اللہ والوں کی مجالس کو لازم پکڑنا چاہیے۔

دلی خواہش آپ فرماتے تھے۔ کہ میری دلی خواہش یہ ہے۔ کہ ہر مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود پڑھے۔

جود و سخا صنعاء یمن سے جب آپ مکہ مکرمہ آئے۔ تو آپ بیس ہزار اشرفیاں رومال میں باندھ کر لائے۔ اور مکہ شہر سے باہر خیمہ لگایا۔ پس جو لوگ آپ کی ملاقات کے لئے آتے آپ انھیں اشرفیاں

دیتے۔ حتیٰ کہ تمام اشرفیاں ختم ہوگئیں ۔ تو آپ شہر میں داخل ہوئے ۔

۲۔ آپ کے شاگرد مزنی کہتے ہیں ۔ کہ پوری عمر میں آپ سے زیادہ سخی میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

۳۔ یک غلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا اشرفیوں کی یہ تھیلی میرے مالک نے آپ کی خدمت میں بھجوائی ہے۔ آپ نے اٹھوا کر اندر بھجوا دیں ۔ اسی وقت ایک شخص بہت مفلوک الحال بھی وارد ہوا۔ اور عرض کیا حضرت رات کو میری بیوی کے لڑکا پیدا ہوا ہے ۔ مگر ہمارے گھر کھانے کو کچھ بھی نہیں امام صاحب نے وہی تھیلی اٹھا کر اس کو دے دی ۔ حالانکہ آپ کے گھر بھی اس وقت کھانے کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ (اکمال)

شجاعت وبہادری

علامہ ذہبی فرماتے ہیں ۔ کہ امام شافعیؒ قریش کے اندر تیراندازی میں ضرب المثل تھے ۔

علامہ شعرانی نے طبقات میں آپ کے بہت سے حکیمانہ اقوال درج کئے ہیں :۔

اقوال زرین

۱۔ آپ فرمایا کرتے جمال العلماء کرم النفس۔

۲۔ علم کی زینت تحمل اور زہد و تقویٰ سے ہے ۔

۳۔ علماء ربانی کا فقر اختیاری اور جہلا کا فقر اضطراری ہوتا ہے ۔

۴۔ علم صرف حفظ کرنے یا پڑھنے کا نام نہیں ۔ بلکہ اصل علم وہ ہے جس سے آخرت کا فائدہ حاصل ہو ۔

۵۔ اگر کوئی کوشش کرے کہ تمام لوگ اس سے خوش ہوں ۔ تو ایسا ہو نہیں سکتا۔

۶۔ جو کوئی تیرے سامنے کسی کا شکوہ کرتا ہے یقیناً وہ تیرا دوسرے سے گلا کرنے والا ہے ۔

۷۔ اپنے بھائی کو تنہائی میں نصیحت کرنے والا اس کا سچا خیر خواہ ہے ۔

۸۔ برسر مجلس نصیحت کرنے والا بدخواہ ہے ۔

ہیبت وجلال

آپ کی مجلس میں طلبا کو یہ جرات نہ تھی ۔ کہ آپ کے سامنے پانی تک پی سکیں ۔

لباس

آپ چادر اوڑھتے اور گاؤ تکیہ سے ٹیک لگاتے تھے ۔ اور اپنے نیچے بھی گدیلے رکھتے لباس آپ کا سفید اور درمیانہ ہوتا۔ آپ نے انگوٹھی پر نقش کروا رکھا تھا۔ کفیٰ باللہ ثقۃ لمحمد بن ادریس ۔

صحت آپ کے شاگرد یونس بن عبدالاعلے کہتے ہیں۔ کہ میری آنکھوں نے شافعیؒ سے زیادہ بیماریوں میں گھرا ہوا کسی مرد کو نہیں دیکھا۔ بواسیر خونی سب پر غالب تھی۔

آپ کی وفات علم کا جنازہ تھی حضرت ربیعؒ کہتے ہیں۔ کہ شافعیؒ کی خبر وفات سننے سے ایک روز پیشتر ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں۔ اور لوگ ان کا جنازہ اٹھائے جا رہے ہیں۔ پس اس حیرت ناک اور تعجب خیز خواب کی تعبیر صبح ہوتے ہی میں نے اہل علم سے دریافت کی۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ اس سے دنیا کے سب سے بڑے عالم کی موت مراد ہے۔ لان اللہ تعالیٰ علم ادم الاسماء کلھا کان یسیراً حتی مات الشافعی (الکمال)

بعد وفات حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے خواب میں امام شافعی سے ملاقات ہوئی۔ تو عرض کیا۔ کہ فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ مجھ کو نورانی تاج پہنایا۔ اور مجھے بہترین بیوی عطا کرتے ہوئے فرمایا۔ اے شافعیؒ یہ بدلہ اور اجر ہے۔ کہ تو دنیا میں میری عطا اور رضا پر خوش رہا۔

مذہب و مسلک آپ امام مالکؒ کے صحیح علم و عمل اور عقیدہ و مسلک کے عامل و حامل تھے۔ چنانچہ حضرت حجۃ الہند نے اس حقیقت کو جس انداز سے ذکر کیا ہے۔ حنفی زبان سے سنئے:۔

> مذہب کے ماہر پر یہ بات پوشیدہ نہیں۔ کہ مذہب شافعی کی اصل احادیث و اثار سے مرقوم اور مشہور ہے۔ جس کی خدمت علماء نے کی ہے۔ ایسی بات دوسرے کے مذہب میں واقع نہیں ہوئی۔ مثلاً ان کے مذہب کی اصل کتاب موطا ہے۔"
> (الکشاف ص۹)

مزید وضاحت سے رطب اللسان ہیں:۔

> نیز ان کے مذہب کی اصل کتابیں۔ صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ اور ابو داؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ دارمی۔ مسند شافعی اور سنن نسائی سنن دارقطنی۔ اور بغوی کی شرح السنۃ وغیرہ ہیں۔ (الکشاف ص۹)

ناطق فیصلہ حجۃ الہند رقمطراز ہیں:۔
"تم کو واضح ہو گا۔ کہ جو کوئی مذہب شافعی سے دشمنی رکھتا ہے۔ اجتہاد مطلق کے رتبہ سے محروم ہے۔ اور علم حدیث اس بات کا منکر ہے۔ کہ ایسے شخص کی خیر خواہی کرے۔ جو شافعیؒ اور ان کے ہمراہیوں کا طفیلی نہ بنے ہے
ادب کی راہ سے ان لوگوں کا طفیلی بن
سفارشی میں نہیں دیکھتا ادب کے سوا! (کشاف ۵۸)

حضرت حجۃ الہند کو حضرت امام شافعیؒ سے قلبی شغف ہے۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

فقیہہ اسلام شعرانی کا قول ذکر ہو چکا۔ کہ تمام فقہا اسلام کے مذاہب کو جمع کر کے حضرت شافعیؒ نے کتاب وسنت و تعامل صحابہ پر پیش کر کے اور صحیح فقہ مرتب کر کے اسلامی خدمت انجام دی جس سے جمیع فقہا آپ کے مسلک کے گرویدہ ہو گئے۔ حضرت حجۃ الہند نے اس مسلک کو یوں آشکار کیا ہے۔ حاصل یہ کہ جب امام شافعی نے متقدمین کی ایسی مختلف حالت دیکھی، تو از سر نو فقہ کو مرتب کیا اس کے اصول و فروع کی ترتیب دی، بہایت زرانت سے کتابیں تصنیف کیں تمام فقہا ان کی خدمت میں جمع ہوئے ان کتابوں کا اختصار کیا، اور ان پر شروح لکھیں، ان کے دلائل بیان کئے (آیات اللہ الکاملہ صـ۲۲۶)

شاہ صاحب کی اس تشریح سے ظاہر ہے۔ کہ شافعی کا مسلک کتاب وسنت کا مظہر ہے اور ان سے پہلے کے سب آئمہ و فقہا مذاہب کا عطر و نچوڑ ہے

"کیوں کہ ان کے عہد میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سب اقوال امام شافعی کے عہد میں جمع کئے گئے۔ (آیات اللہ صـ۲۲۶)

چنانچہ شعرانی رقمطراز ہیں:۔ امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے۔

اہل حدیث فی کل زمان کالصحابۃ فی زمانھم وکان یقول اذا رایت صاحب الحدیث فکانی رایت احداً من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان یقول ایاکم والاخذ بالحدیث الذی اتاکم من بلاد اھل الرای الا بعد التفتیش فیہ (میزان الکبریٰ جلد ا صـ۴۹)

یعنی اہل حدیث ہر زمانہ میں صحابہ رضوان اللہ علیہم کی مانند ہیں پس جب مجھے کوئی اہل حدیث مل جاتا ہے۔ تو مجھے ایسی خوشی ہوتی ہے جیسے کہ ایک صحابی کے ملنے سے خوشی ہوتی ہے نیز آپ پورے حزم سے فرمایا کرتے عراق کے اہل الرائے (حنفی) لوگوں کی وساطت سے جو حدیث موصول ہو اسے پوری تحقیق و تفتیش کے بعد قبول کرو۔

مزید سننے شافعی کا مذہب و مسلک کتاب و سنت کی اتباع ہے چنانچہ حجۃ الہند نے حجۃ اللہ البالغہ انصاف اور عقد الجید وغیرہ میں پوری وضاحت سے رقم فرمایا جسے حنفی مترجم نے یوں ادا کیا ہے :-

۱۔ امام شافعیؒ نے کہا ہے۔ کہ جب میں کوئی قول کہوں۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے قول کے خلاف فرمایا ہو۔ تو جو حدیث پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے پایہ ثبوت کو پہنچے وہی بہتر ہے۔ ایسی صورت میں میری تقلید مت کرنا۔

۲۔ نیز فرمایا۔ کہ جب تم کو کوئی حدیث ایسی پہنچے کہ میرے مذہب کے مخالف ہو تو اس حدیث کی اتباع کرنا۔ اور اس حدیث کو میرا مذہب جاننا۔

۳۔ یہ بھی ثابت ہوا ہے۔ کہ انہوں نے کہا۔ کہ جب تم کو میرا مذہب کسی مسئلہ میں پہنچے۔ تو تمہارے عندیہ میں کوئی حدیث صحیح اس کے مخالف ثابت ہو۔ تو جان لیجو میرا مذہب حدیث مذکور ہی کا مضمون ہے (مسلک مروارید ۵۴)

نہ صرف یہی بلکہ بحوالہ تذکرہ پیچھے گذر چکا ہے کہ آپ نے تلامذہ سے فرمایا۔ اذا رأیت حدیثاً فلم اخذ بہ فاشھدکم ان عقلی قد ذھب۔

حجۃ الہند کا فیصلہ امام شافعی نے توضیح کردی ہے کہ علماء صحابہ اور تابعین ہر مسئلہ میں احادیث کے متلاشی رہے ہیں۔ جب ان کو کوئی حدیث نہ ملی۔ تو انھوں نے کوئی دوسرا استدلال کیا۔ استدلال کے بعد جب بھی ان کو کوئی حدیث ملی۔ تو انہوں نے اپنے اجتہاد کو ترک کر دیا۔ اور حدیث پر عمل کر لیا۔ (آیات اللہ الکاملہ ۲۹۵)

بلکہ امام شافعی نے فرمایا کہ ہمارا اصل مذہب اور صحیح فتوے وہی ہے جو سنت ثابتہ ہو۔ اس کے خلاف اگر کوئی قول ثابت ہو۔ تو وہ متروک و مردود سمجھو۔ اور اسے دیوار پر دے مارو۔ تاکہ وہ ہمیشہ

کے لئے ختم ہو جائے ۔ فاضربوا بقولی الحائط (تذکرہ۔ میزان شعرانی عقد الجید۔ حجۃ اللہ البالغہ)

نہ لو ارشاد مرشد کو حدیث مصطفےٰؐ ہوتے
قیاس مجتہد چھوڑ حدیث مصطفےٰؐ ہوتے

قول حق میں ہندوستانی مورخ نے لکھا ہے :۔

"امام شافعیؒ نے دونوں (مالکی، حنفی) مذہبوں کے اصول و فروع کو دیکھ کر اور ان کے کلیات وجزئیات پر نظر کر کے ان باتوں کو جو ان مذہبوں میں ناقص تھیں پورا کیا۔ اور نئے طرز سے اصول و قواعد کو ترتیب دیا" (قول حق ص۹۳)

مزید صراحت سے لکھا ہے کہ :۔

امام شافعیؒ نے کتاب وسنت پر ہی مدار اپنے مذہب کا رکھا اور کسی خاص شہر کے عالم یا کسی قوم کے فقیہ کے اقوال واصول پر اپنے اجتہاد کی بنیاد قائم نہ کی۔ یہ طریقہ ان کا نہایت ہی اچھا تھا۔ لوگوں کو حد سے زیادہ پسند ہوا۔ اور بڑے بڑے محدثین وفقہا نے ان کے مذہب کی خوبی کا اقرار کیا۔ (قول حق ص۹۴)

باوجود حنفی الخیال ہونے کے اکبر شاہ خان صاحب مسلک شافعیؒ کی خوبی سے متاثر مسرت سے رقمطراز ہیں کہ

متوکل علی اللہ سب سے پہلا خلیفہ تھا۔ جس نے امام شافعی کے فتووں کو حدیث نبوی سے مطابق پاکر ترجیح دی۔ اور علم حدیث کی اشاعت اور علماء حدیث کی قدر دانی میں پوری کوشش سے متوجہ ہوا۔ (قول حق ص۸۰)

تائید غیبی ہشام بن عروہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے خلیفہ متوکل کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ کاش میں محمد بن ادریس کے زمانہ میں ہوتا۔ ان کی زیارت کرتا۔ اور ان سے کچھ پڑھتا اور سیکھتا کیوں کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگو محمد بن ادریس مطلبی واصل رحمت حق ہو گیا۔ اور اپنا نیک عمل پیچھے چھوڑ گیا۔ اس کی اتباع کرو۔ تاکہ ہدایت پاؤ۔ (تاریخ الخلفاء اردو ص۲۳۶)

خلاصہ مذکورہ بیان سے ظاہر ہو چکا ہے کہ امام شافعیؒ کا مذہب ومسلک تمام فقہا مذاہب مکہ مکرمہ

مدینہ منورہ (حجازی) یمنی، شامی، عراقی وغیرہ رضوان اللہ علیہم کے اقوال وفتاوے کا جوہر وعطر ہے۔

۲۔ مذکورہ بیان سے یہ حقیقت بھی آشکارا ہوگئی کہ جیسا حضرت امام مالکؒ کا مذہب ومسلک صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم کے تعامل کا خلاصہ ونچوڑ تھا۔ ایسے ہی مذہب شافعی صحابہ، تابعین اور اتباع تابعین رضوان اللہ علیہم کے مذاہب کا صحیح خلاصہ ہے

حاصل کلام یہ کہ حضرت امام شافعی کی وفات تک تقلیدی مذہب کا وجود مفقود تھا۔ چنانچہ حضرت شافعیؒ کا قول حجۃ اللہ نے بحوالہ ابو ہشام تقلید معین سے دُور ونفور رہنے کے متعلق یوں ذکر کیا ہے۔

میں اس شخص کو جو علم شافعی کے حاصل کرنے کا قصد کرے۔ یہ بتادینا چاہتا ہوں۔ کہ امام شافعی نے اپنی تقلید اور غیروں (دوسروں) کی تقلید سے لوگوں کو منع کردیا ہے۔ (آیات اللہ الکاملہ ۲۳۹)

"انصاف" میں رقمطراز ہیں۔ کہ

امام شافعی کے پہلے سب شاگرد مجتہد مطلق تھے۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا۔ کہ امام کے سب اجتہادی مسئلوں میں امام کی تقلید کرتا ہو۔ (ص۹)

قال الامام الشافعی کل ما قلت وکان قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلاف قولی مما یصح فحدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اولی ولا تقلدونی وفی روایۃ کل مسئلۃ تکلمت فیھا بخلاف السنۃ فانا راجع عنھا فی حیاتی وبعد مماتی (مختصر کتاب المومل لابی شامہ ص۳۱) مطبوعہ مصر

مورخین نے بالاتفاق آپ کو آئمہ اہل حدیث میں شمار کیا ہے۔ اور خود آپ کی زبان اور عمل سے اہل حدیث کی کل زمان بحوالہ شعرانی ذکر ہو چکا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل شیبانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ اللہ تعالیٰ کی آیات بینات سے ایک اہم ترین آیت انسانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے پُرفتن دور میں اسلام کی حفاظت کے لئے پیدا کیا۔ جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ آپ . . . . . نے جس عزم واستقلال سے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر اسلام کی حفاظت کی۔ وہ سوا ان کے اور کسی دوسرے فرد امت کو میسر نہیں ہوئی۔ بلکہ علما امت کا متفقہ قول یہ ہے۔ کہ امام احمدؒ سے اللہ تعالیٰ نے وہ کام لیا۔ جو کہ اولوالعزم پیغمبروں سے لیا۔

نام ونسب امام السنہ کا نام احمد اور کنیت ابو عبداللہ ہے۔ آپ کے جد بزرگوار کا نام چونکہ حنبل تھا۔ اس لئے خاندانی شہرت کی بنا پر آپ حنبل نام سے شہرہ آفاق ہوئے۔ آپ عربی النسل اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ لہٰذا آپ کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نزار سے ملتا ہے یعنے نزار کے دو فرزند تھے۔ ایک کا نام مضر ور دوسرا ربیعہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو مضر سے ہیں۔ اور امام صاحب بنو ربیعہ سے (طبقات الحنابلہ)۔

پیدائش آپ سنہ ۱۶۴ ہجری میں پیدا ہوئے اور ستتر برس کی عمر میں سنہ ۲۴۱ ہجری کو وفات پائی آپ نے چونکہ بغداد ہی میں پرورش پائی۔ اس لئے ابتدائی تعلیم بھی آپ نے

مشائخ بغداد ہی سے حاصل کی۔ فراغت کے بعد کوفہ۔ بصرہ۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ شام۔ یمن وغیرہ کا سفر کرکے اس عہد کے اکابر مثل یحییٰ بن سعید قطان۔ سفیان بن عینیہ اور امام محمد بن ادریس شافعی عبدالرحمان بن ہمام سے حدیث وفقہ کا مزید استفادہ کیا۔

آپ کے تلامذہ سے نامور بزرگ سلطان المحدثین امام بخاری۔ مسلم۔ ابوداود۔ ابوزرعہ۔ ابن ماجہ رحمہم اللہ ہیں۔ آپ کے تلامذہ کے اسمائے گرامی آپ کی جلالت علمی اور رفعت کا مظہر ہیں۔ صاحب مشکوٰۃ نے اکمال میں اس حقیقت کو دہرایا ہے۔

کان امام فی الفقہ والحدیث والزھد والورع والعبادۃ و بہ عرف الصحیح والسقیم والمجروح من العدل

آپ حدیث فقہ۔ زہد و ورع اور عبادت میں امام ہیں۔ بلکہ حدیث کی صحت وضعف اور سقم و مجروح اور معدل وغیرہ کی پرکھ پہچان کے بھی۔ اتباع سنت میں بھی آپ چونکہ ضرب المثل ہیں اس لئے آپ کا نام ہی امام السنۃ مشہور ہے۔ پوری دنیائے اسلام آپ کی مداح ہے آپ کے فضائل ومناقب اس درجہ ہیں۔ کہ قلم وزبان کو وہاں تک رسائی نہیں۔

۱۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں "بغداد میں ہم نے احمد جیسا ذیشان۔ فقیہ ومحدث دوسرا کوئی نہیں پایا۔

۲۔ نیز فرمایا کرتے۔ اے احمد صحیح حدیث کا علم تم کو چونکہ مجھ سے زیادہ ہے۔ لہذا جو حدیث آپ کے علم میں ہو۔ وہ مجھے بتادیا کرو۔ تاکہ میں اس کو اپنا مذہب قرار دوں۔ (حجۃ اللہ البالغہ۔ و الانصاف للشاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

۳۔ نیز فرماتے ہیں۔ کہ احمد سے بغض رکھنے والا کافر ہے (طبقات الحنابلہ)

۴۔ خلیفہ متوکل کہا کرتے تھے۔ کہ احمد اور ان کے شاگرد ساوات امت (امت کے سردار) ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے امام احمد کی صبر وبلا سے خوب آزمائش کی۔ اور اس کے علم کو اس کی زندگی ہی میں شہرہ آفاق کر دیا۔ اور موت کے بعد مزید شہرت بخشی۔ اور ان کے تلامذہ وہ صاحب عظمت وجلال ہیں۔ کہ رہتی دنیا تک لوگ ان کے علوم سے مستفیض ہوں گے۔ یقیناً ان لوگوں کو اللہ تعالےٰ صدیقین کے مرتبہ سے فائز کرے گا۔

۵۔ امام قتیبہ فرماتے ہیں۔ کہ جس دل میں احمد کی محبت نہیں وہ یقیناً بدعتی ہے (طبقات الحنابلہ)

۶۔ شاہ ولی اللہ الصاف و حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔ محدثین سے زیادہ عظیم الشان اور روایت میں وسیع تر اور مرتبہ حدیث سے زیادہ واقف فقہ میں زیادہ پکے دو شخص ہیں۔

ا۔ احمد بن حنبل ب۔ پھر اسحاق بن راہویہ۔

۷۔ مزید فرماتے ہیں۔ احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ محققین اہل السنت ہیں۔ (گویا کہ ان کی تحقیق اہل السنت کے لئے کافی دلیل ہے)

۸۔ اسحاق بن راہویہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ امام احمد حجۃ اللہ فی الارض ہیں۔

۹۔ نیز فرمایا کرتے۔ لولا احمد وبذل نفسہ لما بذل لذھب الاسلام اگر احمد اپنی جان جوکھوں میں نہ ڈالتے، تو اسلام خطرے میں تھا۔

شاہ ولی اللہ رح فرماتے ہیں۔ کہ امام احمدؒ نے اپنی مسند کو احادیث نبوی کے معلوم کرنے کے لئے میزان قرار دیا ہے (حجۃ اللہ و انصاف)

شبلی نعمانیؒ سیرۃ النعمان میں لکھتے ہیں:۔

طبقہ اولیٰ میں سب سے بڑے محدث امام احمد ہیں۔ جن کی شاگردی پر بخاری ومسلم کو ناز تھا۔ اور جن کی نسبت بڑے بڑے محدثین کا عام قول ہے۔ کہ جس حدیث کو امام احمد نہیں جانتے۔ وہ حدیث ہی نہیں"۔

امام دارمیؒ فرماتے ہیں کہ:۔

نہ تو احمد بن حنبل جیسا حافظ حدیث ان کے زمانہ میں کوئی دوسرا دیکھا گیا ہے۔ اور نہ ہی فن حدیث ومعانی کا ماہر کوئی پایا گیا۔ (اکمال)

حضرت ابوزرعہ رح فرماتے ہیں کہ:۔

میں نے خوب تجربہ کیا۔ کہ امام احمدؒ کو ایک لاکھ حدیث حفظ تھی۔ جن کے آپ نے ابواب مقرر کر رکھے تھے"۔

امام ابراہیم حربی فرماتے ہیں۔ کہ:۔

اللہ تعالیٰ نے امام احمد بن حنبلؒ میں اولین وآخرین کے علوم جمع کر رکھے تھے۔ (اکمال۔ تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص۱۷)

اہل السنت کا متفقہ مذہب وعقیدہ یہ ہے کہ امام احمدؒ اصول و فروع عبادات و تمسک بالسنہ اور نصوص کتاب و سنت میں مسلمہ امام ہیں۔ (مقدمہ المغنی والشرح الکبیر از رشید رضا مصری)

علامہ ذہبی رح فرماتے ہیں :۔
"راس العلم چار شخص ہیں۔ جن میں سے انتہائی کامل احمد بن حنبلؒ ہیں۔"

ابوہمام سکونی روایت کرتے ہیں کہ
"احمد کے زمانہ میں ان جیسا دوسرا کوئی فقیہ و محدث نہ تھا"

محمد بن حماد طہرانی ذکر کرتے ہیں۔ میں نے ابا ثور سے سُنا کہ امام احمد سفیان ثوری سے بھی زیادہ فقیہ و عالم ہیں۔

للہیت آپ کے لخت جگر عبدالرحمن کہتے ہیں کہ
اکثر نمازوں میں والد صاحب کو یہ دعا کرتے ہوئے میں نے سُنا کہ اے اللہ جیسا کہ تو نے اپنے فضل وکرم سے میرے منہ کو اپنے ذکر اور پیشانی کو اپنے سجدہ کے لئے مخصوص رکھا ہے۔ ویسے ہی مجھے یہ توفیق بھی بخش کہ سوا تیرے کسی دوسرے سے نہ ہی تو کوئی سوال کروں اور نہ کسی حاجت کی توقع رکھوں۔" (الکمال)

ممتاز خصوصیت اتباع سنت اور سنت کی نشر و اشاعت میں جس قدر مصائب اور مشکلات کا مقابلہ آپ نے کیا۔ پوری امت سے اس کی مثال مشکل ہے۔ چنانچہ ابن مدینی فرماتے ہیں۔

ماقام احد بامر الاسلام بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماقام احمد بن حنبل

امام احمد جس مقام سے فائز ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سوا ان کے کسی دوسرے کو یہ سرفرازی میسر نہیں۔"

اس پر ان سے پوچھا گیا کہ ابوبکرؓ بھی اس مقام تک نہیں پہنچ سکے۔ تو جوابا کہا۔

لا ابوبکر الصدیق ان ابابکر کان لہ اعوان واصحاب واحمد بن حنبل لم یکن لہ اعوان ولا اصحاب (طبقات حنابلہ)

علامہ شبلی نعمانی نے سیرۃ النعمان میں اس حقیقت کو یوں ذکر کیا ہے

بڑے بڑے علما کا قول ہے کہ اسلام کو دو شخصوں نے نہایت نازک وقت میں محفوظ رکھا حضرت ابوبکر صدیق جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتدین عرب کا استیصال کیا (۲) اور امام احمد بن حنبل جو مامون رشید کے زمانہ میں حدوث قرآن کے منکر رہے۔ بلکہ ایک اعتبار سے امام احمد بن حنبل کو ترجیح ہے کیونکہ صحابہ کرام حضرت ابوبکر کے معاون و مددگار تھے لیکن امام احمد کا کوئی مددگار نہ تھا۔

امام زکریا بن یحییٰ فرماتے ہیں۔ کہ امام احمد۔ امام مالک اوزاعی ثوری اور شافعی سے افضل و بہتر ہیں کیوں کہ ان کی نظیر و مثال تو ہو سکتی ہے لیکن امام احمد کی نظیر و مثال تاریخ اسلام میں نہیں۔

امام شافعی فرماتے ہیں:۔

احمد امام فی ثمان خصال (۱) امام فی الحدیث (۲) امام فی الفقہ (۳) امام فی اللغۃ (۴) امام فی القرآن (۵) امام فی الفقر (۶) امام فی الزھد (۷) امام فی الورع (۸) امام فی السنۃ (مغنی ابن قدامہ طبقات الحنابلہ ص۳)

امام احمد آٹھ امور یعنے (۱) حدیث (۲) فقہ (۳) لغت (۴) علوم قرآن (۵) فقر (۶) زہد (۷) ورع اور (۸) سنت کے مسلمہ امام ہیں۔

محدث عبدالرحمن بن مہدی فرماتے ہیں۔ کہ امام احمد بطن والدہ ہی سے امام پیدا ہوئے۔

ابوعمر ابن النحاس انہی نے امام احمد کی مدح یوں فرمائی ہے:۔

واختصہ اللہ سبحانہ بنصر دینہ والقیام بحفظ سنتہ ورضیہ لاقامۃ حجتہ ونصر کلامہ حین عجز عنہ الناس

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دین کی حفاظت اور اقامت واحیاء سنت کے لئے منتخب کر لیا۔ کلام اللہ کی آپ نے ایسے وقت میں حمایت کی جبکہ پوری اسلامی آبادی عاجز ہو چکی تھی۔

بشر بن حارث کہتے ہیں۔ ان احمد ابن حنبل قام مقام الانبیاء احمد بن حنبل اگرچہ امتی ہیں

مگر آپ سے انبیاء کا کام لیا گیا۔

شعیب طوسی فرماتے ہیں۔ کہ احمد بن حنبل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا صحیح مصداق ہیں۔ جو آپ نے یوں فرمایا۔

انه کان فی امتی ماکان فی بنی اسرائیل حتی المنشار یوضع علی مفرق راس احدهم ما یصده ذالک عن دینه ولولا احمد بن حنبل قام بهذا الشان لکان عار دشنار علینا الی یوم القیامة ان قوماً سلوا فلم یخرج منهم احد رمغنی ابن قدامه)

(خلاصہ ترجمہ) اگر امام احمد پورے عزم واستقلال سے اس مقام پر کھڑے نہ ہوتے تو قیامت تک کی پوری امت اس عار و شرمندگی سے عہدہ برا نہیں ہوسکتی تھی۔

خواب میں رب العزت سے گفتگو شعرانی طبقات میں لکھتے ہیں۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ننانوے مرتبہ اللہ تعالٰے کا دیدار خواب میں ہوا۔ اور میں نے اللہ تعالٰے سے یہ دریافت کیا۔ کہ اعمال صالح میں سے وہ کون سا افضل ترین عمل ہے جس سے متقربین تیرا قرب حاصل کر سکتے ہیں۔ تقال بکلامی یا احمد" ارشاد ہوا میری کلام (تلاوت کلام مجید) اس پر میں نے عرض کیا۔ کہ قرآن مجید کو غور و تدبر سے پڑھنا یا کہ بغیر سمجھ فرمایا بفهم او بغیر فهم" (جلد ا ۲؎) سمجھ کر پڑھنا اور بغیر تدبر پڑھنا۔ دونوں صورتیں میرے قرب کا ذریعہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے بیعت صاحب مشکوٰۃ لکھتے ہیں۔ کہ عبد اللہ بن اسحاق مدینی کہتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار نے فرمایا۔ کہ میں نے خواب دیکھی۔ کہ لوگ بیت اللہ شریف میں جمع ہیں۔ اور حجر اسود پھٹ گیا ہے اس سے ایک سفید جھنڈا نکلا ہے یہ ماجرا دیکھ کر میں نے حاضرین سے پوچھا۔ یہ کیا واقعہ ہے۔ اس پر جواب ملا۔ کہ احمد بن حنبل کو اللہ تعالٰے سے بیعت کا شرف حاصل ہوا ہے۔

اتباعِ سنت میں آپ ضرب المثل ہیں۔ چنانچہ شعرانی لکھتے ہیں

۱۔ عمر بھر آپ نے خربوزہ صرف اس لئے نہیں کھایا۔ کہ آپ کو یہ معلوم

نہیں ہو سکا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خربوزہ کس طریق سے تناول فرمایا ہے۔

ب۔ مسئلہ خلق قرآن کے سلسلہ میں جب کہ حکومت نے آپ کو گرفتار کرنا چاہا۔ تو آپ چھپ گئے۔ اور پھر تیسرے دن علانیہ پھرنے لگے عرض کیا گیا کہ ابھی تو حکومت کے کارندے آپ کی تلاش میں ہیں۔ اس پر فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے خوف سے صرف تین دن ہی غار میں چھپے تھے۔ اس لئے بطور اتباع سنت ہم بھی تین ہی دن روپوش ہوتے ہیں۔

اہل الرائے سے مسئلہ مت پوچھو آپ کے فرزند عبد اللہ نے سوال کیا۔ کہ ابا جان اگر کوئی عامی اہلحدیث ایسے ملک یا علاقہ میں آباد ہو۔ کہ جہاں سب کے سب اہل الرائے ہی رہتے ہوں۔ اور اہل حدیث علماء سے وہاں صرف ایک ہی عالم ہو۔ اور وہ بھی ایسا کہ جسے حدیث کی صحت وسقم اور ضعف وغیرہ کا علم نہیں۔ اب اس حال میں عامی کو مسئلہ پوچھنے کی ضرورت پڑے تو وہ اہل حدیث سے دریافت کرے یا کہ اہل الرائے سے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ کہ اہل الرائے کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ مسئلہ ہر حال اس اہل حدیث ہی سے دریافت کیا جائے۔

بلفظ یسئل صاحب الحدیث ولا یسئل صاحب الرائے وکان کثیر ما یقول ضعیف الحدیث احب الینا من رای الرجال (میزان الکبری)

آپ اکثر فرمایا کرتے۔ کہ اقوال الرجال سے ضعیف حدیث مجھے زیادہ محبوب ہے۔

رفع الیدین کی اہمیت آپ کے فرزند صالح کہتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا۔ کہ اگر کوئی ایسے علاقہ میں ہو۔ جہاں رفع الیدین رافضیوں کا شعار سمجھا جاتا ہے تو وہاں رفع الیدین کرنی چاہیئے یا نہیں۔ فرمایا۔ لا یترک ولکن یداریھم (کتاب ثواب الشریعۃ جلد ۱ صفحہ ۳۲۴) رفع الیدین نہیں ترک کرنی چاہیئے۔ بلکہ ان کو سمجھا کر مانوس کرنا چاہیئے۔

مسئلہ جو نکھ آگیا ہے اس لئے اس کی فضیلت محدثین سے سنتے چلئے۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں۔ کہ:۔

حضرت ابن مدینی فرماتے ہیں۔ کہ حدیث ابن عمر نماز الخ تلک الصلوۃ حتی لقی اللہ تعالی عندی حجۃ علی الخلق کل من سمعہ فعلیہ ان یعمل بہ انہ لیس فی اسنادہ

نیز (نیل الاوطار)

جو شخص ابن عمرؓ کی یہ حدیث سن پائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہونے تک رفع الیدین سے ہی نماز پڑھتے رہے اس پر لازم ہے کہ رفع الیدین سے نماز پڑھے۔ کیوں کہ یہ حدیث ضعف سے مبرا ہے۔

شافعی علیہ الرحمہ نے تو یہ فیصلہ دیا ہے۔ کہ جو شخص یہ حدیث سننے کے باوجود رفع یدین نہیں کرتا۔ اس کی نماز ناقص ہے۔

شاہ جیلان شیخ عبدالقادر جیلانی رح غنیۃ الطالبین میں رفع الیدین کو نماز کی خاص ہیئت اعلان فرماتے ہیں۔ لہذا بزرگان دین سے عقیدت کے دعوے دار حضرات کو رفع الیدین کرنے سے انکار نہیں کرنا چاہیئے۔

زہد و تقوٰے شعرانی لکھتے ہیں کہ :۔

۱۔ عالم شباب ہی سے آپ شب زندہ دار تھے۔

۲۔ خلوت پسندی کا یہ عالم کہ مسجد میں درس نماز باجماعت ، عیادت مریض اور نماز جنازہ کی ادائیگی کے سوا کبھی باہر نہیں دیکھے گئے۔

۳۔ صائم الدہر ایسے کہ تیسرے روز افطار بانا غہ ہوتا۔ افطاری اکثر کھجور اور کبھی تسویق (ستو) سے ہوتی۔

۴۔ عام غذا روٹی کے بچے کچھے خشک ٹکڑے پانی میں بھگو کر ان کا مالیدہ بنا کر تدرے نمک کے اضافہ سے تھی۔

۵۔ جب کبھی تازہ روٹی کی خواہش ہوتی ۔حسب زمان ہوئی سرکہ (خل) سے تناول فرماتے۔

۶۔ گاہے ماہے مسور کی دال چربی ملا کر پکواتے اور تازہ روٹی سے کھایا کرتے۔

شاہی وظائف سے نفرت آپ کے بیٹے نے عہدہ قاضی قبول کر لیا ۔ جو جدی جائیداد کی (جو مکانات کی صورت میں تھی۔ اور جس پر اکثر امام السنۃ کی گذران کا ظاہری انحصار تھا) مرمت وصفائی وغیرہ عہدہ قضاۃ کے وظیفہ سے کرادی ۔ تو آپ نے کرایہ وصول کرنے اور اس آمدنی سے ضروریات زندگی پورا کرنے سے اس لئے انکار کر دیا۔ کہ یہ شاہی وظیفہ سے

مرمت شدہ ہے۔

خلیفہ متوکل کو والہانہ عقیدت تھی۔ جونہی وہ خلیفہ ہوا پابیادہ جیل خانہ میں پہنچا۔ اور اپنے ہاتھوں سے امام السنہ کی بیڑیاں وغیرہ اتار کر شاہانہ استقبال سے اپنے مکان میں لے گیا۔ شاہانہ لباس آپ کو پہنایا گیا۔ اور اپنی والدہ کو مخاطب کرتے ہوئے مسرت سے کہا۔

"تَدْ نَارَتِ الدَّارُ بِهٰذَا التَّجَلِّیْ"

اس آدمی (امام السنہ) سے گھر خوب روشن ہو رہا ہے۔

ادھر تو یہ حال مگر امام صاحب رو رہے ہیں۔ کہ زندگی بھر امراء و سلاطین سے دل نفرت رہی۔ اے مولا اپنے فضل و کرم سے اس فتنہ سے محفوظ رکھنا۔ جبکہ آپ محل سرائے سے باہر ہوئے۔ شاہانہ لباس اتار کر مساکین کو دے دیا۔ اور وہی اپنے کپڑے زیب تن فرماتے ہوئے اقامت پذیر اپنے گھر تشریف لے گئے

متوکل کے شغف کا یہ حال۔ کہ لاکھوں اشرفیوں کی تھیلیاں اپنے غلاموں کے ہاتھ ہدیۃً خدمت میں بھجوا رہا ہے۔ امام صاحب انکار پر مصر ہیں۔ غلام کہتے ہیں کہ خلیفہ کو واپسی سے صدمہ ہوگا۔ اس لئے خود نہ لیجئے بیٹوں۔ خدام اور غلاموں کو وصول کرنے کی اجازت فرما دیجئے۔ جواباً فرماتے ہیں۔ یہ زہر ہم خود کھانے پر تیار نہیں تو بچوں کو کیسے کھلا دیں۔ بالآخر واپس لوٹا دیں۔

خادم کا ھدیہ صاحب مشکوٰۃ لکھتے ہیں۔ محمد بن موسےٰ راوی ہیں۔ کہ حسن بن عبدالعزیز مصری (جو بہت بڑے تاجر تھے) آپ سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ تنگی گذران (کرایہ مکانات کی عدم وصولی) کا حال معلوم کرکے تین ہزار نقد کی تین تھیلیاں اپنی میراث حلال سے امام احمدؒ کی خدمت میں اپنے غلاموں کے ہاتھ یہ کہہ کر عرض کیں کہ یہ بالکل حلال وطیب مال آپ کی خدمت میں اس لئے ارسال کر رہا ہوں۔ کہ اس سے خود فائدہ اٹھایئے۔ اور اپنے اہل وعیال پر خرچ فرمایئے۔ لیکن آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دیں کہ بفضلہٖ اچھی گذران ہو رہی ہے۔ اس روپیہ کی حاجت نہیں۔

مال زکوٰۃ سے احتراز عقیدت مندوں نے زکوٰۃ کی رقم بھجوائی۔ وہ تمام رقم آپ نے مساکین وحاجت مندوں میں تقسیم کر دی۔ اتفاقاً ان دنوں آپ کی والدہ

ماجدہ کی اوڑھنی شکستہ ہو رہی تھی۔ خادمہ (لونڈی) نے عرض کیا۔ حضرت والدہ کی اوڑھنی تو اس رقم سے منگوا لیتے جواباً فرمایا۔ لوگوں کے ہاتھوں کی میل اوڑھنے سے لونگا رہنا اچھا ہے۔

شاہی کھانے سے انکار متوکل آپ کا بہت عقیدت مند تھا۔ بنابریں دونوں وقت کا بہت پرتکلف کھانا (جس میں انواع واقسام کے میوے مٹھائیاں ہوتیں اور ایک وقت کا صرف کم از کم سوا سو ہوتا) شاہی مطبخ سے بھجوا دیا کرتا۔ آپ اسے آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہ فرماتے، اور نہ ہی اہل وعیال کو دیتے۔ بلکہ غلاموں سے کہہ دیتے۔ کہ مساکین وغربا کو کھلا دیجئے۔

مرض الموت متوکل نے اپنے طبیب خاص کو بھجوا کر تاکید کی۔ اچھی طرح تشخیص کر کے قیمتی سے قیمتی نسخہ شاہی خرچ پر اپنے سامنے بنوا کر امام صاحب کو دیجئے۔ حاذق العصر نے نسخہ تیار کر کے کھلانا چاہا تو استعمال سے انکار کر دیا۔ جب خلیفہ نے طبیب سے مرض وعلاج کی کیفیت طلب کی تو عرض کیا۔ امیر المومنین بظاہر کوئی مرض سمجھ میں نہیں آتی۔ بلکہ ان کا تو دل وجگر دراصل خوف الٰہی سے جل چکا ہے جس کا علاج ہمارے بس میں نہیں۔ تاہم قیمتی مفرح نسخہ تیار کر کے جب کھلانے کی کوشش کی گئی۔ تو امام صاحب نے کھانے سے انکار کر دیا۔

حج آپ نے پانچ حج کئے۔ جن سے تین تو پیدل چل کر ادا کئے۔ اور ہر ایک سفر پر تقریباً بیس درہم خرچ کئے۔

تیز رفتاری کا یہ عالم کہ جوان اور تیز رو آدمی آپ کے ہمراہ چل نہیں سکتا تھا۔ بلکہ دوڑ بھاگ کر آپ کے برابر ہونے کی سعی کرتا۔

امتحان وابتلا میں ثابت قدمی شعرانی طبقات میں لکھتے ہیں۔ کہ مامون رشید جب معتزلہ (اولین منکر حدیث) کا عقیدت مند وہم مشرب ہو گیا۔ تو اس نے قانوناً اور جبری طور پر مسلمانوں کو اس عقیدہ کا پابند کرنا چاہا چنانچہ اس نے علماء وعامۃ المسلمین سے اول یہ اقرار کروانے کا فیصلہ کیا۔ کہ قرآن مجید مخلوق وحادث ہے کلام الٰہی نہیں ہے۔ عوام چونکہ علماء کے تابع ہوتے تھے (کیونکہ نبوت کا قریبی زمانہ تھا) اس لئے انہوں نے کہا کہ علماء سے فتوے حاصل کیجئے۔ اس پر خود اور اپنے ماتحت امراء کے روبرو بھی علماء سے

یہ فتوے حاصل کرنے کی مہم شروع کردی ۔ اور موحدین اعتزال کے علما سے بحث ومناظرہ کی طرح ڈالی ۔لیکن جب یہ دیکھا کہ معتزلی دلائل سے یہ لوگ قائل خلق قرآن نہیں ہوسکتے ۔ تو مارپیٹ اور قید وبند کی سزائیں شروع کردیں ۔ مگر جب اس سلسلے میں بھی ناکامی ہوئی ۔ تو تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا ۔ اور مشاہیر علما سے بزور شمشیر فتوے پر دستخط کروانے کا تہیہ کیا ۔ علمائے حقانی پر اس کا یہ طلسم بھی کارگر نہ ہوا ۔ چنانچہ اس نے خود اپنے روبرو بے شمار علما حقانی کو قتل کروا دیا لیکن اس عام خونریزی کے باوجود تحریک اعتزال قبولیت عامہ حاصل نہ کرسکی ۔ ناکامی کے اسباب پر غور کرنے کے بعد معتزلی گروہ کو یہ ثابت ہوا ۔ کہ جب تک احمد بن حنبل کو قائل نہیں کیا جائے گا ہماری تحریک کامیاب نہیں ہوسکتی ۔ کیوں کہ ان کے واضح دلائل اور علا بنہ رد وتردید ہمارے راستہ میں سد سکندری ہے لیکن امام السنہ کی شہرت عامہ اور قبولیت تامہ کے تحت ان پر ہاتھ ڈالنا بھی کارے دارد ۔ مگر مامون چونکہ معتزلہ کے ہاتھوں کٹھ پتلی بن چکا تھا ۔ لہذا ان کے زور دینے پر امام السنہ اور دیگر نامور آئمہ کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا ۔ اور یہ بھی تاکید کر دی ۔ کہ مرعوب کرنے کی غرض سے ان کو ذلیل کن حالات میں اول ہمارے نائب اسحاق کے روبرو پیش کیا جائے تاکہ اگر ان کے ڈرانے دھمکانے سے کام چل جائے ۔ تو بہتر ہے ۔

امام السنہ کو بھی اس جابرانہ حکم کی اطلاع موصول ہوئی ۔ تو سنت پر عمل کرتے ہوئے تین دن غائب رہ کر ظاہر ہوئے ۔ کارکنان حکومت نے آپ کو گرفتار کرلیا ۔ اور پاؤں میں دو بوجھل آہنی بیڑیاں ڈال کر مشکیں باندھ کر مامون کے نائب اسحاق کے سامنے پیش کر دیا ۔ (آپ کے ہمراہ حضرت سجادہ بن محمد بن نوح علامہ عبداللہ بن عمر القواریری اور ایک دوسرے بزرگ (حسن بن حماد) بھی تھے مگر آپ پر سب سے زیادہ سختی کی گئی ۔ تاکہ ان کی سختی سے متاثر دوسرے آئمہ جلدی اقرار کریں ۔ جب اللہ والوں کا یہ قافلہ اسحاق کے پیش ہوا ۔ تو اس نے بہت ڈرا دھمکا کر مارپیٹ وذلت اور قتل کی عبرت ناک سزا کی خبر دی ۔ اور شدید ترین مصائب سے جیل میں بند کر دیا ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ۔ کہ خوف اور قید کی مشکلات سے تنگ و مجبور حضرت قواریری کے سوا باقی دو ساتھیوں نے تو بظاہر خلق قرآن کا اقرار کرلیا ۔ ان کی دیکھا دیکھی بعض دوسرے علما نے بھی بطور تقیہ یہی راستہ اختیار کیا بعض نے سکوت میں نجات سمجھی ۔ مگر امام السنہ اپنے عقیدہ پر نہ صرف ثابت قدم ہی رہے ۔ بلکہ اس

کو حق وصواب اور نجات کا ذریعہ اعلان کرتے رہے۔ مامون کو جب یہ اطلاع پہنچی تو امام صاحب کو مرعوب کرنے کی غرض سے کئی ایک علماء ماخوذین کو قتل کروانا شروع کر دیا۔

مزید ہیبت زدہ کرنے کے لئے اسحاق کو حکم دیا کہ جن دو نے اقرار کیا ہے ان کا ہیبت سے نجات حاصل کرنے کا بہانہ ہے لہذا ان چاروں کو ہمارے روبرو پیش کیا جائے۔

باطل شکن گروہ کی مامون کی طرف روانگی

رمضان شریف کا مہینہ اور شدت کی گرمی ہے امام السنہ روزہ سے ہیں۔ مشکیں کس کر بندھی ہوئیں اور پاؤں میں ذو وزنی آہنی بیڑیاں ہیں ننگی تلواروں سے مسلح سپاہیوں کا گرد پہرہ ہے بھیانک آوازوں سے حکمران طبقہ کہہ رہا ہے کہ بغیر کسی سہارا کے خود ہی اونٹ پر سوار ہونا ہے امام السنہ فوج اور پولیس کے افسروں کو مکھیوں کے جھگھٹے اور بھیانک آواز کو مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ حسبی اللہ کا نعرہ لگایا۔ اور کود کر اونٹ پر ایک طرف پاؤں پسار کر بیٹھ گئے۔ اللہ اکبر استغفر اللہ کا ورد مسنون زبان پر جاری ہے۔ لبوں پر مسکراہٹ طاری ہے۔ اونٹ اُٹھ کر جب چلنے لگا۔ تو سبحان الذی سخر لنا ھذا۔۔۔۔۔۔ الخ مسنون ورد پڑھا۔ ساربان نے مہار تھامی۔ آگے پیچھے دائیں بائیں برہنہ تلواروں سے مسلح پولیس چل رہی ہے دیکھنے والوں پر سکتہ ہے کہ امام صاحب آرام وسکون سے یاد الٰہی میں مصروف ہیں مامون اپنی اس تفریح گاہ میں ہے۔ جو لاکھوں کے خرچ سے تعمیر ہوئی۔ بہترین خوشنما درختوں۔ بیل بوٹوں اور پھولوں کا بے نظیر باغیچہ ہے۔ دُور دُور تک اس کی مہک دماغ کو معطر کر رہی ہے مثل برف خنک چشمے اس کی بہار کو دوبالا کر رہے ہیں۔ مور چکور اور بلبلیں چہچہا رہی ہیں مچھلیوں کی خوبصورت نسلیں دیکھنے والوں کا دل بہلا رہی ہیں۔ اس حال میں اطلاع موصول ہوتی ہے کہ امام السنہ کا قافلہ پہنچنے والا ہے

یہ اطلاع پاتے ہی مامون آگ بگولا ہو کر برہنہ تلوار ہاتھ میں لئے کہہ رہا ہے۔

وقرابتی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا رفعت السیف عن احمد وصاحبہ

حتی یقولا القرآن مخلوق

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی قسم ہے کہ جب تک احمد اور اس کے ساتھی قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار نہ کریں گے۔ ان کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

یہ حال دیکھ کر مامون کا وہ خادم جو امام السنہ کا صدق دل سے عقیدت مند تھا۔ سخت گھبرایا اور عالم بے خودی میں بھاگا ہوا امام السنہ کی خدمت میں پہنچ کر ہچکیاں بھر کر کہنے لگا۔

"یا ابا عبد اللہ ما نزل بك قد جرد امیر المومنین سیفاً لم یجرده قط"

یا ابا عبد اللہ آج تو بڑی آزمائش کا دن ہے۔ مامون اس جوش سے تلوار کو ہلا رہا ہے کہ آج سے پہلے کبھی ایسا جوش دیکھنے میں نہیں آیا!

یہ سن کر امام السنہ نے اپنے ہاتھ گھٹنوں پہ رکھے۔ اور آسمان کی طرف تضرع سے دعا کی کہ

"اے مولا کریم! تیرے سوا اس آزمائش سے کوئی بچانے والا نہیں۔"

جب یہ دعا ہو رہی ہے۔ مامون ٹھنڈے چشمے پر کھڑا مچھلیوں کی کود پھاند کا لطف حاصل کر رہا ہے۔ اچانک جاڑے کی شدت سے کانپنے لگا۔ اور لڑکھڑا کر گرا۔ خدام نے اٹھایا۔ اور بستر پہ لٹا دیا شاہی طبیب نبض پکڑے نسخہ تجویز کر رہا ہے۔ جو آناً فاناً مہیا ہو رہے ہیں۔ مکان کو گرم کرنے مکان و گرم لباس و لحاف وغیرہ سے جسم کو گرمی پہنچانے کی تدابیر ہو رہی ہیں۔ جو شاندے پلائے جا رہے ہیں۔ مگر ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

لرزہ اور کپکپی کم ہونے کی بجائے بڑھتی اور تیز ہوتی جا رہی ہے۔ زبان بولنے سے رک رہی ہے۔ حتیٰ کہ رات ہو گئی۔ اور تہائی اول ختم ہوتے ہی مامون بھی ختم ہو گیا۔ وزراء، خدام اور اہل کاروں نے رونا چلانا شروع کر دیا۔ وہی خادم (جو روتا ہوا غضب مامون کی اطلاع دینے کو پہنچا تھا) شاد و فرحاں موت مامون کی خبر دینے کی غرض سے حاضر ہوا۔

وھو یقول صدقت یا احمد القرآن کلام اللہ غیر مخلوق قد مات واللہ امیر المومنین

اور کہنے لگا اے احمد آپ سچ فرماتے ہیں۔ قرآن کلام الٰہی غیر مخلوق ہے خدا کی قسم مامون مر گیا۔

تائید غیبی آپ کو لے کر اس کا عملہ جب شہر کے دروازہ میں داخل ہو رہا تھا۔ ایک آدمی صالح صورت خوشنما لباس میں امام صاحب کے پاس سے یہ کہتا ہوا گزر گیا۔

احذر یا احمد ان یکون قد وملت مشئوما علی المسلمین فان اللہ تعالٰی قد رضی بک ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ والناس انما ینظرون الی ما تقولون فیقولوا بہ فقال حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۔

اے احمد یاد رکھ کہیں مامون کے روبرو تیری حاضری مسلمانوں کی گمراہی کا موجب نہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ تیری اس حالت پر بہت خوش ہے اور مسلمانوں کی آنکھیں تیری طرف لگی ہوئی ہیں کہ احمد جس بات کا اقرار و فتوے دے گا۔ اسے ہی قبول کیا جائے گا۔ یہ سن کر امام احمد نے بلند آواز سے کہا۔ اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور اچھا کارساز ہے

معتصم کا دور مامون کے مرنے کے بعد معتصم نے حکومت سنبھال لی۔ یہ اس سے بھی بڑھ کر غالی معتزلی تھا۔ پس اس نے امام صاحب کو اس مشقت سے قید کر دیا۔ کہ

" وضعوا فی رجلیہ اربعۃ قیود "

آپ کے پاؤں میں چار بوجھل بیڑیاں ڈال کر ایسی اندھیری کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ کہ سورج کی روشنی کو وہاں دخل نہیں۔ لیٹنے تو کجا بیٹھنے کی بھی جگہ نہیں۔ سردار معتزلہ ابن ابی داود کو مناظرہ پر آمادہ کرکے جیل خانہ میں بھیج دیا۔ جب یہ مکار ترغیب و ترہیب کے تمام مراحل ختم کر چکا۔ تو امام صاحب نے فرمایا۔ ما ادری ما ھذا ۔ (میں نہیں جانتا یہ کیا بلا ہے) اعطونی شیئا من کتاب اللہ او من سنۃ رسولہ حتی اقول اگر مجھے قائل کرنا ہے تو کتاب اللہ یا سنت رسول سے کوئی دلیل میرے سامنے پیش کرو

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

سردار معتزلہ نے کئی دن کے مسلسل مناظرہ سے یہ کیفیت دیکھی۔ تو اپنی ذلت و اہانت کو چھپانے کی غرض سے معتصم سے کہہ دیا۔

یا امیر المومنین اقتلہ دمہ فی اعناقنا

امیر المومنین اسے قتل کر دیجئے۔ اور اس کا خون ہماری گردنوں پر رکھئے۔

اس آخری رپورٹ پر معتصم کے روبرو امام السنہ پیش کئے گئے ننگی تلواریں لہرا رہی ہیں نیزوں

اور بھالوں کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہے۔ جلاد کوڑے پکڑے بھوکے شیر کی طرح تاڑ رہے ہیں۔ سردار معتزلہ "اقتلہ" کی رٹ لگا رہا ہے۔ معتصم اس ہیبت ناک منظر میں اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ مشفقانہ انداز سے کہتا ہے۔

یا احمد واللہ انی علیک شفیق کشفقتی علی هارون ابنی واللہ لئن اجابتنی لاطلقن عنک بیدی

اے احمد خدا کی قسم مجھے تو ہارون بیٹے سے بھی زیادہ عزیز و پیارا ہے۔ اگر تو میری مان کر قرآن مجید کے مخلوق ہونے کا اقرار کرے۔ تو میں تیری بیڑیاں اپنے ہاتھ سے کھول کر آزاد کر دوں گا۔

امام السنہ فرماتے ہیں۔ اعطونی شیئا من کتاب اللہ او من سنۃ رسولہ حتی اقول بہ۔

اگر مجھ سے قرار لینا ہے تو کتاب اللہ اور سنت رسول سے کوئی دلیل پیش کیجیے۔

معتصم نے یہ کیفیت دیکھ کر ایک تھپڑ امام صاحب کو مارا۔ قید و بند کے مصائب اور رمضان شریف کے روزوں اور دن رات کی مسلسل عبادت سے چونکہ ضعف طاری ہو چکا تھا۔ لہٰذا طمانچہ کی ضرب سے بیہوش ہو کر گر پڑے۔

"فخاف الخلیفۃ علی نفسہ ممن کان من الشیعۃ احمد ند عا بماء فرش علی وجہ احمد"

پس خلیفہ پر دہشت طاری ہوئی۔ اور امام صاحب کے حواریوں سے اسے بغاوت عام کا کھٹکا ہو گیا۔ اس لئے فوراً پانی منگا کر آپ کے چہرے مبارک پر چھینٹے دینے لگا۔ جس پر امام صاحب ہوش میں آ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ تو معتصم کی پریشانی دور ہوئی۔ اور عملہ جیل کو حکم دیا۔ احمد کو جیل میں لے جا کر بند کر دو۔

شہرت واقعہ جبکہ عام ہوئی۔ تو کمزور دل علماء و فقہا نے تاویلات کا دروازہ کھول دیا۔ بعض حضرات نے تو یہ کہنا شروع کر دیا۔ لیس هذا زمان حدیث انما هذا زمان بکاء و تضرع و دعا الی الخالق یہ فتنہ کا عہد ہے اس میں تضرع و عاجزی سے غریق دریا میں ڈوبنے والے کی طرح سوا دعا کے اور کچھ فائدہ نہیں۔ بعض نے یہ کہنا شروع کیا۔ احفظوا السنتکم وعالجوا قلوبکم وخفی وا اما

تعرفون ودعوما تنکرون"
اپنی زبان کو بند رکھو اور دلوں کا علاج کرو۔ جو اچھا معلوم ہو اختیار کرو اور برے سے اعراض کرو"۔

اور کسی نے یہ تبلیغ شروع کر دی۔ ھذا زمان سکوت وملازمۃ البیوت۔ یہ خاموشی اور اپنے گھر میں بیٹھ رہنے کا زمانہ ہے۔

آپ کے ہمراہیوں کی معافی علامہ قواریری وغیرہ جو آپ کے ہمراہ گرفتار ہوئے تھے انہوں نے جیل کی تکالیف سے تنگ و مجبور ہو کر خلق قرآن کا اقرار کر لیا۔ اور خلاصی پائی۔

جماعت علما کا وعظ حضرت ابو العباس کہتے ہیں۔ امام صاحب جب جیل خانے میں محبوس طرح طرح کی مشکلات میں مبتلا تھے۔ علماء نادار کی ایک جماعت آپ کو نصیحت کی غرض سے پہنچی اور ایسی روایات آپ کے سامنے پیش کیں۔ جن سے بخوف جان تقیہ کر لینے کی اجازت نکلتی ہے۔ ان تمام روایات کے سننے کے بعد فرمایا۔ تم ان احادیث سے مجھے تو تقیہ کے طور پر خلق قرآن کا اقرار کرنے کی تلقین کرتے ہو۔ لیکن ذرا مجھے اس حدیث کا مطلب سمجھا دیجئے۔ جو کفار قریش کی جانگداز اذیتوں سے تنگ آکر کئی صحابہؓ نے آپ کے روبرو شکوہ کیا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ڈھارس بندھاتے ہوئے فرمایا۔

کان الرجل فی من قبلکم یحفرلہ فی الارض فیجعل فیہ فیجاء بالمنشار فیوضع علی راسہ فیشق ومایصدہ ذالک عن دینہ الحدیث

پہلی امتوں سے بعض مومنین کو کفار زمین میں گڑھا کھدوا کر گاڑ دیتے اور سر پر آرا رکھ کر دو ٹکڑے کر دیتے۔ لیکن کفار کا یہ امتحان مومنین کو توحید سے نہ پھرا سکتا۔ اور بعض کے بدنوں سے لوہے کی کنگھی سے گوشت کھرچ کر ہڈیاں ننگی کر دیتے۔ لیکن یہ جانگداز صدمہ بھی ان کو دین سے باز نہ رکھ سکتا۔ علما کی جماعت یہ جواب سن کر مایوس واپس لوٹی۔

امام الہ.. پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اور دربار الٰہی میں عرض کی۔ کہ مخالف تو مخالف اب موافقین بھی میرے دین پر ڈاکہ ڈالنے سے نہیں رکے۔ تو ہی مجھے اس امتحان میں

میں کامیاب فرما تیرے سوا میرا کوئی نہیں۔

داروغہ جیل ابوبکر احول نے کہا۔ اچھا اگر ہماری نصیحت نہیں مانتے تو ان عمر حنت علیک السیف تجیب۔ تلوار کی ضرب ہی سے مانو گے۔ جواباً فرمایا۔ احمد تلوار سے نہیں تسلیم کر سکتا۔ ابراہیم بن مصعب داروغہ جیل۔ پاس کھڑا سن رہا تھا۔ وہ بے ساختہ بول اُٹھا یومئذ ما نحن فی عینیہ الا کامثال الذباب آج ہم تو (عملہ حکومت) اس (امام احمد) کی نظر میں مکھیوں کی مانند ہیں۔

معتصم کا آخری فیصلہ معتصم نے امام السنہ سے کہا کہ من صنع من اصحابک فی ھذا الامر ما تصنع تیرے ہم مشرب رفقاء سے تو کسی ایک نے بھی اس درجہ اصرار نہیں کیا۔ جیسا کہ تو مصر ہے۔

امام السنہ نے بآواز بلند جواب دیا۔ یہ بھی کوئی دلیل ہے۔ کتاب و سنت سے کوئی دلیل پیش کرو۔

معتصم آگ بگولہ ہو گیا۔ اور جلادوں کو حکم دیا۔ کہ احمد کو کوڑوں کی ضربات ہی سے قتل کیا جائے۔

ابوالہیثم کی تلقین اس دن بغیر کچھ کھائے صرف پانی کے چند گھونٹ سے آپ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ جبکہ جلاد کوڑے مارنے کی غرض سے لے جا رہے تھے۔ تو ابوالہیثم (جو کہ عیار تھا۔ اور اس کا پیشہ شاہی خزانہ پر ڈاکہ زنی تھا) نے امام السنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ یا احمد انا فلان اللص ضربت ثمانیۃ عشر الف سوطاً لاقر فما اقررت وانا اعرف انی علی الباطل فاحذر ان تقلق انت علی الحق من حرارۃ السوط اے احمد! تو جانتا ہے کہ میں فلاں ڈاکو ہوں۔ اور اٹھارہ ہزار کوڑوں کی ضربات سے میں نے اقرار نہ کیا۔ حالانکہ میں یہ جانتا تھا۔ کہ باطل پر ہوں۔ لیکن یاد رکھ۔ کہ تو حق پر ہے۔ لہٰذا کوڑوں کی ضربات سے باطل کا اقرار نہ کرنا! ـــــ چنانچہ تو تازہ دم جلادوں نے باری باری کوڑے لگائے۔ اور پیٹھ مبارک زخموں سے چُور ہو کر لہو لہان ہو گئی۔ اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ قدرے ہوش آیا۔ تو چند آدمی پانی لائے۔ اور کہا۔ پی لیجیے۔ تاکہ مکمل ہوش آجائے۔ آپ نے فرمایا۔ میں روزے سے ہوں۔ اور اتنی تکلیف

نہیں۔ کہ جس میں روزہ توڑنے کی اجازت ہو۔ پس وہاں سے اُٹھا کر اسحاق بن ابراہیم کے مکان پر پہنچایا گیا۔ اتنے میں ظہر کی اذان ہو گئی۔ امام صاحب نے وضو کیا اور خون سے لت پت کپڑوں اور لہولہان بدن سے جماعت میں شامل ہو گئے۔

ابن سماعہ نے (جو کہ امام جماعت تھا) نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ کی حالت دیکھ کر کہا۔ آپ کے بدن اور کپڑوں سے خون ٹپک رہا ہے۔ اس قدر جاری و کثرت خون میں تمہارا وضو کیسے رہ گیا۔ آپ نے فرمایا۔ تمہیں معلوم نہیں۔ "قد صلی عمر وجرحہ یثعب دما" کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (جبکہ یہودی نے زخمی کیا) نماز کو ادا کیا۔ حالانکہ آپ کے زخم سے خون جاری تھا۔ ابن سماعہ یہ جواب سن کر خاموش ہو گیا۔ ؎

یوں عبادت ہو تو زاہد ہیں عبادت کے مزے

"تلوار سے قتل نہیں کیا جائے گا"

معتزلی سردار ابن ابی داؤد نے امام السنہ کے دلائل سے لاجواب ہو کر کہا۔ اگر آپ خلق قرآن کا اقرار نہیں کریں گے۔ تو خلیفہ نے قسم کھا رکھی ہے "تلوار سے قتل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ کوڑے مار کر اور سر کاٹ کر آپ کو مارا جائے گا" جواباً فرمایا۔ خواہ کچھ بھی ہو کتاب و سنت کے دلائل کے بغیر خلق قرآن کا اقرار ناممکن ہے۔

مست ہاتھی کو بھی قوت برداشت نہیں

علامہ ابن جوزی رقمطراز ہیں۔ کہ امام السنہ کو نو تازہ دم جلادوں نے باری باری جو اکاسی کوڑے لگائے۔ اگر یہی ضربات مست ہاتھی کو ماری جاتیں۔ تو اسے بھی قوت برداشت نہ ہوتی۔

کوڑوں کی ضربات سے ذکر الٰہی کی حلاوت

صاحب مشکوٰۃ اکمال میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت میمون بن اصبغ کہتے ہیں۔ کہ جب امام السنہ کو کوڑے لگائے جا رہے تھے اتفاقاً میں بھی بغداد ہی میں تھا۔ ناگہاں شور کی آواز سنائی دی۔ میں نے دریافت کیا۔ کہ یہ شور کیسا ہے۔ جواب ملا کہ امام السنہ آزمائے جا رہے ہیں۔ پس میں بھی امتحان گاہ میں جا پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں کوڑے کی ضرب شدید پر آپ نے

باآواز بلند بسم اللہ سبحان اللہ کہا۔ اور دوسری ضرب پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ کی آواز بلند کی۔ تیسرا کوڑا جب لگا۔ تو القرآن کلام اللہ غیر مخلوق کا نعرہ بلند کیا۔ اور چوتھے کوڑے کی ضرب پر لن یصیبنا الا ماکتب اللہ لنا۔ کی صدا بلند ہوئی۔ میری موجودگی میں انیس کوڑے آپ کی پشت مبارک پر لگے۔ اور شدت ضربات سے بجائے ہائے وائے کے بدستور مختلف کلمات آپ کی زبان سے جاری رہے۔

عجیب کرامات یہ دیکھی گئی کہ آپ کا ازار بند کوڑے کی ضربات کی حرکت سے ٹوٹ گیا۔ اور قریب تھا کہ پاجامہ گر کر آپ کا ستر کھل جائے۔ اچانک آپ کی نظر آسمان کی طرف بلند ہوئی۔ اور زبان اور ہونٹ ہلتے ہوئے دیکھے گئے۔ جس کا انجام یہ ہوا۔ کہ گرتا ہوا پاجامہ اپنی اصلی جگہ پر چڑھ کر درست ہو گیا۔

اس واقعہ سے پورے ایک ہفتہ بعد مجھے آپ کی ملاقات کا موقعہ ہوا۔ تو میں نے دریافت کیا کہ آزار بند ٹوٹنے کے بعد آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔ اور اس وقت جو دعا پڑھی وہ کیا تھی۔ آپ نے فرمایا

اللھم انی اسئلک باسمک الذی ملات به العرش ان کنت تعلم انی علی الصواب فلا تھتک لی سترا

الہ العالمین اگر میں تیرے نزدیک حق پر ہوں۔ تو اپنے اس مبارک اسم کی برکت سے کہ جس کی وجہ سے عرش بھر رہا ہے مجھے اس حال میں شرمندہ نہ کر۔

سوا دو سال مسلسل کوڑوں کی ضربات سے آزمائے گئے شعرانی لکھتے ہیں۔ کہ حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ مسلسل اٹھائیس ماہ حضرت امام السنہ کوڑوں کی ضربات سے یوں آزمائے گئے۔ کہ روزانہ جلاد کوڑے اور تلواروں سے مسلح آپ کو گھیرے میں لیتے۔ تلوار کا جھانسہ دے کر کوڑے آپ کی پشت پر مارتے۔ حتیٰ کہ غشی طاری ہو جاتی۔ تو چھوڑ دیا جاتا۔ یہ سلسلہ بدستور اسی طرح جاری رہا۔ حتیٰ کہ معتصم مر گیا۔

واثق کا عہد خلافت شروع ہوا۔ تو اس نے معتصم سے بھی زیادہ غیظ و غضب کا اظہار

لہ میمون بن اصبغ کہتے ہیں۔

شروع کیا۔ اور پورے جبر واستبداد سے خلق قرآن کا اقرار لینے کی ٹھانی۔ امام السنہ کو مرعوب کرنے کی غرض سے علماء ربانی کو جس بے دردی سے اس نے قتل کیا۔ بطور نمونہ صرف حضرت احمد بن نصر کی شہادت کا واقعہ عرض کیا جاتا ہے

حضرت احمد بن نصر امام الحرمین حضرت مالک بن انس وغیرہم مشاہیر اتباع تابعین کے شاگرد اور یحییٰ بن معین وغیرہ مشاہیر محدثین کے استاد ہیں۔ اور ان علماء سے ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نمونہ ہیں۔ آپ (احمد بن نصر) فرماتے ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ مجھے خواب میں زیارت وملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے عرض کیا۔

یارسول اللہ من نقتدی فی عصرنا هذا

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس زمانہ میں کس امام کی اقتداء برکت کا موجب ہے۔

قال علیک باحمد بن حنبل

حضور نے فرمایا۔ احمد بن حنبل کی اقتدا لازم پکڑ۔

چنانچہ فتنہ خلق قرآن کے سلسلہ میں آپ بھی پکڑے گئے۔ مصائب میں مبتلا کرنے کے بعد بالآخر واثق نے آپ کو اپنے روبرو مشکیں بندھوا کر پابجولاں طلب کیا۔ اور ہیبت ناک لہجہ میں پوچھا۔ ماتقول فی القرآن قرآن مجید کے متعلق تیری کیا رائے ہے قال کلام اللہ کہا کلام اللہ ہے۔ کذا جاءت الروایۃ احادیث سے یہی ثابت ہے واثق یہ جواب سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ اور تلوار پکڑ کر جوش غضب سے بکواس کرنے لگا۔ کہ یہ ایسا کافر ہے کہ ہمارے رب کے سوا کسی دوسرے معبود کی پرستش کرتا ہے جس کی صفات ہمارے معبود کی صفات سے متضاد ہیں۔ لہٰذا چمڑا بچھا کر اسے دوزانو بٹھادو اور اس کے سر کے بال مضبوط رسی سے چھت کے ساتھ باندھ دو۔ تاکہ ہل نہ سکے۔ ومشی الیہ حتی ضرب عنقہ وامر بحمل رأسہ الی بغداد فنصب فی الجانب الشرقی ایاما و فی الجانب الغربی ایاما پس جا کر حضرت احمد بن نصر کی گردن تلوار سے اڑادی۔ اور اپنے عمال کو حکم دیا۔ کہ اس کی گردن تو کچھ دن نیزہ کی انی پر بغداد کے مشرقی دروازہ کے باہر بطور نمائش کھڑی رکھی جائے۔ اور پھر کچھ دن غربی دروازہ کے باہر۔

عجیب کرامات حضرت جعفر بن محمد صائغ کہتے ہیں کہ قتل کا یہ ہیبت ناک منظر میں نے خود

اپنی آنکھوں سے دیکھا اور مومنین کی استقامت اور تسلی کے لئے الہ العالمین نے احمد بن نصر کے سر سے یہ کرامت ظاہر فرمائی۔ کہ

۱۔ جب آپ کا سر جسم سے الگ ہو کر زمین پر گرا۔ تو بقول راسہ لا الہ الا اللہ۔ اس سے لا الہ الا اللہ کی آواز بلند ہو رہی تھی۔

۲۔ مروزی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب آپ کا سر سولی پر کھڑا کیا گیا۔ تو آپ کی حفاظت کے لئے گرداگرد واثق کے گھڑسوار اور پیادہ سپاہیوں کا پہرہ لگوایا۔ تاکہ عقیدت مند اتار کر نہ لے جائیں۔ پہرہ داروں کا بیان ہے کہ آپ کا چہرہ نیلے سے اُلٹے رخ مصلوب تھا۔ مگر جب رات ہوتی تو اچانک وہ خود بخود قبلہ کی رخ متوجہ ہوتا۔ اور قرآن مجید کی اس آیت سے تلاوت شروع کر دیتا۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون اور بعض دفعہ سورہ یس کی تلاوت کرتا سنا جاتا۔

۳۔ مروزی اور ابراہیم بن حسن کہتے ہیں۔ کہ ہمارے بعض احباب نے واقعہ شہادت کے بعد آپ کو خواب میں دیکھا۔ کہ سندس اور استبراق کے لباس میں ملبوس سر پر نورانی تاج ہے تو آپ سے سوال کیا گیا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا۔ فرمایا۔ لقیت اللہ نضحک الی۔ خدا تعالےٰ سے جب ملاقات ہوئی۔ تو میری طرف دیکھ کر ہنس پڑے اور فرمایا جاؤ تمہیں بخش دیا۔ اور جنت میں آرام کرو۔ (طبقات الحنابلہ صہ ۴۶-۴۵)

متوکل کی خلافت

واثق نے مسئلہ خلق قرآن کا اقرار لینے کی انتہائی کوشش کی مگر وہ اپنے ارادہ میں ناکام ہی مر گیا۔ اس کے بعد متوکل خلیفہ ہوا۔ متوکل نے پہلا کام جو کیا وہ یہی تھا۔ کہ تمام ماخوذین علمائے حق کو آزاد کر دیا۔ اور امام السنہ کی خدمت میں خود پیدل چل کر جیل میں حاضر ہوا۔ اور اپنے ہاتھ سے بیڑیاں کھول کر شاہی جلوس کے انداز میں جیل سے اپنے محل سرائے میں لے گیا۔

رہائی کی مبارکبادی

علامہ ذہبی تذکرہ میں زید بن حرث سے روایت لاتے ہیں۔ کہ

۱۔ آزمائش کی بھٹی سے۔ احمد بن حنبل خالص ذہب (سونا) ہو کر نکلے ہیں۔

۲۔ ابتلاء سے مخلصی کے ایک دن بعد آپ مجلس میں تشریف فرما تھے۔ کہ ایک خوش پوش اور خوبصورت انسان وارد ہوا۔ جسے حاضرین سے کوئی بھی پہچان نہ سکا۔ السلام علیکم کے بعد امام السنۃ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ کہ میں علاقہ بحرین سے یہ بشارت دینے کے لئے حاضر خدمت ہوا ہوں۔ کہ آپ کی قید بند اور کوڑوں کی ضربات پر ثابت رہنے اور استقامت علی الحق پر حاملین عرش اور تمام ملائکہ خوش ہیں۔

علالت کوڑوں کی مسلسل ضربات سے چونکہ زخم ناسور کی شکل اختیار کر چکے تھے اس لئے اکثر علاج معالجہ کرتے تھے۔ بعض دفعہ جبکہ زائد ناسوری گوشت کٹواتے۔ تو شدت درد سے اکثر آپ کی زبان سے یہ کلمہ جاری ہوتا "اے اللہ ابو الهیثم پر رحم کر" ایک دن آپ کے فرزند نے دریافت کیا۔ ابا جان یہ ابو الہیثم کون بزرگ جن کے لئے آپ اکثر دعا فرماتے ہیں جواباً فرمایا۔ جانِ پدر! ابو الہیثم ہی ان آبادی سے ہمارا خیر خواہ ہے۔ جس نے ہمیں اسلامی عقیدہ پر ثابت رہنے کی تلقین فرمائی۔ اور ڈھارس بندھائی۔

وفات آپ کی مرض الموت کی خبر بجلی کی طرح عالم اسلام میں پہنچ گئی۔ تو دور دراز اور قرب وجوار سے مسلمان گروہ در گروہ بیمار پرسی کی غرض سے پہنچنے شروع ہوئے۔ کہ بغداد شہر کے تمام گلی کوچوں میں (اس درجہ بھیڑ رہتی) سوار تو بجا پیدل چلنا بھی مشکل ہو گیا۔ آپ کے دروازے پر دور دور تک اونٹ گھوڑے خچر اور گدھے وغیرہ اس کثرت سے کھڑے دکھائی دیتے کہ اچھی خاصی منڈی معلوم ہوتی تھی۔ جب آپ کی روح مقدس نے جسد عنصری سے ۲۴۱ھ میں پرواز کیا تو صاح الناس وعلت الاصوات بالبکا وارتجت الدنیا لموتہ آپ کی موت سے لوگوں کے رونے کی آواز اتنی بلند ہوئی۔ کہ دنیا میں ہلچل بپا تھی۔

جنازہ کا اہتمام شہر سے باہر خاصے فاصلے پر کیا گیا۔ شہر بغداد کا تو کہنا ہی کیا۔ بیرونجات سے لوگ پیدل وسوار قافلہ در قافلہ جنازہ میں شرکت کے لئے پہنچے۔ لکھوکھا کی حاضری تھی۔ اس رقت سے جنازہ پڑھا گیا۔ کہ اس حال سے متاثر دس ہزار یہود عیسائی اور مجوسی وغیرہ مشرف بااسلام ہوئے۔

آپ کا مذہب علامہ شعرانی طبقات میں لکھتے ہیں۔ وکان رضی اللہ عنہ یذھب بہ المثل

فی اتباع السنۃ واجتناب البدعۃ سنت کی اتباع اور بدعات سے دور رہتے ہیں آپ ضرب المثل تھے "عقیدۃ السنہ" نامی رسالہ آپ کے مذہب و مسلک کا نمونہ ہے۔ جو عالم اسلام میں ہر جگہ بآسانی دستیاب ہو سکتا ہے۔ جس کی ابتدا امام السنہ نے یہ فرمائی ہے ھذہ مذاھب اھل علم واصحاب الاثر واھل السنۃ التمسکین بعروتھا المعروفین بھا المقتدون بھم فیھا من لدن من اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم الی یومنا ھذا وادرکت من علماء الحجاز والشام وغیرھم علیھا فمن خالف شیئاً من ھذہ المذاھب طعن فیھا او عاب قائلھا فھو مخالف مبتدع خارج عن الجماعۃ زائل عن منھاج السنۃ وسبیل الحق (عقیدۃ السنہ مصری)

ماحصل وخلاصہ یہ کہ امام احمدؒ نے اپنے مذہب و عقیدہ کو جمیع علماء و فقہاء حجاز شام وغیرہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب و عقیدہ ظاہر فرمایا ہے۔ اور اعلان کر دیا ہے۔ کہ اس سے ایک ذرہ کم و بیش یا خلاف کرنے والا بدعتی اور اہل السنت والجماعت سے خارج ہو جاتا ہے۔ پیغام جیلانی[1] تمام رسالہ میں احقر نے اس عقیدہ کو پوری تفصیل سے ذکر کیا ہے کہ اہل اسلام میں سے آج تک کسی نے عقیدۃ السنہ کے کسی ایک فقرہ تو کجا لفظ تک سے بھی انکار و انحراف کی جرأت نہیں کی جس سے تاریخی طور پر عیاں ہے۔ کہ امام السنہ کا بیان فرمودہ عقیدہ ہی واقعی صحابہ رضی اللہ عنہم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی نے علی الاعلان فرمایا ہے۔ کہ حنبلی عقیدہ قبول کئے بغیر نہ ہی تو ہم سے پہلے کوئی ولی اللہ ہوا اور نہ ہی لا سے اختیار کئے بغیر قیامت تک کوئی ہوگا۔ بلفظہ قیل للشیخ الجیلانی ھل کان للہ ولیاً علے غیر اعتقاد احمد بن حنبل فقال ما کان ولا یکون (طبقات ابن رجب مطبوعہ مصر ص۲۰۲)

نہ صرف یہی بلکہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ اے باری تعالیٰ احمد بن حنبل کے مذہب و عقیدہ پر زندہ رکھیو۔ اور اسی پر خاتمہ فرما کر حشر میں امام السنہ کے زمرہ میں اٹھائیو۔ (غنیۃ الطالبین)

غرضیکہ اسلام کا اصل یا بنیادی عقیدہ صرف وہی ہے۔ جو عقیدہ اہل السنہ کے عنوان سے امام السنہ نے نقل فرمایا۔ اور تمام کے تمام ائمہ محدثین نے اس سے اتفاق کیا۔ گویا امام السنہ فقہاء

[1] پیغام جیلانی ضخامت صفحات قیمت دارالاشاعت اشرفیہ سندھ بلوکی ضلع لاہور

اہلحدیث یا ائمہ محدثین ہی کے مسلک کے داعی ہیں) جسے دوسرے لفظوں میں مسلک اہلحدیث کہا جاتا ہے۔ چنانچہ طبقات الحنابلہ کے الفاظ یہ ہیں:۔

"احمد رجل من اهل حدیث صالح" (ص۴ مطبوعہ مصر) اہل حدیث میں سے احمد بن حنبل صالح ہستی ہے۔" (پوری تفصیل آرہی ہے)

امام السنہ اہل حدیث کو برا جاننے والوں کو زندیق جانتے ہیں۔ چنانچہ طبقات الحنابلۃ ترجمہ ابوالحسن ترمذی میں روایت ہے۔ کہ ابوالحسن نے امام السنہ سے کہا۔ کہ ہم مکہ مکرمہ میں ابن ابی قتیلہ کے پاس بیٹھے تھے۔ اور اہل حدیث کا ذکر چھڑ گیا۔ اس پر ابن ابی قتیلہ نے کہا۔

اصحاب الحدیث قوم سوء ... فقام ابوعبد الله وهو ینفض ثوبه فقال زندیق زندیق۔ زندیق و دخل البیت (ص۱۶ مطبوعہ مصر)

کہ اہل حدیث برے لوگ ہیں۔ پس امام السنہ یہ سن کر رنج و غصہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ وہ زندیق ہے زندیق بالکل زندیق۔ اپنے گھر داخل ہو گئے۔

ایسے ہی شاہ جیلانی غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں کہ اہل بدعت کی صحیح اور آسان پہچان یہ ہے۔ کہ وہ لوگ اہل حدیث کو برا جانتے ہیں۔

(علامة اهل بدعة الوقيعة فی اهل الاثر غنیۃ الطالبین)

تقلید اور امام السنہ

جیسا کہ امام مالک اور شافعی رحمہم اللہ تقلید کی نحوست سے مسلمانوں کو دور رہنے کی تاکید فرماتے گئے۔ ویسے ہی امام السنہ نے بھی بچنے کی تاکید فرمائی ہے چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ عقد الجید اور انصاف میں آپ کا جو قول نقل کیا ہے وہ حنفی مترجم سے اردو الفاظ میں پڑھیے۔

"امام احمدؒ نے کہا۔ ہرگز میری تقلید نہ کرنا۔ اور نہ ہی امام مالک اور نہ ہی اوزاعی نہ نخعی اور نہ ہی کسی دوسرے کی تقلید کرنا۔" (آیات اللہ ص۲۴۲۔ مسلک ص۸ و کشاف ص۔۔)

شعرانی لکھتے ہیں۔ ۔ ۔ فی العمل بالسنة مشهور (میزان ص۸) اتباع سنت میں آپ ضرب المثل ہیں۔

امام مروزی کا خواب

طبقات الحنابلہ میں یوں نقل ہے۔ کہ مجھے خواب میں قیامت کا نقشہ یوں نظر آیا۔ کہ انسان گروہ در گروہ جمع ہیں۔ اور ان کے گرداگرد ملائکہ اور بقیہ مخلوقات

گھیرا ڈالے کھڑی ہے۔

۱۔ مقربین فرشتوں کا گروہ با آواز بلند پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ قد افلح الزاهدون اليوم في الدنيا (ص۲۱) جن لوگوں نے دُنیا میں زاہدانہ زندگی بسر کی۔ آج وہ کامیاب ہیں۔

۲۔ ورأيت النبي صلى الله عليه وسلم وسمعته. يقول يا احمد بن حنبل هلم ـ ـ ـ ـ على الله (ص۲۱) میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اور سُنا۔ آپ فرمارہے تھے۔ اے احمد بن حنبل ہمارے پیچھے پیچھے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے چلے آؤ"

اقوال ناصحانہ بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ ہر انسان جب صبح نیند سے اُٹھتا ہے۔ (۱) تو اللہ کی جانب سے ادائے فرض کا مطالبہ ہوتا ہے۔

۲۔ کراماً کاتبین اس سے عمل صالح کا مطالبہ کرتے ہیں۔

۳۔ نفس امارہ خواہشات کے پورا کرنے کی اپیل کرتا ہے۔

۴۔ ابلیس فحش و بُرائی کا مطالبہ کرتا ہے

۵۔ اہل وعیال ضروریات زندگی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

پورے باب کا خلاصہ یہ ہوا۔ کہ آئمہ اربعہ امام مالکؒ ابو حنیفہ۔ شافعی واحمد رحمہم اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اتباع کتاب وسنت کی تاکید کرتے ہوئے گذر گئے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے قول کا ترجمہ بھی آپ ملاحظہ فرما چکے۔ جس کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

ان هولاء الائمة (اى الاربعة) لم يكونوا على عصر واحد (۱) بل ابوحنيفة توفى سنة خمسين ومائة (۲) مالك سنة تسعين وسبعين ومائة والشافعي سنة اربعة ومائتين واحمد بن حنبل احدى واربعين ومائتين وليس فى هولاء من يقلد الاخر ولا من امر باتباع الناس له كل منهم يدعوا الى متابعة الكتاب والسنة وقال غيره قولا يخالف الكتاب والسنة عنده رده ولا يوجب على الناس تقليده

(منهاج السنة جلد ۲ ص۱۴۳ مصری)

ہندوستانی ترجمان اسلام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے مذکورہ تاریخی حقیقت کو حنفی مترجم کے الفاظ سے پڑھئے:۔

پہلی دوسری صدی کے لوگ تقلید مذہب معین پر متفق نہ تھے۔ بلا التزام جس سے چاہتے مسئلہ دریافت کرکے عمل کر لیتے۔"

امام شافعیؒ

امام شافعیؒ کا قول حکیم الامت نے یوں نقل فرمایا ہے:۔
شافعیؒ نے توضیح کردی ہے۔ کہ علماء صحابہ و تابعین ہر مسئلہ میں حدیث کے متلاشی رہے۔ جب کسی مسئلہ میں حدیث نہ ملی۔ تو انہوں نے کوئی دوسرا استدلال کیا۔ مگر جوں ہی اس مسئلہ میں حدیث مل گئی۔ فوراً اپنا استدلال ترک کرکے حدیث پر عامل ہوگئے (حوالہ پیچھے گذر چکا ہے)

پس مذکورہ حقائق اور آئمہ اربعہ کے اقوال سے عیاں ہے۔ کہ ۲۴۱ھ یعنی وفات امام السنۃ تک مروجہ ٹکسالی و تقلیدی مذاہب موجود نہ تھے۔ یہ سب اور ان کی سکہ بند کتب فقہ زمانہ مابعد بازمانہ شر و فتنہ کی پیداوار ہیں جن کی وجہ سے فرقہ بازی اور گروہ بندی اس درجہ ظاہر ہوئی۔ کہ بیت اللہ شریف میں مستقل چار مصلے بنا کر فرقہ بندی کو فروغ دیا گیا۔ الی اللہ المشتکی وھو المستعان

دین حق را چار مذہب ساختند
رخنہ در دین نبیؐ انداختند

تقلید کب شروع ہوئی

ظاہر ہو چکا۔ کہ وفات امام السنہ سنہ ۲۴۱ہجری تک مذاہب مروجہ رائج نہ ہوئے تھے۔ لہٰذا اب تقلید کی پیدائش اور اس کے ظہور کی تفصیل پڑھیے۔ حکیم الامت نے حجۃ اللہ البالغہ اور انصاف میں ایک خاص باب رقم فرمایا ہے۔

"باب اس بیان میں کہ چوتھی صدی سے پہلے کے لوگ کسی ایک مذہب معین پر متفق نہ تھے"

قوت القلوب میں ابو طالب کی (آپ چوتھی صدی ہجری کے مشاہیر سے ہیں) نے بیان کیا ہے یہ (فقہ کی) کتابیں اور مجموعے سب نئی چیزیں ہیں قرن اوّل اور دوم میں پہلے لوگ اور دوسرے لوگوں کے اقوال (تقلید) کے قائل نہ تھے۔ کسی مذہب معین (حنفی شافعی) کے موافق فتوے کا طریق معین نہ تھا۔ خاص کسی شخص کا قول اختیار نہ کیا جاتا تھا۔ اور ہر ایک امر میں اسی کے قول کو نقل نہیں کیا کرتے تھے (جیسا کہ آج کل حنفی صرف اپنے فقہا مذہب اور شافعی اپنے فقہا مذہب کے اقوال کو حق جانتے ہیں) اسی کے مذہب پر فقہ کی بنیاد قائم نہیں ہوتی تھی انتہی میں (شاہ ولی اللہ) کہتا ہوں۔ کہ دونوں قرنوں کے بعد کسی قدر تخریج کا طریقہ پیدا ہو گیا تھا۔ تاہم چوتھی صدی کے لوگ مذہب معین (حنفی شافعی) کی تقلید پر متفق نہ تھے کسی ایک مذہب (حنفی شافعی) کی فقہ کی پابندی نہ تھی۔ کہ اسی کا قول نقل کیا جائے۔

جیسے کہ تتبع سے ظاہر ہوتا ہے۔ بلکہ اسی زمانہ کے لوگ دو قسم کے تھے

(۱) علماء (۲) عامی۔

عوام کی یہ حالت کہ مسائل اتفاقیہ میں مسلمانوں اور جمہور مجتہدین کے درمیان اختلاف نہ تھا۔ بجز شارع کے اور کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے ...... اور جب کوئی نیا واقعہ پیش آتا۔ تو جو کوئی مفتی مل گیا۔ اس سے بدوں تعین مذہب کے پوچھ لیتے۔ ابن ہمام نے آخر تحریر میں کہا ہے۔ کہ کبھی ایک شخص (مفتی) اور کبھی دوسرے (مفتی) سے التزام ایک مفتی کا نہ کرتے۔ فقط (کشاف صہ ۵۸۔ آیات اللہ صہ ۲۳۴ و ۲۳۵)

ہندوستانی مورخ اسلام اکبر شاہ رقمطراز ہیں۔ چوتھی صدی سے پہلے مذاہب اربعہ کی تقلید کا کامل رواج نہ تھا۔ اور نہ ہی حنفی شافعی کہلانے کا زور و شور تھا۔ (قول حق صہ ۹۷)

مکرر لکھا ہے۔ کہ عوام کی یہ حالت تھی جس عالم کو وہ افضل اور بہتر جانتے اس سے پوچھ لیتے اور اس کی بات پر عمل کرتے بلا لحاظ اس کے کہ وہ عالم حنفی (مجتہد) ہو۔ یا شافعی مجتہد اور جو لوگ ذی علم تھے۔ ان کی دو صورتیں تھیں بعض اہلحدیث اور بعض صاحب اجتہاد۔ جو اہلحدیث تھے ان کا طریق یہ تھا۔ کہ وہ کتاب الٰہی اور احادیث نبوی اور آثار صحابہ پر عمل کرتے تھے۔ مزید ضرورت پر کسی فقیہ کے کلام کی طرف رجوع کرتے خواہ وہ فقیہ مدنی ہوتا یا مکی۔ کوفی ہوتا یا بصری اور جو صاحب اجتہاد تھے۔ وہ تخریج کرتے (اپنے اساتذہ کے اقوال پر) اور اصول و قواعد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسی سے فروعات کا استنباط کرتے (قول حق صہ ۹۸)

قطعی فیصلہ کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ سے چوتھی صدی کے بعد کا حال سنئے (۱) پھر ان قرنوں کے بعد دوسرے لوگ ہوئے جو ادھر ادھر ہو گئے۔ اور ان میں بہت سے امور پیدا ہو گئے۔ جن میں سے اول یہ کہ علم فقہ میں لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا (کشاف صہ ۹)

ان قرنوں کے بعد لوگ دائیں بائیں آوارہ ہو گئے۔ اور چند امور ان میں بالکل نئے پیدا ہو گئے (۱) علم فقہ کے متعلق ان میں نزاع اور خلاف پیدا ہو گیا۔ (آیات اللہ صہ ۲۳۵)

تفصیل کے بعد بطور نتیجہ رقمطراز ہیں۔ اور ان میں دوسری بات یہ پیدا ہوئی۔ کہ ان

لوگوں نے تقلید پر اطمینان کر لیا۔ اور تقلید ان کے سینوں میں چیونٹی کی طرح گھس گئی۔ اور ان کو خبر نہ ہوئی۔ اور وجہ تقلید کی فقہا کا آپس میں دھکا پیل کرنا اور باہم گرجھگڑا کرنا ہوا (کشاف ص۳۵)

۲۔ یہ خرابی بھی پیدا ہوئی کہ ان کو تقلید پر پورا اطمینان ہو گیا۔ اور آہستہ آہستہ تقلید ان کے سینوں میں سرایت کر گئی۔ اور ان کو خبر نہ ہوئی تھی۔ کہ اس کا اثر کیوں کر پھیلتا ہے اس تقلید کی پختگی کا سبب یہ تھا کہ فقہا میں باہم مزاحمت و مجادلہ ہونے لگا۔ (آیت اللہ ص۲۴۶)

ہندوستانی مؤرخ رقمطراز ہے:۔ لوگوں نے سیدھا راستہ چھوڑ دیا۔ اور دائیں بائیں چلنا شروع کر دیا (تقلیدی مذاہب پر) اور سلاطین کے سامنے (اپنے اپنے مذاہب کو حق ثابت کرنے کے لئے) مناظرے اور مجادلے میں اپنے ہمسروں پر غالب ہونے کا شوق پیدا ہوا۔ علم کو دنیا کی تحصیل کا ذریعہ بنایا۔ اپنی ناموری عزت اور شہرت کے لئے ان مسائل کو جن میں نہایت تنگ بینی کے سبب سے اختلاف ہوا تھا۔ ذریعہ بحث بنایا۔ اپنے اپنے آئمہ کے اقوال کو مثل کتاب و سنت مستند گردانا۔ (قول حق ص۹۸)

تھانوی صاحب نے اپنے طویل فتویٰ میں مذکورہ حقائق پر تصدیقی دستخط یوں ثبت فرمائے ہیں:۔

اس زمانہ صحاح ستہ وغیرہ مدون ہوئیں پس روز بروز رونق و گرم بازاری ان دونوں پاک علموں (فقہ حنیفہ اور حدیث) کی ہوتی رہی۔ اور علما میں دونوں فریق (آئمہ اہل حدیث اور فقہا احناف) رہے اور عوام جس سے چاہتے بلا تقید و تعین کسی امام و مفتی (حنفی ہو یا اہلحدیث) سے فتوے پوچھ کر عمل کرتے ..... مائتہ رابعہ (چوتھی صدی ہجری) تک یہی حال رہا۔ بعد مائتہ رابعہ کے تقاضا الٰہی سے بہت سے امور پُرآشوب پیدا ہو گئے تقاصر ہمم یعنے ہمتیں ہر علم میں پست ہونا شروع ہوئیں۔ جدال بین العلماء ہر شخص دوسرے کی مخالفت کرنے لگا تزاحم بین الفقہا ہر فقیہ دوسرے کے قول و فتوے کو رد کرنے لگا۔ اعجاب کل ذی رای رأیہ ہر شخص حتی کہ قلیل العلم بھی اپنی رائے پر اعتماد کرنے لگا۔ ..... یہاں تک کہ اس سے زیادہ فتنہ دونوں فریقوں میں بڑھا بعض مقلدین نے اپنے آئمہ کو معصوم عن الخطاء مصیب مفروض

الاطاعت تصور کرکے عزم بالجزم کیا ۔ کہ خواہ کیسی حدیث صحیح مخالف قول امام کے ہو ۔ اور قول کا بجز قیاس کے امر دیگر نہ ہو ۔ پھر بھی بہت سی علل وخلل حدیث میں پیدا کرکے یا اس کی تاویل بعید کرکے حدیث کو رد کردیں گے ۔ اور قول امام کو نہ چھوڑیں گے ۔

جرأت مذکورہ حقیقت سے چونکہ تقلید کی جڑیں کھوکھلی ہو جاتی ہیں ۔ لہٰذا مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے تقلید کو مضبوط کرنے کے لئے شاہ صاحب کے قول کی توجیہہ یوں فرمائی ہے ۔ شاہ ولی اللہ صاحب قدس اللہ سرہ نے جو یہ لکھا ہے ۔ کہ چار سو سال ہجری تک سے پابندی ایک مذہب معین کی نہ تھی ۔ تو وہ یہ فرماتے ہیں ۔ اس وقت تک جملہ اناس کا اجماع ایک مذہب معین پر تمام مسائل میں ہو یہ نہ تھا ...... اس سے یہ ثابت ہوتا ہے ۔ کہ تقلید بھی تھی اور ایک مذہب کی بھی تقلید کو جائز ومعمول کرتے تھے ۔ معہذا دوسرے مذاہب والے سے بھی مسئلہ دریافت کر لیتے تھے ۔" (سبیل الرشاد)

شاہ صاحب کا قول آپ پڑھ چکے اور گنگوہی صاحب کے عقیدت مند تھانوی صاحب کی تصدیق بھی ملاحظہ فرما چکے ۔ پس آپ ہی اپنے خداداد علم وفہم سے فیصلہ فرمایئے ۔ کہ چوتھی صدی تو کیا ۔ اب تک بھی کسی ایک مذہب (حنفی یا شافعی) کے تمام مسائل پر پوری اسلامی دُنیا (ایک ہی مذہب معین کی تقلید پر) متفق ہوئی ہے ۔ ؎

خود ہی انصاف سے کہنا خدا لگتی

اگر ہم عرض کریں گے تو شکایت ہو گی !

تقلید کی وجوہ اور اسباب حکیم الامت نے تقلید کے رائج ہونے کے جو کچھ علل واسباب ذکر فرمائے ۔ عنفی مترجم سے سنئے

پہلا سبب (ا) فقہا میں باہم مزاحمت اور مجادلہ ہونے لگا ۔

(ب) لوگ فتووں میں روک ٹوک کرنے لگے ۔

(ج) جو شخص فتوے دیتا تھا ۔ فوراً اس کے فتوے پر اعتراض کئے جاتے تھے ۔ اور اس کا رد کیا جاتا تھا ۔ انجام کار سخن کا سلسلہ متقدمین میں سے کسی ایک شخص کے مصرح قول پر ختم ہوتا تھا (آیات

اللہ الکاملہ صلہ ۲۲۶)

دوسرا سبب (ا) حکام اور قضات کا جور و تعدی بھی تقلید کا باعث ہوا۔ اکثر حکام کی طبیعت میں جور ہو گیا تھا۔

ب ان میں تدین اور امانت کی صفت مفقود تھی۔

ج۔ ان کے فیصلے جب ہی مقبول سمجھے جاتے تھے۔ کہ عام لوگوں کو ان میں اشتباہ باقی نہ رہے اور اس کا قول کسی سابق شخص کے مطابق ہو۔

تیسرا سبب۔ (د) سرتاج لوگوں کی جہالت اور بے علموں سے فتوے لینا تقلید کا باعث ہوا (کیونکہ) یہ مفتی علم حدیث اور تخریج کے نتیجہ سے ناواقف ہوتے تھے۔ (آیات اللہ البالغہ صلہ ۲۳۶)

انصاف میں مختصراً یوں فرمایا۔ دوسری وجہ تقلید کی قاضیوں کا ظلم کرنا ہے۔ کیوں کہ جب اکثر قاضیوں نے ظلم کیا۔ اور امین نہ ہوئے۔ تو ان کے وہی حکم مقبول ہوئے۔ جن میں عوام کو شک نہ ہو۔ اور جن کو پہلے کسی نے کہا ہو۔

ب۔ ایک وجہ یہ ہوئی کہ روسا جاہل ہوئے۔ اور لوگوں نے ایسوں سے مسائل پوچھے جن کو حدیث اور طریق تخریج کا علم نہ تھا۔ جیسے اکثر متاخرین کا حال ہے بظاہر یہی دیکھتے ہو۔۔۔۔ غیر مجتہد کو فقیہ کہنے لگے۔ اور اسی وقت میں یہ لوگ تعصب پر جم گئے۔ (کشاف صلہ ۵۸)

حضرت حجۃ الہند یا بقول احناف دیوبند حنفیت[۱] کے ہندوستانی مجدد اعظم نے فیصلہ کر دیا۔ کہ تقلید کی زہریلی گیس کا مادہ (جراثیم) جابر سلاطین کے جور و جبر۔ بد دیانت قاضیوں کے ظلم کتاب و سنت سے ناواقف و نااہل مفتیوں کے غلط فتووں۔ عوام کی ان پر بے اعتمادی اور شکوک وغیرہ کے میل جول کے تعفن سے پیدا ہوا۔ اور جوں جوں خیر القرون سے بُعد اور دوری ہوتی گئی خشیت الٰہی اور دینی محبت کم ہوتی گئی۔ جہالت اور بے دینی بڑھتی گئی۔ تقلیدی جراثیم بڑھتے اور پرورش پاتے گئے حتیٰ کہ پانچویں صدی ہجری اور اس کے بعد لاعلاج وبائی مرض کی صورت میں مسلط ہو گئی اور مسلمان اس کو صحت تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ یعنے تقلیدی کو مذہب حق یا اصل اسلام یقین کیا جانے لگا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

تقلیدی وبا سے جس قدر ضرر اسلام کو ہوا۔ اس کی تفصیل حجۃ الہند سے حنفی مترجم کی زبانی پڑھیے

---

[۱] دیکھو الفرقان بریلی کا شاہ ولی اللہ نمبر

اس جدل ومخاصمت اور تعمق کا ضرر اس فتنہ اولیٰ کے قریب قریب تھا۔ جب لوگوں نے ملک کے متعلق فساد اور جھگڑے برپا کئے تھے ہر شخص نے اپنے اپنے ہمراہی کی امداد کی تھی۔ جیسے ان فسادوں کا انجام یہ ہوا کہ آخر کو گزندہ حکومت قائم ہوگئی۔ اور نہایت کو رو تاریک واقعات (شہادت عثمان جنگ صفین وجمل وکربلا وغیرہ) پیش آئے ایسے ہی ان تقلیدی اختلافات نے جہالت اور اختلافات اور شکوک واوہام کو ہر جانب پھیلا دیا اس لئے ان قرنوں کے بعد خالص تقلید شائع ہوگئی حق وباطل اور مخاصمت اور استنباط میں کچھ تمیز نہ رہی انصاف کے الفاظ بھی ملاحظہ فرمایئے۔ جیسے پہلے (ملکی) فساد کے پیچھے سلطنت ظلم آمیز اور واقعات اندھا دھند ہوئے اسی طرح اس (تقلیدی) لڑائی جھگڑے کے بعد ایسی جہالت اور خلط اور شک اور وہم واقع ہوئے جن کی کچھ حد نہیں۔ پھر ان لوگوں کے بعد بہت سے قرن نہرے تقلید پر پیدا ہوئے۔ کہ نہ حق کو باطل سے جدا کرتے نہ جدل کو استنباط سے (کشاف ترجمہ انصاف ص۹۲ و ۹۳)

تصدیق وتائید مفتی محمد عبدہ مصری کی کتاب الاسلام والنصرانیت کا اقتباس قول حق سے پڑھیئے مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ برپا ہوگیا۔ اور لوگ گمراہی میں مبتلا ہوگئے۔ اور انھوں نے یہ بھی ضروری ٹھہرایا۔ کہ بعد میں پیدا ہونے والے کا یہ حق نہیں۔ کہ وہ پہلے بزرگوں کے قول کے سوا کچھ کہے۔ اس کو عقیدہ بنا لیا گیا تاکہ غور وفکر کی طاقتیں ساکن اور عقلیں منجمد ہوجائیں۔ (قول حق ص۹۹)

صاحب قول حق فرماتے ہیں۔ حالت یہ ہوگئی کہ مسلمان کبھی گذشتہ لوگوں کو اپنا بزرگ ومقتدا کہہ کر ان کی پیروی وتقلید کو ضروری بتاتا۔ اور کبھی کسی بزرگ کا کوئی بلا دلیل قول پیش کرکے قرآن وحدیث اور فہم وخرد سے یہ کہہ کر صاف صاف بغاوت اختیار کرلیتا ہے کہ ہمارے بزرگ تم سے زیادہ شریعت سے واقف اور تم سے زیادہ قرآن وحدیث کے عالم تھے (ص۱۳۶)

مکرر وضاحت سے لکھا اپنے بڑوں کی راہ وروش پہ قائم رہنے کو ضروری قرار دے کر انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کرنا صراط مستقیم کی طرف آنے سے متنفر ہونا اور دین حق سے لوگوں کو روکنا نسل انسانی کی پرانی سنت اور شیطان لعین کا نہایت کاری حربہ ہے۔ (ص۱۳۷)

آخری فیصلہ حجۃ اللہ نے یوں فرمایا ہے۔ اب جو زمانہ آتا گیا۔ فتنہ اور تقلید کی زیادتی ہوتی گئی

اور لوگوں کے دلوں سے دمبدم تدین دُور ہوتا ہو گیا (بے دینی بڑھتی گئی) حتیٰ کہ امورِ دین میں غور و خوض کرنا انہوں نے ترک کر دیا ۔ اور وہ تقلید پر ہی مطمئن ہو گئے ۔ اور کہنے لگے ۔ انا وجدنا اباءنا علی امۃ وانا علی اثارھم مقتدون ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک جماعت پر متفق پایا ہے ہم انہیں کے نشانوں کے پیرو ہیں ۔ والی اللہ المشتکی وھو المستعان وبہ الثقۃ وعلیہ التکلان
(آیات اللہ الکاملہ صفحہ ۲۳)

تھوڑی سی وضاحت

سے شاہ صاحب کی آخری تصنیف سے ملاحظہ فرمایئے :۔
اور اس زمانہ کے بعد جو قرن (زمانہ) ہوا ۔ وہ فتنہ میں اکثر اور تقلید میں زیادہ تر (بڑھ کر) اور لوگوں کے دلوں میں سے امانت کے نکل جانے میں بڑھ کر ہوا یہاں تک کہ دین کے معاملہ میں غور نہ کرنے (تقلید) پر مطمئن ہو گئے ۔ اور یہ کہنے لگے ۔ کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک دین پر پایا ہے ۔ اور ہم ان ہی کے قدم کے نشانوں پر پیروی کرتے ہیں ۔ اور اس بات کی شکایت خدا ہی سے ہے اور اسی سے مدد مطلوب ہے ۔ اور اسی پر بھروسہ اور توکل ہے ۔ اور یہ آخر ہے ان باتوں کا جن کا لکھنا ہم کو اس رسالہ الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف میں مقصود تھا ۔
(الکشاف ترجمہ الانصاف صفحہ ۹۳)

مقلدین کا انکارِ حدیث

ذیل میں حضرات مقلدین کا انکارِ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ اللہ سے پڑھیے جسے حنفی مترجم نے یوں ادا کیا ہے ۔
اگر اس (مقلد) کو کوئی حدیث پہنچتی ہے اور اس کے صحیح ہونے کا یقین بھی کر لیتا ہے تب بھی حدیث کو قبول نہیں کرتا ۔ کیونکہ اس کے ذمے تو تقلید کی تخ لگی ہوئی ہے ۔ تو یہ اعتقاد خراب اور نکما قول ہے ۔ اس کا ثبوت نہ نقلی ہے نہ عقلی اور اپنے پہلے قرنوں میں سے یہ امر کوئی (ایسی تقلید) نہ کرتا تھا اور اس مقلد نے دو غلطیاں کیں اول یہ کہ جو شخص خطا سے معصوم نہ تھا ۔ اس کو معصوم حقیقی یا اس کے قول پر عمل کرنے کے حق معصوم گمان کر لیا ۔ دوسرے یہ کہ خیال کر لیا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اس قول کے ماننے کا حکم دیا ۔ اور میرا ذمہ اس کی تقلید سے رکا ہوا ہے ۔ اور اسی جیسے مقلد کے بارے میں یہ ارشاد خداوندی نازل ہوا ہے ۔ وانا علی اثارھم مقتدون اور پہلی ملتوں کی تحریفیں بھی اسی صورت کی تھیں (مسلک مروارید صفحہ ۷۱)

تفہیمات الہیہ میں شاہ صاحب رقمطراز ہیں ۔ وتری العامة سیما الیوم فی کل قطر یتقیدون لمذہب من مذاہب المتقدمین یرون خروج الانسان مذہب من تقلدہ ولو فی مسئلة کالخروج من الملة کانہ نبی بعث الیہ وافترضت علیہ طاعتہ وکان اوائل الامة قبل المائة الرابعة غیر متقیدین ۔ (تفہیمات الہیہ جلد اول ص۱۵۱)

ماحصل یہ کہ اپنے امام کے خلاف کسی ایک مسئلہ پر عمل کرنے کو اسلام سے خارج ہونے کا مترادف جانتے گویا کہ ان کا منتخب کردہ امام ان کی طرف نبی ہے جس کی اطاعت ان پر فرض ہے ۔ حالانکہ چوتھی صدی ہجری سے پہلے کے مسلمان کسی مذہب معین کی تقلید کے قائل وعامل نہ تھے ۔

ہیں حکیم الامت نے اسس کی وضاحت ابن عبدالسلام سے یوں فرمائی ہے

حجۃ اللہ البالغہ | ا۔ نہایت تعجب کی بات ہے ۔ کہ فقہا مقلدین میں سے بعض کو اپنے امام کا ضعف ماخذ معلوم ہوجایا کرتا ہے ۔ اور اس کے ضعف کو کوئی چیز دفع بھی نہیں کرتی ۔ اس پر بھی وہ اس امام کی تقلید کئے جاتا ہے ۔ اور جس شخص کے مذہب میں قرآن وحدیث اور صحیح قیاسیات کی شہادت ملتی ہے ۔ اس کو بالکل ترک کردیتا ہے ۔ اس کو اپنے ہی امام کے مذہب سے وابستگی رہتی ہے بلکہ ایسے ایسے حیلے کرتا ہے ۔ جن سے ظاہر قرآن وحدیث کو دفع کردے ۔ اور بعیدہ باطل تاویلیں ان میں گھڑتا ہے ۔ تاکہ اپنے مذہب کی حمایت کرے ۔ (آیات اللہ الکاملہ ص۲۳۸)

پہلے مسلمان کسی خاص مذہب کے مقید نہ تھے ۔ جہاں تک کہ ان مذاہب (مروجہ اربعہ) اور متعصب مقلدین کا ظہور ہوا ۔ اب ہر شخص اپنے امام کی ایسی پیروی کرنے لگا ۔ گویا کہ وہ نبی مرسل ہے ۔ اگرچہ اس کا مذہب دلیلوں سے کیسا ہی دور ہو ۔ (ص۲۳۸ آیات اللہ الکاملہ)

تاریخ میں | حضرات مقلدین کوئی ایسا واقعہ پیش کرسکتے ہیں ۔ کہ سوا حنفی مذہب کی نماز کے کبھی شافعی طریق کی نماز کو بھی صحیح سمجھ کر ادا کیا گیا ہو ۔

لیجے ضمیر کی آواز کا یہ حصہ مکرر پڑھیے :-

تھانوی صاحب | اکثر مقلدین عوام بلکہ خواص اس قدر جامد ہیں کہ اگر اپنے اقول مجتہد کے خلاف کوئی آیت یا حدیث کان میں پڑتی ہے ان کے قلب میں انقباض نہیں رہتا ۔ قلب میں استنکار پیدا ہوتا ہے پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے خواہ کتنی ہی بعید ہو ۔ اور خواہ دوسری دلیل قوی اس

کے معارض ہو۔ بلکہ مجتہد کی دلیل اس مسئلہ میں بجز قیاس کے کچھ بھی نہ ہو۔ مگر نصرت مذہب کے لئے تاویل ضروری سمجھتے ہیں دل یہ نہیں مانتا کہ قول مجتہد کو چھوڑ کر حدیث صحیح پر عمل کریں۔
(تذکرۃ الرشید صہ ۱۳۱)

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

ہندوستانی مورخ کا نوحہ

مقلدین نے ان ائمہ عظام کو مثل صاحب شریعت کے صاحب مذہب بنا دیا۔ اور ان کو معصوم اور محفوظ عن الخطا سمجھ کر ان کی باتوں کے سامنے اصل صاحب الوحی کے قولوں پر تمسک کرنا چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ آخر اپنے کو پیغمبر سے نسبت کرنا بھی زمانہ سے اٹھ گیا۔ اور حنفی شافعی کہنے پر مذہب کا مدار آگیا۔ پھر جیسا زمانہ گزرتا گیا۔ اور دین میں تبدیل ہوتا گیا۔ اتنی ہی یہ خرابی بڑھتی گئی، اور دین و مذہب کی حقیقت چھپتی گئی۔ یہاں تک کہ اب جس زمانہ میں ہم کو خدا نے پیدا کیا ہے اور جس میں شاذ و نادر زندگی کے دن کاٹتے ہیں کسی امام کے مذہب کو ترک کرنا یا اس کے قول کو نہ ماننا اسلام سے پھرنا (مرتد ہونا) اور نبی اکرمؐ کے کلام کا انکار سمجھا جاتا ہے۔ اور تحقیق کا نام لینے والا اور کتاب وسنت پر عمل کرنے والا بدعتی فاسق اور اسلام کا دشمن تصور کیا جاتا ہے (قول حق صہ ۹)

علمی تفصیر اگر مطلوب ہو تو نتائج التقلید پڑھئے۔

فقہی مذاہب کے اختلاف سے ملکی فضا کا مکدّر ہونا

یہ حقیقت ہے۔ کہ عہد صحابہ سے لے کر امت میں مجتہدین بکثرت ہوتے چلے آئے ہیں۔ جن کے فتاوٰی نے پر اعتماد و بھروسہ کیا جاتا تھا۔ چنانچہ صحابہ میں سے چوبیس نامور بزرگ ایسے تھے۔ جن میں سے کثیر الفتوٰی سات باکمال شخصیتیں شہرہ آفاق تھیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ حضرت عائشہ ام المومنینؓ ابن عمرؓ۔ ابن عباسؓ۔ ابن مسعودؓ۔ فاروق اعظمؓ۔ زید بن ثابتؓ اور حضرت علیؓ۔ پھر ان کے بعد تابعین میں سے بھی بکثرت ائمہ فقہا ہوئے لیکن فقہاء سبعہ مدینہ کو خصوصیت سے شہرت اور قبولیت عامہ حاصل تھی۔ چنانچہ نعمانی صاحب رطب اللسان ہیں کہ تابعین کے گروہ میں سات شخص علم فقہ وحدیث

کے مرجع بن گئے تھے ۔ اور مسائل شرعیہ میں اکثر ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا (سیرۃ النعمان) چنانچہ شعرانی نے میزان الکبریٰ نے فقہی مذاہب کا ایک نقشہ ... کی شکل میں دکھایا ہے جن سب کا سرچشمہ عین (مرکز و منبع) الشریعت ظاہر کیا ہے ۔ پھر آگے چل کر ان سب کو آٹھوں فقہی مذاہب میں مرکوز و مشترک اور مشتمل کر کے جنت کے آٹھوں دروازے ان کے لئے مخصوص کر دیئے جیسا کہ آرہا ہے ۔

حنفی مترجم سے پڑھیئے تابعین میں سے ہر ایک عالم کا اپنے خیال کے موافق ایک مذہب ہو گیا ۔ مثلاً (۱) مدینہ میں سعید بن مسیب اور سالم بن عبد اللہ ۔

۲۔ پھر ان کے بعد مدینہ میں قاضی یحییٰ بن سعید اور ربیع بن عبد الرحمٰن وغیرہ ہو گئے ۔

۳۔ مکہ میں عطا بن رباح امامت کے درجہ کے تھے ۔

۴۔ کوفہ میں ابراہیم نخعی اور امام شعبی ۔

۵۔ امام حسن بصری ۔ بصرہ میں ۔

۶۔ یمن میں طاؤس بن کیسان ہوئے ۔

۷۔ اور شام میں امام مکحول ہوئے ۔ (اور امام اوزاعی)

لوگوں نے نہایت شوق اور سرگرمی سے ان کی جانب رغبت کی ۔ اور ان علما کے ذاتی مذاہب و تحقیقات کو اخذ کیا مسائل میں لوگ ان سے فتوے لیتے رہے اور ان کے مسائل کا خوب تذکرہ رہا ۔ (آیات اللہ الکاملہ صفحہ ۲۲)

عقد الجید میں شاہ صاحب نے فقہاء مذاہب کا تذکرہ جس طرح کیا ۔ حنفی مترجم سے یوں پڑھئے ۔

ابو حنیفہ مالک شافعی	احمد بن حنبل اور سفیان بھی
اور آئمہ باقی حق پہ ہیں تمام	اختلاف ان کا ہے رحمت والسلام

(مسلک مروارید صفحہ ۰)

سونے پر سہاگہ حضرت گنگوہی کا بیان بھی پڑھئے " اور سوا اس کے سفیان ثوری اور ابن ابی لیلیٰ اور اوزاعی وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین بھی مجتہد ہوئے اور ہزار ہا لوگ (آدمی) ان کے مقلد ہوئے ۔ مگر

بالآخر سب مذاہب مندرس ہو کر یہ چار مذہب عالم میں شائع ہوئے اور آج تک جاری ہیں۔" (سبیل الارشاد گنگوہی ص۳)

ترجمان حنفیت علامہ عبدالحی لکھنوی رقمطراز ہیں :۔

ومن اشتهر مذهبهم ودونت الكتب على مسلكهم الائمة الاربعة ابوحنيفة والشافعي ومالك واحمد ومذاهب باقي المجتهدين قد اندرست لا يوجد لها اثر ولا يرى بها خبير يستفسر (النافع الكبير ص۳)

علماء دیوبند نے کنزالدقائق جوٹی کی مستند و درسی کتاب کے حاشیہ کی تمہید میں فقہی مذاہب کا تذکرہ یوں کیا ہے۔

واعلم ان قد كثر المجتهدون فى هذه الامة لمحافظة الدين القويم ولبقاء ماجاء به النبي الكريم صلى الله عليه وسلم فمنهم امامنا الاعظم ابوحنيفة الكوفي ومالك واحمد والشافعي ...... واما من سواء هولاء الاربعة رحمهم الله متقدمين كانوا او متاخرين فبعضهم لم يعلم له تابع وبعضهم قلت الطوائف الكثيرة وانتشر مذهبه لكن درسته الازمنة فصار كان لم يكن شيئا مذكوراً ... ثم اشتهر انه لاسبيل الى السلوك على غير هذه المسالك الاربعة (تمهيد النمارق ص۴)

(حسب الارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم) دین قویم کی حفاظت و بقاء کے لئے اس امت میں بہت کثرت سے مجتہد اور امام ہوئے۔ جن میں سے ابوحنیفہ مالک و شافعی اور احمد چاروں نہایت شہرہ آفاق ہیں۔ اور ان کے علاوہ جو دوسرے آئمہ متقدین و متاخرین مجتہدین گذرے ان میں سے بعض کے اتباع و مقلدین کا تو کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اور بعض کے مقلدین و متبعین نہایت کثرت سے ہوتے ہیں۔ اور ان کے مذہب خوب پھیلے۔ لیکن آخر حوادث زمانہ نے ان کو ایسا ملیا میٹ کیا کہ آج ان کا ذکر اذکار بھی باقی نہیں۔ اور اب تو یہی مشہور ہو رہا ہے کہ ان چاروں مروجہ مذاہب کے سوا دوسرا کوئی رستہ و ذریعہ نجات نہیں۔

ہندوستانی مورخ نے قول حق میں مذاہب کا تفصیل تذکرہ یوں کیا ہے۔
۶۶۵ھ میں مصر کے بادشاہ ملک الظاہر بیبرس نے مصر میں حنفی شافعی

مالکی حنبلی چار قاضی مقرر کر کے چار فقہی مذاہب کو مخصوص و معین کر دیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ باقی فقہی مذاہب کی شہرت و معرفت جاتی رہی۔ ورنہ اس سے پہلے اور بھی متعدد فقہی مذاہب مشہور و مروج تھے۔ (ص۱۵۱)

۵۔ مقلدین کے جنت کے لئے مخصوص (ریزرو) راستے

علامہ شعرانی جو نویں دسویں صدی ہجری کے مشاہیر سے ہیں میزان الکبریٰ نے جلد اول میں (نقشہ دکھاتے ہوئے) رقمطراز ہیں:۔

طریق ابی حنیفہ الی باب الجنۃ	باب الجنۃ
طریق الامام مالک الی باب الجنۃ	باب الجنۃ
طریق الامام الشافعی الی باب الجنۃ	باب الجنۃ
طریق الامام احمد الی باب الجنۃ	باب الجنۃ
طریق اتباع الامام داؤد الی باب الجنۃ	باب الجنۃ
طریق اتباع الامام اللیث الی باب الجنۃ	باب الجنۃ
طریق اتباع الامام اسحاق الی باب الجنۃ	باب الجنۃ
طریق اتباع الامام الاوزاعی الی باب الجنۃ	باب الجنۃ

وهذا امثال طرق مذاهب الائمة منها خالصا وصدر الی باب الجنة یعنی یہ وہ مثالی نقشہ جنت ہے جس میں ائمہ مذاہب کے مقلدین کے طریق دکھائے گئے ہیں۔

افسوسناک منظر

شعرانی کے پیش کردہ نقشہ سے ظاہر ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے صرف فقہی مذاہب کے مقلدین کے لئے مخصوص کئے جا چکے ہیں سوائے تقلیدی مذہب اختیار کئے کوئی بھی مسلمان جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ حضرات مقلدین کی اس خوش فہمی پر انتہائی حیرت ہوتی ہے اور پھر ہنسی بھی آتی ہے کہ یہ لوگ اس درجہ دلیر ہو چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین و انصار رضوان اللہ علیہم کی رہنمائی کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتے بلکہ ایک طرح ان کو بھی جنت سے محروم کر چکے ہیں چنانچہ اگر شعرانی صاحب کے پیش کردہ جنت اور طریق داخلہ کو دیکھا جائے۔ تو پھر مہاجرین و انصار اور باقی خیر القرون کے داخلہ کی کوئی صورت ہی نہیں۔ کیونکہ یہ ائمہ مذکورین کی تقلید وغیرہ سے پہلے گذر چکے ہیں۔

ہاں اگر یہ کہا جائے کہ خیر القرون کے لوگ اس قید و پابندی سے آزاد ہیں۔ وہ یقیناً جنت پائیں گے۔ اور جنت کے آٹھوں دروازے ان کے لئے کھلے ہیں۔ تو پھر بعد والوں کے لئے مذکورہ تقلیدی پابندی غلط اور باطل ہو کر رہ جائے گی۔ کیوں کہ اس پر کوئی حجت اور دلیل نہیں

والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنت تجری من تحتها الانهار (الایہ سورۃ توبۃ)

مختصراً یہ کہ مہاجرین وانصار اور ان کے متبعین یعنے خیر القرون کے لوگ ہی جنت کے وارث اور حق دار ہیں۔ اور پھر ان کے بعد وہ لوگ ہیں جن کا عمل و عقیدہ ما انا علیہ واصحابی الحدیث کا مظہر و نمونہ ہوگا۔ گویا کہ دلائل شرعیہ کے لحاظ سے مذکورہ قید و پابندی بالکل غلط و باطل ہے۔ اور جنت کے دروازے تا قیامت ما انا علیہ واصحابی کے عامل و حامل کے لئے کھلے ہیں اللهم وفقنا لما تحب و ترضی

مقلدین کا مبالغہ مسلمان اسی چکر میں پڑ کر دھوکہ اور فریب میں مبتلا ہو گئے۔ کہ حق صرف وہی ہے۔ جو کچھ ہمارے آئمہ نے سمجھا۔ کتاب وسنت و تعامل صحابہ کے وہ نصوص و دلائل جو ہمارے آئمہ کے اقوال سے مختلف ہیں۔ وہ سب کے سب منسوخ ہیں۔ لہذا وہ قابل قبول اور معمول نہ ہوئے۔ جیسا کہ تقلیدی وبا کی سرخی سے ذکر ہو چکا ہے۔ جبکہ قرآن و حدیث اور تعامل خیر القرون سے اعراض و انکار ہونے لگا۔ تو پھر اپنے امام کے سوا دوسرے فقہا کے اجتہادی اقوال اور اس کا تعامل کیسے تسلیم و گوارا ہو سکتا تھا۔ یعنے ہر ایک مقلد نے اپنے امام اور اس کے فقہی اقوال کو حق و صواب یا اصل اسلام اور دوسرے فقہی مذاہب کو غلط اور باطل یقین کیا مقلدین کے سنجیدہ طبقہ نے ذرا نرمی سے اپنے کو سنت ثابتہ اور دوسرے کو منسوخ اور ضعیف روایت کے عامل و حامل یقین کیا۔ مگر اعتراض و تنقید بدستور جاری رہی۔ حالات جب اس درجہ دگرگوں اور مختلف ہو چکے۔ تو ضد اور ہٹ دھرمی سے عداوت اور دشمنی پیدا ہوئی۔ اور ملکی امن خطرے میں پڑ گیا۔

شاہ صاحب نے اس انسانیت سوز اور ہلاکت آفرینی کا برہنہ فوٹو یوں پیش کیا ہے اس جدل و تعمق کا ضرر اس فتنہ اولیٰ کے قریب قریب تھا۔ جب کہ لوگوں نے ملک

کے متعلق فساد اور جھگڑے برپا کیے۔ ہر شخص نے اپنے ہمراہی کی مدد کی تھی۔ جیسے ان فسادوں کا یہ انجام ہوا۔ کہ آخر کار حکومت قائم ہو گئی۔ اور نہایت کورو تاریک واقعات (شہادت عثمان جنگ صفین وجمل خوارج کی بغاوت کربلا اور حجاج کے لرزہ خیز مظالم) پیش آئے۔ ایسے ہی ان اختلافات نے جہالت اور انتشار اور شکوک و اوہام کو ہر جانب پھیلا دیا۔ (آیات اللہ الکاملہ ص ۲۳)

یعنے حنفیوں نے شافعیوں کے دلائل کو منسوخ اور شافعیوں نے فقہ حنفیہ کو ضعیف غیر ثابت اور صرف رائے قیاس یقین کیا چنانچہ تفہیمات الٰہیہ میں حکیم الامت نے اس فتنہ کا خطرناک پہلو یوں نمایاں ہے واختلفوا فی انواع الفقہ منھم الحنفی ومنھم الشافعی وکل یتعصب لاصحابہ و ینکرون علی الاخرین (جلد ۱ ص ۹۳) یعنے حنفی شافعی فقہی اختلاف عند تعصب افکار اور دشمنی کی صورت اختیار کر گیا۔

یہ اس لئے ہوا کہ متعصب فقہائے اپنے اپنے حلقہ اثر کو وسیع کرنا نے اور اپنے دھڑے گروہ یا جماعت کو ہمیشہ کے لئے برقرار اور برسر اقتدار رکھنے کی پوری پوری کوشش کی۔

۱۔ بدقسمتی سے فقہا کا اختلاف اتباع تابعین کے عہد ہی میں مناظرہ و جدل کی شکل میں ظاہر ہو چکا تھا۔ چنانچہ ترجمہ امام ابو حنیفہ میں اس کی مختصر تشریح گذر چکی کہ ان کے ائمہ معاصرین کی اکثریت ان کے خلاف تھی۔ بلکہ حکومت تک نے ان کے مسلک کو مشکوک یقین کر کے جواب طلبی کی۔ اور بالآخر فتوے دینے سے حکماً بند کر دیا۔

۲۔ امام شافعی کے ترجمہ میں اہل عراق سے مناظرے اور لا جوابی وغیرہ کی مختصر کیفیت ذکر ہو چکی ہے۔ فقہا و عوام سے قطع نظر فقہی اختلافات خود سلاطین و امرا کے لئے بھی ۔۔۔ حیرت و پریشانی کا باعث ہوئے اور انہوں نے بھی راجح ترجیح اور ثابت و افضل معلوم کرنے کے لئے مناظرے دیکھے اور کروائے۔

مناظرات | کا تذکرہ شاہ صاحب نے جس طرح کیا حنفی مترجم سے پڑھیے۔ اعتراضات و جوابات مقابلہ اور جدل کا طریقہ ممہد (شروع اور جاری) ہو چکا تھا۔ اب افسروں اور سلاطین کی طبیعتیں فقہ میں مناظرے کی جانب مائل ہو گئیں۔ اور مذہب شافعی اور حنفی ...

کے مذہب کے اولویت ظاہر ہونے کی خواہشیں ان میں بھی پیدا ہوگئیں (آیات اللہ الکاملہ ص ۲۳۵)
پس جبکہ بحث و مناظرے سلاطین و امراء اور حکام کی مجالس اور ایوانوں میں ہونے لگے۔ تو فقہاء و علماء نے اس کو غنیمت خیال کیا۔ اور فرقہ بازی اور گروہ سازی وغیرہ کو خوب فروغ دیا چنانچہ انصاف میں شاہ صاحب فرماتے ہیں:۔

اعتراض اور جواب اور مناظرے کے طریق کی تمہید (ابتداء) کرچکے تھے۔ ان باتوں سے ان کی (فقہاء کی) خوب بن پڑی" (کشاف ترجمہ انصاف ص ۸۱)

ہندوستانی مورخ سلاطین کے سامنے مجادلے میں اپنے ہمسروں پر غالب ہونے کا شوق پیدا ہوا۔ علم کو دنیا کی تحصیل کا ذریعہ بنایا۔ اپنی ناموری عزت اور شہرت کے لئے ان مسائل کو جن میں نہایت نیک نیتی سے آئمہ اربعہ میں اختلاف ہوا تھا۔ ذریعہ بحث بنایا۔ اور اپنے اپنے اماموں کے اقوال کو صحیح بلکہ مثل کتاب و سنت مستند گردانا۔ اور دوسرے آئمہ کے اقوال کو غلط جانتے تھے (قول حق ص ۹۸) اس تاریخی حقیقت پر - - - - - -

- - - جمع درودستان اسلام خون کے آنسو بہاتے گئے ہیں۔ بطور نمونہ مصر کی شہرہ آفاق شخصیت علامہ رشید رضا صاحب المنار کا نوحہ توجہ سے سنیئے۔

جعلوا الخلاف الاجتهادى بين العلماء نقمة على حين كانت تعد عند اولئك العلماء نعمة واتما سبب ذالك اتباع الاهواء و تنازع الزعماء ورد فى وصفهم الاثر بانهم تقلبوا من التنوس فى ذروتها وما اغرى فقهاء المذاهب المتبعة بالتعصب الذى اطال ابو حامد الغزالى نعيه فى احياء الاحب الرياسة كما قال بل اغراهم بالاشتغال بها دون غيرها الامام المقريزى المورخ الحكيم من نقف الاوقاف عليها والتزم بعض الملوك. والامراء المقلدين بحضها الحكم به

(مقدمہ المغنی والشرح الکبیر جلد ۱ ص ۱۶)

اجتہادی اختلاف کو علماء سوء نے اپنی خواہشات نفسانی کی کفالت کے لئے نعمت غیر مترقبہ یقین کرتے ہوئے دشمنی اور نفرت پر محمول و معمول ٹھیرایا ایسے ہی پیٹ پرست بد باطن علماء کے حق میں یہ اثر و حدیث وارد ہے۔ کہ جیسا ایک سانڈ بھینڈھا (بھیڈوم) بھیڑ بکریوں کے باڑہ یا ریوڑ میں

دوسرے ساتھی کو برداشت نہیں کر سکتا ایسے ہی یہ لوگ بھی اپنے حلقۂ اثر یا عقیدت مندوں کی جماعت میں سے کسی دوسرے فقہی مذہب یا عالم کو گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ ایسے ہی متعصب فقہاء اور متبعین کے خلاف امام غزالیؒ نے طویل نوحہ کیا ہے۔ کہ خواہش پرستوں کو یہ ایک شغل اور بہانہ مل گیا۔ بلکہ علامہ مقریزی نے وقف الاوقاف میں بالتصریح شکوہ کیا کہ تقلید متعصب فقہاء کی منشاء و اشارہ سے بعض بادشاہوں اور امراء نے مسلمانوں میں جاری و ساری کی ہے۔

نے اپنے عہد کے بطور مثال چند واقعات یوں گنوائے :-

صاحب المنار | لا نزال نسمع منكرات قبيحة منه في اخرى (۱) من ذلك ان بعض الحنفية من الافغانيين سمع رجلا يقرأ بفاتحة الكتاب وهو بجانبه في الصف فضربه بمجموع يده على صدره ضربة وقع بها على ظهره فكاد يموت

۲- وبلغني ان بعضهم كسر سبابة مصل لرفعه اياها في التشهد

۳- وقد بلغ من ايذاء بعض المتعصبين لبعض في طرابلس الشام في اخر القرن الماضي ان ذهب بعض شيوخ الشافعية الى المفتي وهو رئيس العلماء وقال له اقسم المساجد بيننا وبين الحنفية فان فلانا من فقهائهم يعدنا كاهل الذمة بما اذاع في هذه الايام من خلافهم في تزوج الرجل الحنفي بالمرأة الشافعية وقول بعضهم لا يصح لانها تشك في ايمانها يعني ان الشافعية غيرهم من الاشعرية يجوزون ان يقول المسلم انا مومن ان شاء الله وقول اخرين بل يصح نكاحها قياسا على الذمية (مقدمة مغني ص۱۳)

یعنی اکثر ایسی قبیح و منکر خبریں سننے میں آتی رہتی ہیں (۱) کہ افغانستان میں ایک نمازی نماز باجماعت کی حالت مسجد میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھ رہا تھا۔ کہ ساتھ والے (حنفی مجاہد) نے جب اس کی زبان سے فاتحہ کے الفاظ سنے۔ تو رنج و غصہ سے اپنے دونوں ہاتھوں کا اکٹھا گھونسہ اس کے سینے پر اس زور سے مارا۔ کہ وہ غریب پشت کے بل اس درجہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ کہ مرنے کے قریب ہو گیا۔

۲- یہ بھی سنا گیا۔ کہ جماعت کے اندر تشہد پر انگلی اٹھانے سے (حنفی نمازی نے نماز جماعت کے اندر ہی سوشہید کا ثواب حاصل کرنے کی غرض سے) اس کی انگلی ہی توڑ دی۔ کیونکہ وہ خلاف

سنت کا ارتکاب کر رہا تھا۔ (آگے چل کر پھر اس واقعہ کی تصدیق بھی معتبر علماء سے کی ہے)

۳۔ طرابلس شام میں ایک حنفی نے شافعیہ عقیدہ کی عورت سے نکاح کر لیا۔ تو بعض فقہا حنفیہ نے اس نکاح کو غلط اور ناجائز قرار دیا اور بعض نے فراخ حوصلگی سے اس نکاح کو ذمی کافرہ عورت کی مانند جواز کا فتوے دے دیا۔ وجہ یہ کہ شافعی چونکہ اشعری عقیدہ کی بنا پر مسئلہ ایمان میں انشاء اللہ کہنا جائز رکھتے ہیں۔ (انشاء اللہ میں مومن ہوں) اور یہ کلمہ حنفیہ کے نزدیک چونکہ شکی ہے بنا بریں شافعیہ صحیح معنوں میں مسلمان نہیں۔ بالآخر یہ شکایت رئیس العلما جو قاضی شہر تھے۔ ان کے سامنے بایں غرض ۔ پہنچی ۔ کہ شافعیہ اور حنفیہ کی چونکہ مسجد مشترکہ ہے۔ بنا بریں اس کو تقسیم کر کے اس کی حد و بندی کر دی جائے۔ . . . . ہی نہیں بلکہ خود

افغانستان و شام

ہندوستان کی تاریخ میں وہ کون سا ظلم و ستم ہے۔ جو غریب اہلحدیثوں پر حنفی مجاہدین نے نہیں کیا۔ (۱) جماعت میں کھڑا ہونے سے روک دیئے گئے (۲) آمین کی آواز کو کتے سور کی آواز کہا گیا۔ (۳) بلکہ آمین کی آواز سن کر جماعت سے گھسیٹ کر نکالے گئے (۴) شہادت کی انگلیاں تشہد میں توڑیں گئیں۔ (۵) سینہ پر باندھے ہوئے ہاتھ زبردستی کھینچ کر نیچے کرنے کی کوشش کی گئیں (۶) مساجد میں کتبے اور بورڈ لکھوا کر لگائے گئے کہ یہ احناف کی مسجد ہے کسی غیر مقلد کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے (۷) رفع الیدین اور آمین بالجہر کی عام اجازت کی غرض سے مقدمہ نے اس قدر طول کھینچا۔ کہ انگریزی حکومت کی آخری عدالت پریوی کونسل لندن نے اعلان کیا کہ ہر مسجد میں قانوناً جائز ہے۔ (۸) ولا الضالین اور التحیات میں انگشت کا اشارہ کرنے پر لٹھ چل جانا سر پھوٹ جانا اور جوتوں کا نکل آنا معمولی بات ہے۔ (نزول حق صہ ۱۴۳)

قاعدہ کلیہ

یہ ہے کہ فتنہ و فساد ظلم و زیادتی کا موجب یا بانی بر سر اقتدار طبقہ یا اکثریت کے افراد ہوا کرتے ہیں۔ اقلیت ہمیشہ سے سہمی ہوئی دن گزارتی اور ظلم کا تختہ مشق ہوتی آئی ہے۔

اس مسلمہ امر کو ذہن نشین رکھتے ہوئے اس حقیقت کو بھی زیر نظر رکھئے۔ کہ عہد ہارون رشید سے اسلامی حکومت کی عدلیہ (محکمہ قضاء) کی باگ ڈور حنفی مذہب کے اراکین کے قبضہ میں چلی آرہی ہے۔

پس بمصداق الناس علی دین ملوکھم حنفی مذہب دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرتا گیا۔ اور باقی فقہی مذاہب اسی کے رحم و کرم پر رہنے آئے۔

چاروں تقلیدی مذاہب کا نفاذ

واضح ہو چکا کہ تقلیدی وبا کے زہر سے مقلدین کی حالت جنوں کی صورت اختیار کر گئی جس سے ملکی امن خطرہ میں پڑ گیا۔ یعنی اسلامی ضرب المثل اخوت عداوت اور خون خرابہ نفرت وحقارت سے بدل گئی۔ پس اسلام سے ناواقف و بے خبر سلاطین نے جو بظاہر اسلام اور خلافت کے مدعی تھے انہوں نے امن وامان کو بحال کرنے اور ہر دل عزیز ہونے کی غرض سے متعصب فقہا مقلدین اور ان کے غالی عقیدت مند امراء و روسا کے مشورہ واشارہ سے مروجہ چاروں مذاہب کو قانونی شکل وصورت سے مذہب حق کی حیثیت دیتے ہوئے باقی حنفی مذاہب اور مسلک اہلحدیث کو شافعی حنبلی وغیرہ میں مشترک زبان کے تابع سمجھ کر کالعدم قرار دے دیا ہے۔ یعنی آئے دن کے جھگڑے وفسادات کو ختم کرنے کی غرض سے چاروں مذاہب کے چار الگ اور علیحدہ علیحدہ قاضی مقرر کر دیئے۔ تاکہ ملک میں امن و امان قائم رہے۔ اور کسی فریق کو حکومت کے خلاف شکایت نہ ہو۔ اگرچہ بظاہر یہ صورت بحالئی امن کے لئے عمدہ اور احسن تھی۔ لیکن جو کچھ ضرر اور نقصان عظیم اسلام اور مسلمانوں کو اس قانونی نفاذ سے ہُوا۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کے نورانی اور خوشنما چہرہ پر انتہائی بدنما سیاہ داغ ہے۔

مستند شہادت

حافظ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفا الحاکم بامراللہ ابوالعباس کے ترجمہ میں مشہور واقعات کی فہرست و ذیل میں لکھتے ہیں:۔

۱۔ اسی سال ۶۶۳ھ دیار مصر میں چار قاضی ہر مذہب (حنفی شافعی مالکی حنبلی) کے جداگانہ مقرر کئے گئے اس کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ قاضی تاج الدین ابن ابنت الاعز نے بہت سے احکام کو نافذ نہیں کیا تھا۔ اور بہت سی باتیں ٹال رکھی تھیں جس سے شافعیوں کو یتیموں کے اموال اور بیت المال کے انتظام کرنے کی توجہ کرنے کا موقعہ مل گیا۔ پھر اسی طرح دمشق میں بھی انتظام کیا گیا۔ (اُردو ترجمہ تاریخ الخلفا مطبوعہ لاہور صہ ۳۱۱)

۲۔ مکرر لکھا کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ابو العباس کے بعد اس کے بیٹے المستکفی بامراللہ ابوالربیع نے ۷۰۴ھ میں امیر بیبرس الجاشینکر منصوری نے پھر از سر نو چار قاضی مقرر کئے (صہ ۳۱۳)

۳۔ خبیئۃ الاکوان میں چاروں مذاہب کے قاضی قانونی طور پر مقرر ہونے کا واقعہ جس تفصیل سے ذکر ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ جب ابو حامد اسفرائنی نے خلیفہ قادر باللہ ابوالعباس احمد کے

دربار میں رسوخ حاصل کیا۔ تو اس سے اقرار لیا۔ کہ ابی محمد الکفانی حنفی جو بغداد کے قاضی ہیں۔ ان کی جگہ ابوالعباس احمد بن محمد بازری شافعی کو قاضی مقرر کیا جائے۔ خلیفہ قادر باللہ نے ان کے کہنے سے ایسا ہی کیا۔ پھر ابو حامد اسفرائنی نے سلطان محمود غزنوی کو لکھا۔ کہ محکمہ قضاۃ خلیفہ نے چونکہ شافعیہ کے سپرد کر دیا ہے۔ لہذا خلیفہ کی اقتداء میں تم بھی ایسا ہی کرو۔ اس پر خراسان (حنفی ملک) میں بہت شور ہوا۔ اور ادھر بغداد کے لوگ بھی دو فریق ہو گئے۔ (کیونکہ ہارون رشید کے عہد سے تا ایں دم رئیس القضاۃ چلے آرہے تھے) آخر فتنہ شدید بپا ہونے کے خطرہ سے خلیفہ کو معزول شدہ حنفی قاضی بحال کرنا پڑا۔ اور ۵۶۴ھ ہجری میں شافعی مذہب کا مصر میں بہت زور ہو گیا اور کچھ مالکی مذہب کا بھی ہوا جب سلطان نورالدین محمود عمادالدین زنگی کا تسلط ہوا۔ جو متعصب حنفی تھا اس نے ملک شام میں حنفی مذہب کو خوب فروغ دیا۔ اور اسی اثر کے تحت ملک مصر میں حنفی مذہب کی بھی خاصی شہرت اور ترویج ہوگئی۔ پس انہی وجوہ کے ماتحت فلما کانت سلطنۃ الملک الظاھر بیبرس البندقداری ولی بمصر والقاھرۃ اربعۃ قضاۃ وھم شافعی ومالکی وحنفی وحنبلی فاستمر من سنۃ خمس وستین وستمائۃ حتی لم یبق فی مجموع امصار الاسلام مذھب یعرف من مذاھب اھل الاسلام سوٰی ھذہ المذاھب الاربعۃ (خبیئۃ الاکوان فی افتراق الامم والادیان ص۲۳۲ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: پس جبکہ سلطان ظاہر بیبرس بندقداری کا دور حکومت آیا۔ تو اس نے مصر اور قاہرہ میں حنفی شافعی مالکی حنبلی کے الگ الگ چار قاضی مقرر کر دیئے پس ۶۶۵ھ ہجری سے یہی دستور حکومت ہو گیا۔ حتیٰ کہ تمام اسلامی ملکوں میں ان چاروں مذاہب کے سوا کوئی دوسرا فقہی مذہب اسلام پہچانا ہی نہیں جاتا تھا۔

مورخ اسلام رقمطراز ہے۔ کہ ۶۶۵ھ ہجری میں مصر کے بادشاہ ملک ظاہر بیبرس نے حنفی شافعی مالکی حنبلی چار قاضی مقرر کر کے چار فقہی مذاہب کو مخصوص و متعین کیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ باقی فقہی مذاہب کی شہرت و معرفت جاتی رہی۔ ورنہ اس سے پہلے اور بھی متعدد فقہی مذاہب مشہور و مروج تھے۔ (نزول حق ص۱۱۵)

دین حق را چار مذہب ساختند
رخنہ در دین نبی انداختند

تقلیدی شر کا ہوا جب اندھیر
کتاب و سنت سے لیا منہ کو پھیر

تقلید کی تباہ کاریاں متعصب فقہا اور مقلدین کے شور و غوغا اور جھگڑا سے متاثر حکومت وقت نے چاروں مروجہ تقلیدی مذاہب کو قانونی حیثیت سے نافذ کر کے باقی مذاہب کو کالعدم قرار دے دیا۔ حکومت کی اس بے ذوقی کا اثر و نتیجہ یہ ہوا کہ اس مستقل علیحدگی نے تعصب کی آگ پر پٹرول کا کام دیا۔ تفرقہ اور پھوٹ کے شعلے ایک دوسرے کی رد و تردید اور نفرت و حقارت کی شکل میں بلند ہوئے۔ چنانچہ حضرت حجۃ الہند فرماتے ہیں۔

"لوگ علم کلام اور علمی فنون کو چھوڑ کر خاصتہ امام شافعی اور امام ابو حنیفہؒ کے خلافی مسائل کی طرف متوجہ ہوئے۔ (آیات اللہ الکاملہ ص۵)

مزید فرمایا۔

اور یہ لوگ سمجھے کہ اس تفتیش سے ہماری شرع کے دقیق مسائل کا مستنبط کرنا اور مذہب کی علتوں اور وجوہ کا بیان کرنا اصول و فنون کی تمہید ہے۔ ان اختلافات میں تصانیف اور استنباطات بکثرت ہو گئیں۔ اور لوگ بزنگ مجادلوں اور تصانیف کو انھوں نے ترتیب کیا۔ اور اب تک برابر وہ اسی حالت میں مصروف ہیں۔ (ص ۲۳۶)

مختصراً یہ کہ بحث و مناظرہ سے نفرت و حقارت بڑھی۔ ہر فریق نے اپنی فقہ کو حق و صواب اور دوسرے کی فقہ کو غیر ثابت، غیر صحیح اور منسوخ یقین کیا۔ چنانچہ قدوری اور ہدایہ وغیرہ کتب فقہ حنیفہ اس پر شاہد ہیں۔ جو پانچویں صدی ہجری اور اس کے بعد کی تصانیف ہیں۔ پھر ان کی شروح نے مسائل اختلافیہ میں جلتی پر تیل کا کام دیا۔

۱۔ جیسا کہ ابتدائی مسئلہ اسلام و ایمان ہی کو کفر و اسلام کی بحث میں لا کر شوافع کو ذمی کافر سمجھنے کا واقعہ (طرابلس شام) ذکر ہو چکا۔

۲۔ ایمان کے بعد اسلام کا اہم ترین فریضہ نماز ہے۔ جو کفر و اسلام کی حد فاصل ہے۔ اس میں شافعی نماز کو احناف نے غیر صحیح اور منسوخ ہونے کا فتویٰ صادر کیا۔ اور شوافع نے حنفی نماز کو غیر ثابت، ضعیف اور مسخری مذاق پر محمول کیا۔ چنانچہ محمود غزنوی کی صدارت میں علامہ قفال شافعی اور احناف کا فیصلہ کن مناظرہ شاہد ہے

۳۔ اسی پر بس نہ ہوئی بلکہ احناف نے امام شافعیؒ کو جاہل کہنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ چنانچہ

اصول فقہ کی درسی کتاب نور الانوار کی بحث اہلیت میں ملا جیون لکھتے ہیں :

کجھل الشافعی فی حل متروک التسمیہ عامدًا

چنانچہ جہل کا لفظ امام شافعی کبیر الشان امام کے حق میں گستاخی تھی ۔ چنانچہ بنا بریں ملا جیون اس توہین کا ارتکاب کرتے ہوئے بے ساختہ چلا اٹھے کہ حاشا وکلا یہ میرا مقصود نہیں۔ بلکہ نحن نقلنا کل ھذا ما قال اسلافنا ۔ یعنے میں تو بحیثیت ناقل کے اسلاف کا قول نقل کر رہا ہوں ۔

و ۔ مقلدین اپنے امام کی منقبت وفضیلت اور دوسرے امام کی توہین وتنقیص میں احادیث وضع کرنے کا بھی ارتکاب کر گذرے ہیں ۔ چنانچہ حاشیہ شرح الشرح نخبۃ الفکر فارسی میں یوں ذکر ہے ۔ حضرت انسؓ (خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً فرماتے ہیں ۔ کہ آپؐ نے فرمایا ۔ یکون فی امتی رجل یقال لہ محمد بن ادریس الشافعی ھو اضر علی امتی من ابلیس ویکون فی امتی رجل یقال لہ ابو حنیفۃ ؒ ھو سراج امتی (مطبوعہ محمدی پریس لاہور ص۱۸۹) ہماری امت میں محمد بن ادریس شافعی نام کا ایک آدمی ہوگا جس کا فتنہ ونقصان امت میں ابلیس سے بھی بڑھ کر ہوگا ۔ اور ابو حنیفہ نام کا ایک انسان ہوگا جو رہتی دنیا تک کے مسلمانوں کی ہدایت کے لئے چراغ ہوگا ۔

ب ۔ درمختار کے اردو ترجمہ غایۃ الاوطار جلد اول میں آخری ٹکڑہ کا ترجمہ ذکر کیا گیا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ ابو حنیفہ میری امت کا چراغ ہے ۔ (ص۲۲)

ج ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ تمام نبی میرے سبب سے فخر کرتے ہیں ۔ اور میں ابو حنیفہ کے سبب سے فخر کرتا ہوں ۔ (ص۲۲ مطبوعہ نولکشور ۱۹۰۰ء)

۵ ۔ حنفی شافعی ہو جائے تو تعزیر دی جائے گی ۔ (اردو ترجمہ درمختار جلد ۲ ص۲۲۳ نیز عالمگیری (اردو ترجمہ) جلد ۲ ص۲۰۳ مطبوعہ نولکشور طبع دوم ۱۸۹۹ء)

غرضیکہ مقلدین کی مستقل علیحدگی سے ایک دوسرے کے خلاف نفرت وحقارت کا اس روز سے پروپیگنڈا (نشر واشاعت) ہوا ۔ کہ ان کا آپس میں مل بیٹھنا اور ایک کی اقتداء میں نماز پڑھنا امر محال ہو گیا ۔ اپنی اپنی جگہ اور ملکوں کے دیہات وقصبات اور شہروں کی مساجد کی تعمیر وحد بندی سے لڑائی جھگڑے اور فتنہ فساد مسدود کرنے اور روکنے کی ترکیب وتجویز کارگر اور ایک حد تک کامیاب

ہو سکتی تھی ۔ لیکن موسم حج بیت اللہ شریف کے اجتماع عظیم میں سب کی مخلوط و مشترکہ نشست و برخاست اور ایک ہی امام کے پیچھے نماز باجماعت ادا کرنے کا مرحلہ انتہائی پیچیدہ تھا۔ جس کا حل تلاش کرنے میں ایک طرف تو متعصب علماء فقہا کا گروہ (جو اپنے عقیدت مندوں کے ہاتھوں مجبور ان کی خوشنودی کا طالب) سرگرداں تھا اور دوسری طرف حکومت کو امن قائم رکھنے کا فکر پریشان کر رہا تھا۔ بالآخر دونوں گروہوں کی کوشش وسعی رنگ لائی ۔ اور اس امر پہ اتفاق ہوا ۔ کہ جیسا کہ چاروں مذاہب کے لئے چار مستقل قضاۃ کا تقرر دستور حکومت صدیوں سے بالاتفاق موجود اور جاری ہے ۔ اسی تجویز وسکیم کے تحت عوام کی خوشنودی کے لئے بیت اللہ شریف کے گرداگرد چاروں مذاہب کے لئے چار مخصوص مقام متعین کر کے الگ الگ مصلے تعمیر کر دیئے جائیں ۔ تاکہ چاروں مذاہب کے عامل اپنے اپنے امام کے پیچھے نماز باجماعت ادا کرتے ہوئے اپنے اپنے ہم خیال و ہم عقیدہ لوگوں میں نشست و برخاست اور مجالس و مکالمہ میں مصروف رہ سکیں ۔ پس سنہ ۸۰۱ ہجری میں فرج بن برقوق چرکسی نے چاروں مذاہب کے لئے چار مصلے تعمیر کرواتے ہوئے چاروں مذاہب سے چار امام مقرر کر دیئے ۔

خاندان چراکسہ کا تذکرہ نعمانی صاحب نے بڑے فخر اور طمطراق سے یوں کیا ہے :۔ چراکسہ مصر ایک سو اڑتالیس برس تک فرمانروا رہے اور بہت سی فتوحات حاصل کیں ۔ خود حنفی تھے ۔ (سیرۃ النعمان)

مصلوں کی نوحہ خوانی مسلمانوں کا فرض اور حق تو یہ تھا ۔ کہ تفریق بین المسلمین کی اس لعنت کو ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہ کرتے لیکن بمصداق فلیبك على الاسلام من كان باكيا ۔ جس کسی کو بھی رونا ہو وہ اسلام کے تنزل اور مسلمانوں کی حالت پر روئے ۔

مگر مقلدین حضرات نے اپنی شرارت اعمال سے پیدا کردہ مصلوں کو بھی اپنے اپنے مذہب کی حقانیت وصداقت کی دلیل و حجت گردانا ہے ۔ چنانچہ

۱۔ احناف دوستوں نے یہ حجت قائم کی ۔ کہ ہمارا مصلے چونکہ بیت اللہ شریف کے دائیں جانب اور عین میزاب رحمت (پرنالہ بیت اللہ) کے سامنے واقع ہے ۔ بنابریں ہمارا مذہب و مصلے حق

۲۔ حنابلہ نے قطعی حجت اپنے حق وصداقت کی یہ پیش کی کہ ہمارا مصلے حجر اسود اور رکن یمانی (ایسے مبارک و مقدس) کے سامنے ہے ۔ بنابریں ہم اور ہمارا مذہب موجب صلاح و فلاح دارین

اور ذریعہ نجات ہوسکتا ہے۔

۳۔ شوافع نے کہا۔ ہمارا مصلےٰ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بیر زمزم کی چھت پر واقع بیت اللہ شریف کے دروازہ کے سامنے اور مقام ابراہیم سے متصل ہے۔ لہٰذا واتخذوا من مقام ابراہیم مصلےٰ قرآن شریف کی آیت ہماری حقانیت اور صداقت پر شاہد و ناطق ہے۔

۴۔ ایسے ہی موالک نے بھی اپنی فضیلت یوں ثابت کرنی چاہی۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ کعبہ کی دیوار سے پیٹھ مبارک کا تکیہ لگا کر بیٹھتے تھے۔ بنا بریں ہم ہی افضل و برتر ہیں۔ کیوں کہ ہمارا مصلےٰ کعبہ شریف کے پس پشت ہے۔ چنانچہ حضرت شمس الہند شاہ عبدالعزیز خلف الصدق حجۃ الہند نے آیت شریفہ وما اللہ بغافل عما تعملون کی تفسیر میں مذکورین کا رد فرمایا۔ جو من وعن آرہا ہے۔

علماء ربانی کا نوحہ مقلدین کی عناد اور ہٹ دھرمی کے تحت نام کے مسلمان بادشاہ نے اسلامی مذہب المثل اخوۃ و مساوات کو جس طرح جہالت کے کلہاڑے کی ضرب لگا کر پاش پاش اور ریزہ ریزہ کیا ہے۔ اس پر سچی دنیا تک یہ مصلے نوحہ خواں ہیں۔ اور اہل حق کو خون کے آنسو رلانے کا موجب ہیں

رئیس المحققین (۱) علامہ شوکانی نے جس انداز سے مرثیہ پڑھا ہے۔ دل تھام کر پڑھئے:۔

عمارة المقامات بمكة المكرمة بدعة باجماع المسلمين احدثها شر الملوك الجركسة فرج بن برقوق في اوائل المائة التاسعين من الهجرة وانكر ذالك اهل العلم في ذالك العصر ووضعوا فيه مولفات (ارشاد السائل الى دليل المسائل)

یعنے بیت اللہ شریف کے چاروں طرف چار مصلوں کی مخصوص عمارتوں کا وجود نامسعود باجماع امت بدعت ہے۔ خاندان چراکسہ کے بدترین منحوس بادشاہ فرج بن برقوق چرکسی اس بدعت کا موجد اور بانی ہے۔ اس عہد و زمانہ کے حقانی و ربانی علما نے اس بدعت کے خلاف آواز بلند کی۔ اور اپنی تصانیف میں اس کا رد کیا ہے۔ (چونکہ اکثریت مقلدین کی تھی۔ بنابریں ربانی و محقق علما کی مخالفت اثر انداز نہ ہوسکی۔ ولیکن حجۃ اللہ قائم ہو چکی)

شمس الہند (۲) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی کی زیر آیت "وما اللہ بغافل عما تعملون" اس فتنہ عظیم کی تردید یوں فرمائی ہے۔ خدا تعالیٰ

بے خبر نیست از آنچہ در زماں آیندہ عمل خواہد کرد و از بدعت یک یک جہت را از جہات کعبہ تقسیم خواہید نمود و ترجیح و تفضیل جہت مختارہ خود ہر کس سخنے خواہد آورد مثلاً حنفیہ ..... در مقام فخر خواہند گفت کہ قبلہ ما قبلہ ابراہیمی است زیرا کہ آنجناب جانب میزاب متوجہ میشد و شافعیہ ..... در مقام خواہند گفت کہ ما استقبال باب کعبہ می نمائیم و قبلہ ما قبلہ منصوصہ است کہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلے و علی ہذا القیاس اہل بلدان مختلفہ در ترجیح جہات خود ہمیں قسم نکات خواہند آورد لیکن ایں ہمہ نکات شعریہ است و نزد اہل دین قابل التفات نیست حکم نازل از پروردگار تو ہمیں قدر است کہ استقبال کعبہ را التزام باید نمود و در سفر و حضر ہجرت از شہرے بشہرے اور از دست نباید داد "

یعنی اللہ تعالےٰ مقلدین کے اس عمل سے بے خبر نہیں جو کچھ کہ آئندہ زمانہ عمل کریں گے اور اطراف کعبہ سے بطور بدعت اپنے اپنے لیے ایک ایک طرف کو پسند و اختیار کرتے ہوئے حنفی کہیں گے۔ کہ ہمارا کعبہ ابراہیمی ہے۔ کیوں کہ خلیل علیہ السلام میزاب کی طرف متوجہ ہو کر کھڑے ہوا کرتے تھے اور شافعیہ بطور فخر کہیں گے۔ کہ ہمارا قبلہ باب کعبہ کی طرف ہے۔ جو کہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی کا مصداق ہے۔ ایسے باقی مقلدین بھی اپنے مخصوص مصلے کی ترجیح کے لیے اختراع کرتے ہیں۔ جو کہ محض شاعرانہ وہم وخیال ہیں جن کا کچھ بھی اعتبار نہیں۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہر مسلمان کو صرف استقبال کعبہ کا حکم ہے سفر و حضر اور جہاں کہیں بھی ہو۔

۳۔ قول حق میں ہندوستانی مؤرخ لکھتا ہے:۔

فرج بن برقوق چرکسی نے (۸۰۱ھ) چار مصلے اور ہر مصلے کے لیے الگ الگ امام مقرر کر کے چار الگ الگ جماعتوں کا سلسلہ جاری کیا۔ اس زمانہ کے متدین (مسلمانوں اور ہر اسلامی ملک کے مسلم علماء (حقانی) نے اس کی سخت مخالفت کی۔ مگر چونکہ حجاز (مقدس) اور مکہ معظمہ پر چراکسہ کی حکومت تھی۔ لہذا یہ بات رفتہ رفتہ سب کو گوارا ہو گئی۔ اس سے تقریباً ڈھائی سو سال پہلے یعنی ۶۶۵ھ میں مصر کے بادشاہ ملک الظاہر بیبرس نے مصر میں حنفی شافعی مالکی حنبلی چار قاضی مقرر کر کے چار فقہی مذاہب کو مخصوص و متعین کیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ باقی فقہی مذاہب کی شہرت جاتی رہی ورنہ اس سے پہلے اور بھی متعدد فقہی مذاہب مشہور و مروج تھے۔ (ص ۱۱۵)

۴۔ سرخیل دیوبندیا

یا بقول علمائے دیوبند حامئ شریعت و ہادی طریقت جناب رحمت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اپنے محقق ترین فتوے (جسے شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب شیخ الحدیث و صدر مدرس دیوبند نے بصورت رسالہ سبیل الرشاد شائع کیا)

سبیل الرشاد میں جو کہ آپ نے مذاہب اربعہ مروجہ کو مذہب حق اور خالص اسلام یا فرقہ ناجیہ تقلید کو فرض و واجب حنفی شافعی کہلانے کو موجب فلاح دارین اور برخلاف اس کے خالص اتباع کتاب و سنت کو لا مذہبیت اور گمراہی ثابت کرنے کی غرض سے لکھا ہے۔ لیکن تقلید و جمود کی اس بدترین بدعت کو دیکھ کر بے ساختہ یوں بلبلا اٹھا۔ البتہ چار مصلے جو مکہ معظمہ میں مقرر ہیں۔ لاریب یہ امر زبوں ہے۔ کہ تکرار جماعت اور افتراق اس سے لازم آگیا۔ کہ (ایک مذہب کی) جماعت ہوتے دوسرے مذہب کی جماعت بیٹھی رہتی ہے۔ اور شریک جماعت نہیں ہوتی۔ اور مرتکب حرمت ہوتے ہیں۔ مگر یہ تفرقہ نہ (تو) ائمہ دین حضرات مجتہدین سے نہ علمائے متقدمین سے بلکہ ...... کسی وقت میں سلطنت میں کسی وجہ سے یہ امر حادث ہوا ہے۔ اس کو کوئی اہل علم حق پسند نہیں کرتا۔ (سبیل الرشاد ص۲)

گنگوہی صاحب کے الفاظ کسی وقت میں سلطنت میں کسی وجہ سے یہ امر حادث ہوا اس امر کی دلیل اور شہادت ہے۔ کہ حکومت نے کسی فتنہ و فساد کی روک تھام یا انسداد کے لئے ان مصلوں اور جماعتوں کا مخصوص انتظام کیا۔

غیرت الٰہی

مسلمان مقلدین کی اکثریت کے ہاتھوں اس بدعت منکرہ کی تعمیر اور قیام کو غیرت الٰہی نے صدیوں گوارا کیا اور ان کو مہلت دی کہ اپنے کئے پر نادم ہو کر عملی قدم اٹھائیں بلکہ ... خلافت کے بعد سلاطین اور مقلدین [illegible] کے سبب سے بڑھ کر علمبردار فقہا زاہدان اپنے کئے پر قطعاً پشیمان نہ ہوئے۔ بادشاہوں و فرمانرواں سب کچھ دیکھتے اور کرتے رہے۔ بالآخر خدا نے ادنیٰ ترین اقلیت کو موقع دیا۔ کہ وہ اسلامی دنیا پر یہ واضح کر دے۔ کہ حرم محترم میں [illegible] مصلوں کا تفرقہ [illegible] تھا جب سعود والی نجد اور اس کے غیور مجاہدین نے حرم شریف [illegible] حرم شریف بنا کر رکھ دیا جتنے حرمین سے شرکیہ کفریہ رسومات کا قلع قمع کرتے ہوئے چوری [illegible] اور حاجیوں کو بے دردی سے لوٹنے کھسوٹنے

قتل وغارت گری کا خاتمہ کر کے حجاز مقدس میں از سرنو عمر بن عبد العزیز کی خلافت کے زمانہ کو تازہ کر دیا۔ بلکہ نانویں صدی ہجری کی ابتدا سے جو چار مختلف مصلوں کا وجود مسلمانوں کی تفرقہ بازی وزبوں حالی کا مرثیہ خواں تھا۔ ان کا صفایا کر کے مسلمانوں کو ایک ہی امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے پر متفق کر دیا۔ لیکن اکثریت اور برسر اقتدار طبقہ کو یہ خدمت اسلام ومسلمین کچھ اس طرح ناگوار گزری کہ ترکی ومصر نے متفقہ طور پر تہیہ کر لیا کہ جب تک کفر وشرک وقتل غارت گری اور حجاج زائرین بیت اللہ کی جان مال عزت آبرو سے نہ کھیلا جائے کچھ لطف ومزہ نہیں چنانچہ حضرت شامی اور طحاوی معزز ارکین مذہب حنفی اور شارحین درمختار نے اخوان التوحید کے خلاف جہاد عظیم کی علمبرداری کی اور علمبرداران توحید وسنت کے خون سے اس درجہ ہولی کھیلی اوران کی عزت وآبرو کو اس درجہ تباہ کیا کہ تاریخ میں اس کی بہت کم مثالیں دیکھی اور پائی جاتی ہیں۔ اگر شامی کے غیض وغضب کا نمونہ مطلوب ہو۔ تو شامی باب البغات کتاب الخوارج سے ملاحظہ فرمائیے۔

کما وقع فی زماننا فی اتباع عبد الوهاب الذین خرجوا من نجد یغلبون علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذهب الحنابلة لکنهم اعتقدوا انهم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشرکون

غیرت الٰہی نے اس شرارت وفتنہ کو گوارا کیا۔ اور حرمین کے زائرین کی عزت آبرو جان ومال وغیرہ کی بربادی برداشت کی۔ لیکن اخوان نجد کی خدمت حرمین الشریفین چونکہ مرغوب وپسند تھی۔ دوبارہ پھر ان کو توفیق عطا فرمادی۔ جو تا حال مصروف خدمت ہیں۔ لیکن ان کے خلاف علم جہاد بلند کرنے والوں کو جنگ عظیم اول کی صورت میں وہ سزا دی۔ کہ وہ پہلے سا عروج نہ حاصل کر سکے۔

تقلیدی مذہب اور اہل السنت والجماعت

شمع نبوت اور خیر القرون سے جوں جوں بُعد اور دُوری ہوتی گئی۔ تقلیدی اندھیرا اور جہالت دن دگنی اور رات چوگنی بڑھتی۔ اور غالب آتی گئی۔ تو مسلمانوں کی اکثریت وجدنا اٰبائنا الاٰیۃ کا عملی نمونہ ہو کر کتاب وسنت سے اعراض وانکار کی مرتکب ہوگئی۔ اور پھر جب مقلدین کا اندرونی اختلاف اور تعصب فتنہ وفساد اور نفرت وحقارت کی صورت اختیار کرتا ہوا لڑائی

جھگڑوں پر منتج ہوا۔ تو متعصب فقہا نے اپنے حلقۂ اثر یا عقیدت مندوں کو قابو میں رکھنے کی خاطر سلاطین کو چاروں مذاہب کو قانونی حیثیت سے نافذ و جاری رکھنے کا مشورہ دیا۔ پس ملکی امن کو قائم رکھنے کی غرض سے حکومت نے چاروں مروجہ مذاہب کو بوجہ اکثریت اصل اسلام یا مذہب حق قرار دے کر باقی فقہی مذاہب کو معدوم کر دیا۔ لہٰذا اسی عہد و زمانہ سے یہ چاروں تقلیدی مذاہب اہل السنت والجماعت کے نام سے مشہور ہو گئے۔ اور متعصب فقہا کی خود غرضی فرقہ بندی اور حکومت کے قانونی نفاذ کو اجماع امت سے موسوم و مشہور کر دیا۔

اجماع امت کی تعریف (۱) فقہ حنفیہ کی مستند کتاب شرح وقایہ کے اردو ترجمہ نور الہدایہ میں پوری صراحت سے لکھا ہے " خلاف ایک شخص کا بھی مانع اجماع ہے اور اجماع نہیں ہوتا۔ مگر سب کے اتفاق سے۔ (نور الہدایہ مطبوعہ نولکشور صفحہ ۴۲)

فتاویٰ عالمگیری (۲) میں اجماع امت کی تعریف اس طرح لکھی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود نے مومنوں کی صحابہ سے تعریف فرمائی ہے اسی واسطے کہ وہی بالقطع مومنین ہیں تو ان کے اجماع پر مومنین کا اجماع صادق ہے یہیں سے ظاہر ہوا۔ کہ بعض نادان جو اکثر اختراعات (بدعات) کو جائز ثابت کرنے کو دس بیس ہزار مسلمانوں کا اتفاق کرنا مومنوں کا اجماع حجت قرار دیتے ہیں۔ یہ خطا بلکہ خطا در خطا ہے۔ (مقدمہ عالمگیری فتاویٰ ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۳۵)

صراحت سے پڑھیے اسی واسطے بعض اکابر نے ہر ایسے قول و فعل سے انکار کر دیا ہے۔ کہ جو عہد اول (صحابہ) میں نہ تھا۔ (اردو ترجمہ عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۲۷)

دونوں مستند کتابوں سے ثابت ہو چکا۔ کہ حقیقی اور صحیح اجماع امت اجماع صحابہ ہے۔ اور اجماع امت کے لئے پوری اہل سنت والجماعت کا کسی مسئلہ پر متفق ہونا ضروری ہے اگر کوئی ایک بھی مخالف ہو تو اجماع باطل ٹھہرے گا۔

تذکرۃ الرشید سے مولینا اشرف علی صاحب کا قول اگرچہ پیچھے ذکر ہو چکا۔ مگر ذہن نشین کرنے کے لئے مکرر پڑھیئے۔

اگرچہ اس امر پر اجماع نقل کیا گیا ہے۔ کہ مذاہب اربعہ کو چھوڑ کر مذہب خمس مستحدث (پانچواں

مذہب اختیار کرنا جائز نہیں۔ مگر اس پر بھی کوئی دلیل نہیں کیونکہ اہل ظاہر ہر زمانہ میں رہے ہیں (لہذا) وہ اس اتفاق (اجماع) سے علیحدہ رہے پس اجماع ثابت نہ ہوا) مگر تقلید شخصی پر تو کبھی اجماع بھی نہیں ہوا۔"

علامہ شامی نے درمختار کی شرح میں لکھا ہے:۔
لیس علی الانسان التزام مذہب معین (رد المختار شرح درمختار جلد ا ص ۲۵ مصری)۔ یعنے مسلمان کے لئے چاروں مذاہب میں سے کسی ایک خاص مذہب کی تقلید و پابندی ضروری نہیں ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں فرماتے ہیں کہ:۔ طریقہ پیشینان بر خلاف این بود ایشان تعیین مذہب و اتباع احدے از واجبات نمی دانستند (شرح سفر السعادت فارسی ص ۲ مطبوعہ نولکشور) سلف امت کے افراد مروجہ تقلیدی مذاہب (حنفی شافعی وغیرہا) سے کسی ایک خاص مذہب کی تقلید و پابندی کو واجب اور ضروری نہیں جانتے تھے۔

کلمات طیبات المعروف ملفوظات میرزا جان جاناں مشہور حنفی محقق رقمطراز ہیں:۔
بر افراد امت اتباع پیغمبر واجب است و اتباع ہیچ از آئمہ واجب نیست (مطبوعہ مراد آباد ص ۳۰) امت مسلمہ کے افراد پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ضروری ہے۔ اور آئمہ مشہورین سے کسی ایک کی تقلید یا پیروی ضروری نہیں۔

حجۃ الہند نے پوری وضاحت سے مکتوبات اور تنبیہ نے حجۃ اللہ البالغہ تفہیمات وغیرہ میں اعلان فرمایا ہے کہ مذاہب اربعہ سے ہم کسی ایک مذہب کے پابند و مقلد نہیں ہیں۔

حیات شبلی میں مولانا سید سلیمان ندوی نے پورے وثوق سے اعلان کیا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ علماً تقریباً شافعی تھے۔ مگر عملاً حنفی تھے

شمس الہند حضرت شاہ عبد العزیز نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اپنی خوابی بیعت

کے سلسلے میں لکھا ہے۔ کہ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا۔ کہ آپ کو چاروں مذاہب میں سے کون سا مذہب پسند و مرغوب ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ان میں سے کوئی ایک بھی ہمیں پسند و مرغوب نہیں۔ کیونکہ چاروں تفریط افراط ہیں۔ یعنے کسی میں کمی یا نقص اور کسی میں غلو یا زیادتی ہے۔

حاصل کلام یہ ہوا۔ کہ تقلیدی مذاہب نے زبانی کلامی آپس میں بمصداق "من ترا ملاں بگویم تو مرا حاجی بگو" اپنے کو اہل السنت والجماعت مشہور کر رکھا ہے۔ ورنہ کتاب و سنت تعامل صحابہ یا خیر القرون سے (۱) نہ تو چاروں میں سے کسی ایک کی تقلید پر کوئی حجت اور دلیل ثابت ہے (۲) نہ ہی چاروں کی حقانیت پر کوئی قطعی شہادت موجود ہے۔ (۳) بلکہ چاروں کی حقانیت و صداقت پر یا اہل السنت والجماعت ہونے کا بھی نصوص شرعیہ سے کچھ ثبوت نہیں۔ بلکہ مقلدین کا خیمن و ظن ہی ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سمجھانے کے لئے (صحیح سنت یا دین اسلام بتانے کو) ایک سیدھی لکیر انگلی مبارک سے زمین پر کھینچی۔ اور فرمایا۔ ھذا سبیل اللہ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچنے کے لئے اسلام کا صحیح راستہ۔ ثم خط خطوطاً عن یمینہ وعن شمالہ وقال ھٰذہ سبل علی کل سبیل منھا شیطان یدعو الیہ وقرأ وان ھذا صراطی مستقیماً فاتبعوہ الایۃ رواہ احمد والنسائی والدارمی (مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

پھر اس سیدھی لکیر یا خط کے دونوں طرف کچھ اور خط اور لکیریں (دائیں بائیں) کھینچ کر درمیانی سیدھی لکیر پر انگلی مبارک رکھتے ہوئے یہ آیت پڑھی۔ کہ یہ سیدھی شاہراہ (اسلام یا مذہب اہل السنت والجماعت) اور دائیں بائیں والی لکیروں کے متعلق فرمایا۔ کہ یہ سب غلط اور شیطانی ایجاد و اختراع ہے۔

۲۔ ابن ماجہ کی ایک روایت یوں بھی ہے۔ کہ جابر بن عبداللہ کہتے ہیں۔ کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ آپ نے ہمارے سمجھانے کو انگلی مبارک سے زمین پر

ایک بالکل سیدھی لکیر کھینچی اور پھر اس سیدھی لکیر کے دونوں (دائیں بائیں) طرف دو دو لکیریں کھینچ کر درمیانی سیدھی لکیر پر انگلی مبارک رکھ کر یہ آیت شریف پڑھی۔ وان ھذا صراطی مستقیما یہ ہے اسلام کی صحیح شاہراہ

۳۔ ترمذی، احمد اور ابو داود نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت معاویہؓ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ الواحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی او واحدۃ فی الجنۃ وھی الجماعۃ) یعنی امت مسلمہ تہتر فرقے ہو کر رہ جائے گی۔ بہتر جہنمی ہوں گے۔ صرف ایک ناجی اور جنتی ہوگا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) ناجی گروہ یا جماعت اور فرقہ کی پہچان وتعریف بیان فرما دیجئے اس پر آپ نے فرمایا جس عمل وعقیدہ (مذہب و مسلک) پر ہم اور ہمارے صحابہ ہیں۔ امت سے جو لوگ اس کا مصداق یا نمونہ ہوں گے۔ وہی جنت حاصل کریں گے۔ اس تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ امت محمدیہ سے کئی ایک گروہ اور فرقے ہوں گے۔ آپ نے حقانیت کی پہچان وشناخت کے لئے ایک خاص معیار اور کسوٹی مقرر فرما دی۔ کہ جو گروہ یا جماعت تعامل صحابہ کے معیار پر صحیح ثابت ہوگی۔ وہی فرقہ ناجیہ اور اہل السنت والجماعت اور جو صحابہ کے معیار پر پوری طرح صحیح نہ ہوئی وہ غلط کار اور گمراہ

معیار ثانی ما انا علیہ واصحابی کے علاوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجی جماعت اور گروہ کی ایک خاص علامت وپہچان یوں بھی فرمائی ہے۔ کہ وہ طائفہ جھگڑے فتنہ وفساد نفرت وحقارت اور ایک دوسرے کی توہین وتنقیص کی نجاست اور آلائشوں سے بالکل پاک وصاف اور مبرا ہوگا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ ماضل قوم بعد ھدی الا اوتوا الجدل الحدیث (مشکوۃ باب الاعتصام) ہدایت یافتہ قوم کی گمراہی کا اصل سبب ان کا آپس میں جھگڑا ہی ہوتا ہے چنانچہ مذاہب مقلدین کا عملی نمونہ آپ کے سامنے ہے۔

یہ ضرور ہے کہ خیر القرون میں بھی اختلاف تھا۔ لیکن وہاں مقلدین کی طرح توہین وتنقیص نفرت وحقارت اور لڑائی جھگڑا نہیں تھا۔ ان کا اختلاف موجب رحمت۔ مگر موجودہ مقلدین کا

اختلاف تفرقہ اور لڑائی جھگڑا کی صورت میں باعث لعنت ہوگیا۔

محققین احناف کا معیار دربارِ نبوت کا فیصلہ اگرچہ اٹل ہے تاہم متاخرین احناف کے خیالات کا ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جن میں سے ایک بزرگ تو علامہ طحطاوی شارح درمختار ہیں جو اپنی قابلیت کے لحاظ پوری حنفی دنیا میں شہرت یافتہ اور مقبول ہیں۔ اور دوسری شخصیت حنفیت کا حقیقی ترجمان حضرت مولانا سید ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی کی ہے۔ دونوں کی شہادت ملاحظہ فرمایئے۔

علامہ طحطاوی شرح درمختار میں فرماتے ہیں۔

فان قلت ما یعرفک انک علی صراط مستقیم وکل واحد من هذه الفرق یدعی انه علیه قلت لیس ذالک بالادعاء والتشبث باستعمالهم الوهم القاصر والقول الزاعم بل بالنقل عن جهابذة هذه الصیغة وعلماء اهل الحدیث الذین جمعوا صحاح الحدیث فی امور رسول الله صلی الله علیه وسلم واحواله وافعاله وحرکاته وسکناته واحوال الصحابة والمهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان مثل الامام البخاری ومسلم وغیرهما من الثقات المشهورین الذین اتفق اهل المشرق والمغرب علی صحة ما اورد فی کتبهم من امور النبی صلی الله علیه وسلم واصحابه ثم بعد النقل ینظر الی الذی تمسک بهدیهم واقتفی اثرهم واهتدی بسیرهم فی الاصول والفروع فیحکم بانه من الذین هم وهذا هو الفارق بین الحق والباطل والمتمیزین من هو علی صراط مستقیم وبین من هو علی السبیل الذی علی میمنه وشماله (جلد ۷ ص ۱۵۳ مطبوعہ مصر)

جبکہ تمام فرقے اور گروہ اس امر کے مدعی ہیں۔ کہ ہم ہی فرقہ ناجیہ یعنے اہل السنت والجماعت ہیں تو پھر تیرے پاس حق وصداقت کی پرکھ و پہچان کے لئے معیار و کسوٹی کیا ہے۔ کہ واقعی تو ہی حق وصواب پہ ہے۔ قلت (علامہ طحطاوی حنفی فرماتے ہیں) حق وصداقت کے لئے زبانی کلامی دعوے یا گمان قابل قبول نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس امر کی حجت اور ثبوت کے لئے ماہرین ونقادان فن (محدثین) کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ اور وہ صاحب کمال علماء اہلحدیث ہیں جن کے سرخیل امام بخاری اور مسلم وغیرہم حضرات ہیں جنہوں نے انتہائی محنت وجانفشانی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سکے جمیع فرامین اعمال پوری زندگی۔ صحابہ۔ مہاجرین وانصار اور ان کے تمام متبعین بالاحسان کے حالات واعمال کو انہیں صحیح طرز پر جمع کیا ہے جس پر مشرق ومغرب کی اسلامی دنیا کا اتفاق ہو چکا کہ ان حضرات کی جمع کردہ احادیث صحیح ہیں۔ پس جو گروہ اور جماعت ان کے بیان کردہ معیار پر صحیح اترے گی۔ وہ حق صراط مستقیم یا فرقہ ناجیہ اور اہل السنت والجماعت جو گروہ اور جماعت ان کے بیان کردہ معیار کے مخالف ہیں وہ باطل پر اور غلط کار گمراہ۔

ابوالحسنات لکھنوی اپنی محقق ترین تصنیف امام الکلام میں رطب اللسان ہیں۔ کہ جو کوئی بھی شریعت اسلام کے فقہی مسائل کے اختلاف کی پوری دیانت داری اور انصاف سے تحقیق کرے گا۔ تو یقیناً وہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا۔

فمذهب المحدثين فيها اقوى من مذاهب غيرهم واني كلما اسير في شعب الاختلاف اجد قول المحدثين فيه قريباً من الانصاف فلله درهم وعليه شكرهم كيف لا وهم ورثة النبي صلى الله عليه وسلم حقا ونواب شرعه صدقا حشرنا الله في زمرتهم واماتنا على حبهم وسيرتهم (امام الکلام)

کہ مذہب ائمہ محدثین ہی صحیح اور قوی تر ہے۔ دوسرے سب مذاہب سے حقیقت یہ ہے کہ میں نے جب کبھی کسی اختلافی فقہی مسئلہ میں جانفشانی سے تحقیق کی۔ تو بالآخر مذاہب ائمہ محدثین ہی کو حق پر پایا۔ اور ہونا بھی ایسا چاہیے کیونکہ ائمہ محدثین ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی وارث اور شریعت کے سچے نواب ہیں۔ دلی تمنا اور آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت کے دن ان کے گروہ میں اٹھائے۔ اور زندگی بھر ان کی محبت اور سیرت کردار پر عمل کی توفیق بخشے آمین ثم آمین۔

شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت جو سونے پر سہاگہ ہے۔ ملاحظہ فرمایئے آپ نے اہل السنت والجماعت کی تعریف اپنی تصنیف غنیۃ الطالبین میں یہ لکھی ہے۔ فالسنۃ ما سنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والجماعۃ ما اتفق علیہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی خلافۃ الائمۃ الاربعۃ الخلفاء الراشدین المہدیین۔ (مترجم اردو صفحہ ۱۹۰ مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور) سنت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وعمل ہے اور جماعت سے مراد صحابہ کا اتفاق واجماع ہے جو خلافت راشدہ کے عہد مبارک میں۔

ہو چکا۔ فاهل السنة طائفة واحدة ۱۹۲ اہل السنت صرف ایک ہی طائفہ یا جماعت ہے۔ وما اسمهم الا اسم واحد وهو اصحاب الحديث داهل السنة (۱۹۳) ان کا نام صرف ایک ہی ہے۔ اور وہ ہے اہل حدیث اور اہل السنت مزید فرماتے ہیں۔ کہ گمراہ فرقے تعصب اور بد عقیدگی سے اس گروہ باشکوہ کے بُرے بُرے نام رکھتے ہیں۔ مگر یاد رکھو کہ ان کا اصل اور صحیح نام صرف ایک ہی ہے۔ ولا اسم لهم اسم واحد وهو اصحاب الحديث (۱۸۲) یعنے اہل حدیث

ہدایہ شریف جو حنفیہ میں کالقرآن کی شہرت یاب ہے۔ اس کے اردو ترجمہ میں پوری صراحت سے لکھا ہے۔ اجماع ہے کہ اہل حدیث اہل السنت والجماعت حق پر ہیں۔ (عین الہدایہ جلد ا صفحہ ۵۳۵)

تقلید شاہی عہد میں اہل اسلام کا وجود اُمت مسلمہ جبکہ تقلید کے عمیق و تاریک گڑھوں میں گرتی ہوئی اصل شاہراہ اسلام سے بھٹک چکی تو بمصداق نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون الایۃ اللہ تعالے نے اسلام کے حفظ و بقا کے لئے از خود ایک ایسے گروہ باشکوہ کو منتخب فرمالیا۔ کہ جس کے افراد ہر عہد و زمانہ میں مسلسل و مستقل طور پر کتاب و سنت کی نورانی شمع کو دونوں ہاتھوں سے تھامے اور سینے سے لگائے ہوئے چلے آتے ہیں۔ اور یہی وہ مقدس گروہ ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لا تزال طائفة من امتی على الحق ظاهرين لا يضرهم من خالفهم حتى ياتى امر الله (مشکوٰۃ باب الملاحم) کے الفاظ سے اعلان فرمایا ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طائفہ حقہ کے لئے دعائیں فرمائیں اور دنیا و آخرت میں سرفرازی کی بشارتیں بھی دی ہیں۔

محققین اسلام نے طائفہ منصورہ کے ہر زمانہ میں موجود اور مسلسل چلے آنے کی شہادتیں جس صراحت سے اعلان فرمائی ہیں وہ حضرت شاہ ولی اللہ کے قلم سے حنفی مترجم کے الفاظ سے ملاحظہ فرمایئے:۔

> پھر ان لوگوں (چوتھی صدی) کے بعد بہت سے قرن خالص تقلید پر پیدا ہوئے کہ نہ حق کو باطل سے جُدا کرتے نہ جدل کو استنباط سے۔ .... اور ہیں یہ بات کلیہ کے طور پہ عام نہیں کہتا۔ کہ پوری امت تقلید کا شکار ہو کر رہ گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ

کے بندوں کا ایک گروہ خدا کی زمین پر اب بھی رہا ہے۔ کہ لوگوں کا ان سے مخالف ہونا ان کو کچھ ضرر نہیں کرتا اور وہ خدا کی زمین پر اس کی حجت ہیں۔ اگرچہ تعداد میں کم ہیں۔ "وہم حجۃ اللہ فی ارضہ" (کشاف ص۹۳ مع انصاف۔ آیۃ اللہ الکاملہ ص۲۳ ترجمہ حجۃ اللہ البالغہ)

دسویں صدی ہجری تک مسلسل شہادت حجۃ اللہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں۔

عبدالوہاب نے علماء مذاہب کی بڑی جماعت کا حال بیان کیا ہے۔ اور آئمہ مذاہب سے لے کر عبدالوہاب کے وقت (دسویں صدی ہجری) تک ان کا دستور یہ تھا۔ کہ مذاہب کے بموجب عمل کرتے اور فتوے دیتے تھے۔ بدوں اس کے کہ کسی مذہب معین کا التزام ہو۔ (سلک مروارید مع عقد الجید للشاہ ولی اللہ ص۸۱)

ظاہر ہے۔ کہ علماء حقانی کی ایک منتقل جماعت آئمہ مذاہب کے زمانہ یعنی ابوحنیفہ و شافعی کے وقت سے لے کر علامہ شعرانی کے وقت تک ایسی بھی چلی آئی ہے۔ کہ جو کسی مذہب معین (حنفی یا شافعی) کے مقلد و پابند نہ تھے۔ بلکہ چاروں مذاہب سے جس مذہب کا جو مسئلہ کتاب و سنت کے موافق پاتے اسی کو قبول و معمول کرتے ہوئے اسی پر فتوے دے دیتے۔ کیوں کہ سوا کسی امام کا نام ذکر کئے بغیر لوگ فتوے قبول ہی نہیں کرتے تھے۔ کمامر۔

امثال و نمونہ چونکہ تقلیدی مذاہب سرکاری مذہب کی حیثیت سے نافذ ہو چکے تھے۔ پس علماء حقانی نے ظاہری طور پر مذکورہ طریق اختیار کیا۔ بناء علیہ لوگ ایسے علماء کو جس مذہب کے زیادہ نزدیک پاتے۔ ان کو اسی مذہب سے منسوب و مشہور کر دیتے۔

۱۔ چنانچہ شاہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:-

"اور اہل حدیث بھی جس مذہب سے زیادہ موافق ہوا کرتے تھے کبھی کبھی اسی مذہب سے منسوب ہوتے تھے۔ جیسا کہ نسائی اور بیہقی شافعی کی طرف منسوب ہوتے تھے۔" (آیات اللہ الکاملہ ص۲۳۵)

۲۔ **سلطان المحدثین** حضرت امام بخاری نور اللہ مرقدہ کے متعلق انصاف میں فرماتے ہیں:-

"اور محمد بن اسمٰعیل بھی اسی جنس سے ہیں۔ کہ وہ طبقات شافعیہ میں گنے جاتے ہیں۔۔۔

۔۔۔۔ اور ہمارے استاد علامہ (ابوطاہر مدنی) نے بخاری کے شافعیوں میں داخل کرنے پر یہ حجت پکڑی ہے۔ کہ تاج الدین نے ان کو طبقات شافعیہ میں ذکر کیا ہے"

۳۔ **حنابلہ** امام بخاری کو طبقات حنابلہ میں شمار کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو "طبقات حنابلہ" لابویعلی ترجمہ محمد بن اسمٰعیل بخاری۔

۴۔ **حقیقت واقعہ** عقد الجید میں شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ خطیب نے بسند صحیح ذکر کیا ہے کہ امام دارکیؒ جو شافعی مشہور تھے۔ لوگ ان سے فتوے پوچھا کرتے تھے۔ اور وہ بعض دفعہ ایسا فتوے دیتے کہ نہ شافعی مذہب کا ہوتا اور نہ ابوحنیفہ کے مذہب کا۔ تو لوگ ان سے کہتے۔ کہ یہ حکم مخالف ہے دونوں اماموں کے قول کے۔ تو وہ جواب دیتے "تمہارا بُرا ہو" فلاں راوی نے فلاں صحابیؓ سے اور اس نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی روایت کیا ہے۔ اور حدیث کا ماننا بہتر ہے دونوں اماموں کے قول کو اختیار کرنے سے" (سلک مروارید ص۴۹ مع عقد الجید مجتبائی پریس دہلی)

مذکورہ امثلہ سے عیاں ہے۔ کہ محقق علما ہمیشہ سے کتاب و سنت ہی کو مشعل راہ بناتے چلے آرہے ہیں۔ عوام چونکہ تقلید کا شکار ہو چکے تھے اس لئے ان کی تسلی و اطمینان کے لئے جس مذہب کا فتوے کتاب و سنت کے مطابق پاتے اسی کا حوالہ دے دیتے۔

حجۃ اللہ فی ارضہ حضرت شاہ ولی اللہ نے جس گروہ کو حجۃ اللہ فی ارضہ کے نام سے یاد کیا۔ اس کا ہر زمانہ میں موجود ہونا اور مسلسل چلا آنا اعلان فرمایا ہے۔ اس کا نام و پتہ محققین اسلام کے واضح الفاظ سے پڑھیے۔

امام السنہ احمد بن حنبلؒ کا فرمان اس گروہ باشکوہ سے متعلق کتاب اداب الشرعیہ مطبوعہ مصر میں یوں منقول ہے۔

۱۔ ان اصحاب الحدیث ھم الطائفۃ فی قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا تزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق۔

۲۔ ونص ایضاً علے انھم الفرقۃ الناجیۃ فی الحدیث الاخر وکذا قال یزید بن

ھارون (ص ۲۲۴) ظاہرین علی الحق سے مقصود اہل حدیث ہی ہیں۔ اور یہی گروہ درحقیقت فرقہ ناجیہ ہے۔ جیساکہ دوسری روایت سے بھی ظاہر ہے۔ اور یہی قول ہے۔ یزید بن ہارون کا

۳۔ (نص احمد رضی اللہ عنہ ان اللہ تعالیٰ ابدالا فی الارض قیل من ھم قال ان لم یکن اصحاب الحدیث فلا اعرف للہ ابدالا (ص ۲۳۵) امام احمد نے پورے دعوے سے فرمایا ہے کہ ابدال سے مراد اہل حدیث ہی ہیں۔

۴۔ امام السنہ نے امام ابی عتبہ خولانی سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لایزال اللہ عزوجل فی ھذا الدین غرساً یستعملھم فی طاعتہ قال احمد فی تفسیر ھذا الحدیث ھم اصحاب الحدیث (آداب الشرعیہ ۲۳۹) اسلام میں اللہ تعالیٰ کا ایک اطاعت گذار وپسندیدہ گروہ ہمیشہ رہے گا۔ امام السنہ نے فرمایا۔ اس حدیث سے مراد اہل الحدیث ہی ہیں۔

خاتمہ الحفاظ ۱۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ لا تزال من امتی منصورۃ سے مراد فقہا اہل حدیث ہی ہیں۔

۲۔ حافظ صاحب امام السنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ان لم یکون اھل الحدیث فلا ادری منھم یعنی طائفہ منصورہ اگر اہل حدیث نہیں تو پھر کوئی دوسرا گروہ بھی نہیں۔

۳۔ (آگے چل کر) حافظ ابن حجر نے قاضی عیاض سے نقل کیا ہے کہ امام احمد کے قول کا مطلب یہ ہے اھل السنۃ من یعتقد مذھب اھل الحدیث (فتح الباری ص ۲۹۴ جلد ۱ مطبوعہ مصر) کہ طائفہ منصورہ اہل السنت ہے۔ جو اہل حدیث کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اہل حدیث ہی ہمیشہ اور ہر زمانہ اہل اسلام کے عامل وحامل رہے ہیں۔ اور یہ لوگ مذہب معین کی تقلید ہر پابندی سے ہمیشہ عاری وانکاری رہتے ہیں۔

مزید ثبوت غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار سے پڑھئے۔ امام اعظم جب بغداد میں وارد ہوئے تو ایک اہل حدیث نے ان سے سوال کیا کہ رطب کی بیع تمر سے جائز ہے یا نہیں (جلد اول صفحہ ۱۳)

علامہ گنگوہی سبیل الرشاد میں فرماتے ہیں۔ جو اہل ظاہر کہ ان مذاہب کے عدم جواز کے قائل ہوئے

ہیں (صفحہ ۳) اہل ظاہر سے ان کی جو مراد ہے وہ سبیل الرشاد صفحہ ۹ سے پڑھیے "بہت سے وقائع ہیں کہ اہل حدیث واہل فقہ جانتے ہیں۔

مولانا محمود الحسن رح نے ایضاح الادلہ میں اہلحدیث کے ہمیشہ اور ہر زمانہ میں مستقل وجود کا یوں اعتراف کیا ہے۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ خدانخواستہ جملہ اہل ظاہر متقدمین ومتاخرین کو برائی سے یاد کریں۔ (صفحہ ۱۹ تذییل)

متقدمین ومتاخرین کے نام بطور مثال ونمونہ یوں گنوائے۔ ابن تیمیہ۔ ابن قیم۔ امام شوکانی ونواب صدیق الحسن اور مولوی نذیر حسین وغیرہ عاملین علے الظاہر (تذییل صفحہ ۷)

مولانا اشرف علی رح کی قلم سے پیچھے ذکر ہو چکا کہ آپ فرماتے ہیں کہ "اہل ظاہر ہمیشہ رہے ہیں" مزید پڑھیے اشرف السوانح میں لکھا ہے "حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ یہ (اہلحدیث) ۔۔۔۔ بھی سلف کا ایک طریق ہے" (جلد اول صفحہ ۱۲۴)

اہل ظاہر اہل الرائے دوست بطور حقارت وتوہین اہل حدیث کو اہل ظاہر کے نام سے یاد کرتے ہیں جیسا کہ غیر مقلد وہابی بھی کہتے ہیں۔ ورنہ تاریخ گواہ ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ وابن قیم اور شوکانی ظاہری نہیں ایسے ہی نواب صاحب، میاں صاحب ان کے تلامذہ یہ تمام بزرگ فقہائے اہلحدیث کے مسلک کے علمبردار ہیں۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب حضرت شاہ صاحب کا مختصر تعارف "البشریٰ بسعادۃ الدارین (عربی) اور انوار الاعتصام" لاہور میں کرایا جا چکا ہے۔ یہاں صرف آپ کا مذہب ومسلک خود آپ ہی کی تصنیفات سے عرض کیا جاتا ہے۔

خوش فہمی ہندوستان میں چونکہ سند واجازت حدیث کا اکثر وغالب سلسلہ حضرت شاہ صاحب پر ہی منتہی ہے اس لئے بریلویہ تورانی بریلویت کو ان کے بعض اقوال سے مستند کرنے کی سعی میں مصروف ہیں۔

۲۔ دیوبندی تو پوری خصوصیت سے شاہ صاحب کو دیوبندی تحریک کا بانی اور دارالعلوم دیوبند کو اس کا آخری نتیجہ جانتے ہیں۔ چنانچہ عام طور پر اپنی تحریر وتقریر میں شاہ صاحب کو حنفی مقلد

اور ہندوستان کا حقیقی ترجمان حنفیت ثابت کرنے کے درپے ہیں۔

۳۔ "اہلحدیث" شاہ صاحب کو ہندوستان میں مسلک اہلحدیث کا مجدد اعظم اور موسس اول سمجھے ہوئے ہیں۔

رسالہ الفرقان بریلی شاہ ولی اللہ نمبر چونکہ اپنی مقبولیت اور شہرت کی وجہ سے کتابی صورت میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس لئے مشاہیر دیوبند کے وہ دعاوی جو شاہ صاحب کو حنفی ثابت کرنے سے متعلق کئے گئے ہیں۔ سنئے

مولانا خیر محمد جالندھری مہتمم خیر المدارس حال ملتان نے شاہ صاحب کو حنفی ثابت کرنے کی جو سب سے بڑی دلیل پیش کی ہے۔ وہ رسالہ انصاف کے چوتھے باب کی ایک عبارت سے یوں مستنبط فرمائی ہے۔ ہندوستان میں عوام کے لئے مذہب حنفی کی تقلید کا ترک کرنا حرام ہے۔ (الفرقان طبع ثانی صہ ۲۹۰)

حقیقت یہ ہے کہ یہ عنوان اور دلیل دراصل مولانا محمد احسن نانوتوی نے انصاف کا ترجمہ کرتے وقت از خود انصاف کی فہرست ابواب میں اضافہ کیا ہے ان کی تقلید میں مولانا خیر محمد صاحب نے بھی بمصداق ڈوبتے کو تنکے کا سہارا اپنے مفید مدعا سمجھ کر یہی عنوان نقل کر دیا ہے حالانکہ اصل عبارت کا مفہوم و منشا ان کے مدعا کے مخالف و معارض ہے چنانچہ انصاف کے اصل الفاظ کا ترجمہ نانوتوی صاحب نے یوں ادا کیا ہے "تقلید امام معین کبھی واجب ہوتی ہے۔ اور کبھی واجب نہیں ہوتی۔ مثلاً جب آدمی ہندوستان کے ممالک اور ماوراء النہر کے شہروں میں ہو۔ اور کوئی عالم شافعی اور مالکی اور حنبلی وہاں نہ ہو۔ اور نہ ہی ان مذہبوں کی کوئی کتاب ہو۔ تو اس پر واجب ہے کہ تقلید امام ابوحنیفہ کی کرے۔ اور اس پر حرام ہے کہ مذہب امام ابوحنیفہ سے باہر نکلے۔ کیوں کہ اس صورت میں شریعت کا پھندا اپنی گردن سے نکال کر مہمل و بیکار رہ جائے گا۔ برخلاف اس صورت کے کہ حرمین میں ہو۔ کیوں کہ وہاں اس کو سب مذہبوں کا پہچاننا ممکن ہے۔ (کشاف ۷۵)

تحریف ہے یا دھوکا شاہ صاحب کے قول سے ظاہر ہے۔ کہ تقلید مذہب معین کی اس صورت میں واجب و ضروری ہوتی ہے۔ جبکہ کسی ملک و علاقہ میں

کوئی دوسرا مذہب موجود نہ ہو۔ اور نہ ہی دوسرے مذاہب کے علما سے کوئی وہاں مل سکتا ہو۔ بلکہ دوسرے مذاہب کی کتب کا وجود بھی اس علاقہ سے مفقود ہو۔ لیکن جہاں حرمین الشریفین کی طرح علم کی فراوانی اور علمائے مذاہب کی کثرت اور کتب مذاہب کے ذخائر موجود ہوں۔ وہاں مذہب معین کی تقلید واجب نہیں۔

لیکن نانوتوی صاحب اور جالندھری صاحب ہیں کہ اہل ہند پر حنفی مذہب کی تقلید کو واجب اور اس سے خروج وانکار کو حرام قرار دے رہے ہیں۔ آپ خدا داد فہم وفراست سے خود ہی فرمائیے۔ کہ یہ شاہ صاحب کے کلام کی تحریف یا عوام کو دھوکا دینا ہے کہ نہیں۔

ہندوپاک | دُنیا اسلام میں ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ (۱) دارالعلوم دیوبند کو جامعہ ازہر کی ہمسری کا دعوےٰ

۲۔ مظاہر العلوم سہارن پور اپنی علمی خدمات کے سبب دنیا اسلام میں شہرہ آفاق۔

۳۔ فتح پوری اور امینیہ وغیرہ دہلی کے حنفی مدارس

۴۔ ڈھابیل کا مثیل دیوبند مدرسہ

پاکستان میں (۱) دارالعلوم اشرف لاہور۔ (۲) جامعہ عباسیہ بہاول پور (۳) خیر المدارس ملتان۔ ٹنڈو الہ یار اور کراچی وغیرہ کے دیگر حنفی مدارس اور ان کے مشائخ و مدرسین کے علم وفضل کی شہرت محتاج تعارف نہیں ہیں۔ اپنی اپنی جگہ مذکورہ مدارس کے شیوخ مذاہب اربعہ پر کلی عبور کے مدعی اور قرآن مجید کی صحیح تفسیر اور کتب صحاح اور دیگر کتب احادیث کی بہترین تفسیر وشروح لکھنے کے مدعی ہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ متعدد تفاسیر وشروح وحواشی کتب حدیث علما دیوبند کی طرف سے شائع شدہ بھی موجود ہیں۔

کتب احادیث | قلمی ومطبوعہ صورت سے ہندوپاک میں خود حنفی لائبریریوں اور کتب خانوں میں موجود ہیں۔

نہ صرف یہی | بلکہ علمائے دیوبند کی طرف سے خود حرمین میں ابتدائی و انتہائی دارالعلوم جاری شدہ موجود ہیں۔

قطع نظر علمائے احناف | مشاہیر اہلحدیث کا علمی فضل وکمال محتاج بیان نہیں۔

ان حالات میں ہند و پاک کے مسلمانوں کے لئے شاہ صاحب کے قول سے حنفی مذہب کی تقلید واجب قرار دینا خود ہند و پاک کے حنفی علما کی تحقیر و توہین ہے۔ کیوں کہ ان سے تو صاف ظاہر ہے کہ علما دوسرے مذاہب کی تعلیم سے ناواقف نا آشنا ہیں۔ کون ہے جو اس حقارت و توہین کو برداشت کرنے پر آمادہ ہو سکے۔ پس جبکہ یہ برداشت و گوارا نہیں۔ تو حنفی مذہب کی تقلید کو واجب یا ضروری قرار دینا ع

این خیال است و محال است و جنون

مولانا عبید اللہ سندھی نے تو بغیر کسی دلیل و ثبوت کے محض جوش و خروش سے حنفی مذہب کی تقلید سے خروج پر حرمت کا فتوے صادر کیا ہے۔ اس کا ماحصل یہ ہے۔ کہ ہندوستان کے سنی مسلمان چونکہ حنفی مذہب کے مقلد و پابند چلے آرہے ہیں۔ اس لئے اس وسیع اور قدیم برادری کے خلاف عمل کرنے والے کو کوئی حق نہیں کہ ہندوستان میں رہ سکے۔ جل جلالہ

یہ جوش و خروش کوئی نیا اور تعجب خیز نہیں۔ کیونکہ ہمیشہ سے اکثریت کی طرف سے داعی حق اقلیت کو یہی جواب ملتا چلا آیا ہے۔

دیوبند کے مایہ ناز مولوی یوسف بنوری نے حضرت شاہ صاحب کو حنفی ثابت کرنے کے لئے جو کچھ فرضی دلائل دیئے ہیں۔ وہ بھی ایک نظر دیکھتے چلئے۔۔

اگر تم تاریخ سے قاضی بکار۔ امام طحاوی۔ ابوبکر جصاص۔ قاضی ابو زید دبوسی شمس الائمہ سرخسی وغیرہ اور متاخرین میں سے امیر کاتب اتقانی۔ علاء الدین ماردینی۔ ابن الہمام۔ ابن امیر الحاج۔ قاسم بن قطلوبغا وغیرہ مقلد ابوحنیفہ ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ یہ حضرات بھی اپنے مخصوص مختارات رکھتے ہیں۔ تو پھر شاہ صاحب کا انہی کی طرح حنفی ہونا کیوں مستبعد ہے نیز جبکہ قاضی اسمٰعیل۔ حافظ ابن عبد البر۔ قاضی ابوبکر بن عربی۔ حافظ اصیلی ابن رشید کبیر مالکی ہو سکتے ہیں۔ اور دار قطنی بیہقی خطابی۔ ابو المعالی امام حرمین۔ غزالی۔ ابن عبد السلام ابن دقیق العید وغیرہ شافعی ہو سکتے ہیں۔ اور علی ھذا جبکہ ابن جوزی۔ ابن قدامہ۔ ابن تیمیہ ابن قیم وغیرہ حنبلی ہو سکتے ہیں۔ تو پھر اس درجہ میں حضرت شاہ صاحب کو مقلد حنفی ماننے

میں کیا اشکال ہو سکتا ہے۔" (ص ۳۸۳)

مدیر الفرقان کا فیصلہ حضرت شاہ کو حنفی ثابت کرنے والوں کی تردید میں مولانا محمد منظور صاحب مدیر الفرقان نے بدلائل جس وضاحت اور صراحت سے انکار کیا ہے۔ وہ بلفظہ درج ذیل ہیں۔

آج ہمارے حنفی حلقوں میں حنفیت کے جو معنے عموماً سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے اعتبار سے شاہ صاحب کو حنفی کہنا یقیناً زبردستی ہے ہماری حنفی دنیا میں آج اس شخص کو کہاں حنفی تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ جس کا اصول "وانما تفریعات فقیہ دار کتاب وسنت عرض نمودن بود" اور جو کتاب وسنت سے فقیہ کی تنقید کے اس اصول کو قیامت تک کے لئے امت کا فرض قرار دیتا ہو۔ اور جس کا تحقیقی مسلک وہ ہو۔ جو حجۃ اللہ میں ایک مستقل فصل قائم کر کے ما بناسب ھذا المقام التنبیہ علیٰ مسائل ضلت فی بوادیھا الاوھام الخ۔

کے زیر عنوان ص ۱۲۳ سے ص ۱۲۹ تک شاہ صاحب نے ارقام فرمایا ہے۔ بلکہ اسی حجۃ اللہ میں بھی آپ نے دیگر ائمہ کے بعض اقوال کو از روئے ادلہ زیادہ قوی سمجھ کر اختیار کیا ہے۔ اور یہ ذکر نادر قسم کے مسائل ہی کا نہیں۔ بلکہ جن مسائل کو آج کل حنفیوں اور غیر حنفیوں میں مابہ الامتیاز سمجھا جاتا ہے۔ بعض ایسے مسائل بھی شاہ صاحب نے کسی دوسرے امام کے قول کو قوت دلائل کی وجہ سے اختیار کیا ہے۔ مثلاً قلتین رفع الیدین۔ الترجیع فی الاذان والایتار فی الاقامۃ۔ اقامۃ الجمعۃ فی القری التی فیھا اربعون رجلاً وغیرہ میرا خیال ہے اگر آج کوئی فاضل دیانتداری سے اس روش پر چلے۔ اور شاہ صاحب ہی کی طرح اس کو حنفیت کے مناقض نہ سمجھتا ہو۔ بلکہ اس کو بھی حنفیت کا ایک طریقہ سمجھتا ہو۔ اور اپنا رشتہ حنفیت سے بھی رکھنا چاہتا ہو۔ تو ہمارے زمانہ کے ٹکسالی قسم کے حنفی حضرات کبھی بھی اس کو حنفی تسلیم نہیں کریں گے۔

اور یہ صرف مفروضہ ہی نہیں۔ بلکہ میرے علم میں بعض وہ اہل علم ہیں۔ جن کا طریقہ یہی ہے وہ شاہ صاحب کی ہدایت وصیت کے مطابق عرض مجتہدات بر کتاب وسنت کے قائل ہیں اور اس سلسلہ میں وہ کہیں کہیں فقہ حنفی کی بعض تفریعات کو اپنے نزدیک کتاب وسنت کے

بعد ان کا مرجع فقہ حنفی ہی ہے۔ اور اس لئے وہ خود اپنے کو فقہا حنفی ہی سمجھتے ہیں لیکن ہماری حنفی بارگاہیں ان کو حنفی نہیں تسلیم کرتیں۔ اور پھر بات اتنے ہی پر ختم نہیں ہو جاتی۔ بلکہ میں نے تو یہ بھی دیکھا ہے۔ کہ اگر کوئی صاحب علم فقہ حنفی ہی کے اندر اتباع حدیث کے صادق جذبہ کے تحت ائمہ ثلاثہ اور مشائخ حنفیہ کے انہی اقوال کو چھوڑنا پسند جن کی نسبت فقہ کی کتابوں میں "ظاہر الروایات" کی طرح کے گئی ہے۔ یا جن کو مفتی بہ بتلایا گیا ہے۔ جو کھرے اور پکے حنفیوں کے نزدیک اتنے ہی سے اس کی حنفیت مخدوش ہو جاتی ہے۔ اس لئے اگر میں یہ کہتا ہوں۔ کہ شاہ صاحب آج کل کی عام اصطلاح کے لحاظ سے حنفی نہیں تھے۔ تو غلط نہیں کہتا۔ (شاہ ولی اللہ نمبر)

شاہ صاحب عملاً حنفی اور علماً و تدریساً حنفی شافعی ہیں

مدیر الفرقان کے فیصلہ کے بعد اب مزید ایک امر کی حقیقت ملاحظہ فرمایئے۔ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں صحیح بخاری کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے جو کہ شاہ صاحب کے ایک تلمیذ مولانا محمد صاحب نے نقل کیا ہے۔ اور اس پر شاہ صاحب کے قلمی دستخط یوں ثبت ہیں۔

کتبہ بیدہ الفقیر الی رحمۃ اللہ الکریم الودود ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم بن وجیہ الدین بن معظم ..... العمری نسباً الدھلوی وطناً العشری عقیدۃ الصوفی طریقۃ الحنفی عملاً والحنفی الشافعی علماً و تدریساً ...... کان ذالک یوم الثلثاء الثالث والعشرین من الشوال (کذا) ۱۱۵۹ھ سنہ ہجری (الفرقان ص۲۴۸)

حاشیہ حیات شبلی

میں ندوی صاحب اس تحریر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "شاہ صاحب کی ایک تحریر ہے جس میں انہوں نے اپنے کو عملاً حنفی اور علماً و تدریساً شافعی لکھا ہے۔ اور اپنی بعض تالیفات میں قرأت فاتحہ خلف الامام اور رفع یدین کو ترجیح دی ہے جو فقہ حنفیہ کے خلاف ہے (جلد ا ص۴۵)

مدیر الفرقان اور ندوی صاحب نے تو شاہ صاحب کے صرف چند مسائل ہی حنفی مذہب کے خلاف ذکر کرتے ہوئے آپ کے حنفی ہونے سے انکار کیا ہے۔ لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے

تو اکثر و غالب مسائل میں شاہ صاحب حنفی مذہب کے خلاف صحیح راجح اعلان کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

۱۔ چنانچہ خود دستخطی تحریر ہی کو دیکھ لیجئے کہ شاہ صاحب نے اپنا عقیدہ حنفی مذہب کے خلاف عشری اعلان کیا ہے۔ اور آپ بحوالہ مقدمہ مغنی پڑھ چکے۔ کہ حنفی عشری عقیدہ کو غلط و باطل قرار دیتے ہوئے حنفی مرد کا شافعیہ عورت سے نکاح تک بھی برداشت نہیں کرتے۔

۲۔ اس سے آگے بڑھو۔ تو فقہ حنفی کے نزدیک بالغ عورت بغیر ولی کے نکاح کو جائز قرار دیتی ہے۔ لیکن حضرت شاہ صاحب لانکاح الا بولی کو صحیح قرار دیتے ہیں۔

۳۔ فقہ حنفیہ جمع صلوٰتین کو جائز نہیں مانتی اور شاہ صاحب جمع صلوٰتین کو صحیح مانتے ہیں۔

۴۔ عیدین کی نماز میں بارہ تکبیرات کو ترجیح دیتے ہیں۔

۵۔ امام ابو حنیفہ ایک رکعت کو نماز تسلیم نہیں کرتے لیکن شاہ صاحب ایک رکعت وتر کو بھی سنت فرماتے ہیں۔

اسی پر بس نہیں بلکہ شاہ صاحب شافعی مذہب کو حنفی مذہب سے زیادہ اقرب الی الکتاب والسنۃ سمجھتے ہوئے شافعی کو علماء و صلحا کا اور مذہب حنفی کو امراء و سلاطین اور عوام جہلا کا مذہب اعلان فرماتے ہیں (تفصیل آرہی ہے) پس اگر کوئی حنفی دوست ان حالات کی موجودگی میں شاہ صاحب کو حنفی تسلیم کرنے پر آمادہ ہے تو پھر اہلحدیث بھی اس کی تائید و تصدیق سے قطعاً نہیں جھجکتے۔ بلکہ ان کو بھی ایسا حنفی کہلانے سے انکار نہیں، چنانچہ اہلحدیث کے مخلص قائد مولانا محمد حسین بٹالوی اکثر دفعہ اپنے کو حنفی اہلحدیث کہلوایا کرتے تھے۔

دستخطی تحریر کا جائزہ تاریخی معیار سے شاہ صاحب کی وفات ۱۱۷۶ھ میں ہوئی ہے اور یہ متفقہ امر ہے۔ کہ "وصیت" اور "خود نوشت سوانح عمری" شاہ صاحب کی بالکل آخری تالیفات ہیں۔ لہٰذا اس تاریخی معیار کے اصول پر یہ تسلیم کرنے سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ شاہ صاحب کی آخری تحقیق وہی ہے۔ جو وصیت اور سوانح عمری میں مرقوم ہے۔ بناء علیہ دستخطی تحریر کا حنفی و شافعی لکھنا صحیح نہ رہا۔ کیونکہ وصیت و سوانح عمری میں

شاہ صاحب نے تائید نورِ غیبی سے اپنا مسلک فقہاء محدثین کا طریق اعلان کیا اور اسی کی وصیت فرمائی ہے۔ چنانچہ الفرقان کے اردو الفاظ آرہے ہیں

۱۔ حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ صاحب نے اپنے مذہب کو جس انداز سے اعلان فرمایا۔ اسے حنفی مترجم کے الفاظ سے پڑھیے

جہاں علما کے فرقے اور مذہب مختلف پاتا ہوں۔ تو میں ایک صاف اور روشن راستہ اختیار کر لیتا ہوں کناروں کی طرف نہیں مڑتا (علماء مذاہب کے اقوال کی پرواہ نہیں کرتا) معتدل طریقہ پسند کر کے اس پر تفریعات کرتا ہوں۔ (آیات اللہ الکاملہ

ترجمہ حجۃ اللہ البالغہ)

۲۔ تفہیمات الہیہ میں حکیم الامت نے اپنا مذہب و مسلک پوری وضاحت سے یوں اعلان کیا ہے:۔

نحن ناخذ فی الفروع ما اتفق علیہ العلماء لاسیما ھاتان الفرقتان العظیمتان الحنفیہ والشافعیۃ وخصوصاً فی الطھارت والصلوۃ فان لم یتیسر الاتفاق و اختلفوا فنأخذ بما شھد له ظاھر الحدیث و معروفہ ونحن لا نزدری احد من العلماء فالکل طالبو الحق ولا نعتقد العصمۃ فی احد غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم (تفہیمات الہیہ جلد ۲ صـ۲۰۲)

۳۔ مکتوبات شاہ ولی اللہ صـ۲۷ پر ایک سوال بمع جواب یوں مرقوم ہے:۔

سوال "آنکہ عمل تو در مسائل فقیہ بر کدام مذہب است مذاہب اربعہ میں سے آپ کس مذہب کے پیروکار و مقلد ہیں" جواباً فرماتے ہیں:۔ "بقدر امکان جمع میکنم در مذاہب مشہورہ مثلاً صوم و صلوٰۃ و وضو و غسل و حج بوضعے واقع میشود کہ ہماں ہمہ اہل مذاہب صحیح دانند و عند تعذر الجمع باقوی مذہب از روئے دلیل موافقت صریح حدیث عمل نمایم و خدا تعالیٰ ایں قدر علم داده است کہ فرق درمیان اقوی کرده شود و در فتوے بحال مستفتی کار میکنم مقلد ہر مذہبے کہ باشد او را از ہماں مذہب جواب میگویم خدا تعالیٰ بہر مذہبے از مذاہب مشہورہ معرفتے داده است"

یہ عبارت الفرقان صفحہ ۲۹۲ پر بھی موجود ہے اور تفہیمات کی مذکورہ عبارت بھی الفرقان میں شائع شدہ ہے۔ چونکہ یہ دونوں عبارتیں ایک دوسری کی تشریح و توضیح ہیں۔ لہٰذا دونوں کا ماحصل و خلاصہ یہ ہوا۔ کہ ہم چاروں مذاہب میں سے کسی ایک کے مقلد و پابند نہیں بلکہ چاروں مذاہب کے اتفاقی مسائل بالخصوص حنفی شافعی مذاہب کے متفقہ و مسلمہ کو قبول و معمول رکھتے ہیں پس جہاں یہ متفق نہیں ہوتے۔ ہم دونوں کو نظر انداز کرتے ہوئے صریح حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے ہمیں اس قدر استعداد سے سرفراز فرما رکھا ہے۔ کہ صحت و ضعف بآسانی معلوم ہو جاتی ہے۔ فتوے دیتے وقت ہر مذہب کے مقلد کو اس کے مذہب کے مطابق فتوے دے دیا جاتا ہے کیوں کہ خدا کی مہربانی سے چاروں مذہب پر عبور کلی حاصل ہے۔ خواہ کوئی بھی امام و مجتہد ہو۔ ہم اس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح معصوم عن الخطا ماننے کو قطعاً تیار نہیں ؛

مذکورہ اعلانات میں شاہ صاحب نے بالکل واضح الفاظ سے ظاہر و ثابت کر دیا ہے کہ ہم کسی تقلیدی مذاہب کے پابند نہیں۔ ہمارا مسلک صحیح حدیث ہی ہے پس اگر حنفی شافعی مذاہب کا قول و فتوے حدیث کے مطابق ہو۔ تو اسے قبول و معمول کرتے ہیں۔ ورنہ ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ چونکہ تقلیدی مذاہب شہرت عامہ حاصل کر چکے ہیں۔ لہٰذا سائل کو اس کے مذہب کے موافق فتوے دے دیا جاتا ہے۔ تاکہ شور و شر نہ ہو۔ یہ کیفیت و حالات مدینہ منورہ سے واپسی کے قریبی ایام کے ہیں۔ لیکن آخری عمر کی تحقیق کے بعد آپ نے جس مسلک کو قبول و معمول فرمایا اور اپنے ورثا و معتقدین کو اس پر ثابت رہنے کی وصیت فرمائی۔ وہ فقہا محدثین کا مذہب و مسلک ہے۔ جسے دوسرے الفاظ میں مسلک اہل حدیث کہا جاتا ہے۔

اپنے مذہب کا اعلان در فروع پیروی علماء محدثین کہ جامع باشند فقہ و حدیث را و دائما تفریعات فقہ برکتاب و سنت عرض نمودن آنچہ موافق باشد در چیز قبول آوردن والا کالائے بد بریش خاوند دادن۔ (تفہیمات جلد دوم صفحہ ۲۴۴) اور اگر الفرقان سے مطلوب ہو تو صفحہ ۳۸۵ سے پڑھیے۔

فروع میں ہم ان علماء محدثین کی پیروی کرتے ہیں ، جو کہ فقہ و حدیث کے جامع ہیں ۔ اور مجتہدین کی تفریعات کو کتاب وسنت پر پیش کرتے ہیں ۔ پس آئمہ مجتہدین کا جو قول و فتوے کتاب و سنت کے موافق ہو ۔ وہ قبول و مقبول کرتے ہیں ۔ اور خلاف کتاب وسنت کو قائل کے منہ پر مارتے ہیں

۲۔ خود نوشت سوانحعمری[1] میں شاہ صاحب نے اپنے مذہب کا نام اور اس کا طرز عمل جس تفصیل سے لکھا ہے ۔ وہ الفرقان کے اردو الفاظ میں پڑھیئے ۔

اور مذاہب اربعہ کی فقہ اور ان کی اصول فقہ کی کتابوں اور ان احادیث کے خاطر مطالعہ کے بعد جن سے وہ حضرات اپنے مسائل میں استناد فرماتے ہیں ۔ نور غیبی کی مدد سے فقہا محدثین کا طریقہ دلنشین ہوا (شاہ ولی اللہ نمبر ص۴۰۵)

ذرا آگے چل کر دعوے سے فرماتے ہیں " جو کام مجھ سے لئے گئے وہ یہ ہیں ۔ فقہ میں جو مرضی ہے اس کو جمع کیا گیا ۔ اور فقہ و حدیث کی از سر نو بنیاد رکھ کر اس فن کی پوری عمارت تیار کی گئی ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکام و ترغیبات بلکہ تمامی تعلیمات کے اسرار و مصالح کو اس طرح منضبط کیا گیا ۔ کہ اس فقیر سے پہلے کسی نے ایسا کام اس طرح نہیں کیا (حوالہ مذکور)

خود نوشت سوانحعمری کے الفاظ

مسلک اہلحدیث پر کاربند رہنے کی فضیلت

اگرچہ مزید تشریح کے محتاج نہیں تاہم علما محدثین کے مسلک کی اتباع و پیروی کی وصیت بھی ملاحظہ فرمایئے ۔ " تفہیمات " میں بھی اگرچہ یہ وصیت موجود ہے ۔ اور وصیت نامہ کے عنوان سے مع فارسی اردو ترجمہ بالمقابل شائع ہو چکا ہے یہ دونوں اس وقت سامنے بھی ہیں لیکن الفرقان کا اردو ترجمہ چونکہ عام فہم ہے ۔ اس لئے وہی عرض کیا جاتا ہے ۔

" اس فقیر کی پہلی وصیت یہ ہے ۔ کہ اعتقاد اور عمل دونوں میں کتاب وسنت کو نہایت مضبوطی سے پکڑا جائے ۔ اور برابر ان پر تدبر جاری رکھا جائے ۔ اور اگر عربی نہ جاننے کی وجہ سے خود نہ پڑھ سکتا ہو ۔ تو کسی دوسرے سے کم از کم ایک ورق دونوں کا ترجمہ ہی روزانہ سن لیا کرے ۔ اور عقائد میں قدما اہل سنت کا مسلک اختیار کیا جائے ۔ اور سلف نے

---

[1] الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف ۔

جس چیز کی کھود کرید نہیں کی۔ اس کے پیچھے نہ پڑا جائے۔ اور معقولات تمام جو شبہات پیدا کرتے ہیں۔ ان کی طرف مطلق توجہ نہ دی جائے۔ اور فروع فقہ میں ان علما محدثین کی پیروی کی جائے۔ جو حدیث اور فقہ کے جامع ہیں۔ اور ہمیشہ فقہی تخریجات کو کتاب وسنت[1] پر حضور پیش کیا جائے۔ پھر جو اس کے موافق ہو۔ اس کو قبول کیا جائے۔ ورنہ کالائے بد بریش خاوند والا معاملہ کیا جائے۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیے۔ کہ امت کسی وقت بھی مجتہدات فقہا کو کتاب وسنت سے جانچنے سے مستغنی اور بے نیاز نہیں ہو سکتی۔ اور ایسے متقشف[2] فقیہ جو کسی عالم کی بات کو دستاویز بنا کر سنت کے تتبع سے بے پرواہ ہو گئے ہیں۔ ان کی بات تک نہ سنی جائے۔ اور ان کی طرف التفات نہ کیا جائے۔ بلکہ ان سے دور رہ کر خدا کی خوشنودی اور اس کا قرب حاصل کیا جائے۔ (شاہ ولی اللہ نمبر ص ۲۲۰ و ۲۲۱ طبع ثانی)

جالندھری صاحب مولانا خیر محمد صاحب نے شاہ صاحب کی بعض تحریر نقل کرتے ہوئے بالخصوص واستفدت منہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثہ امور خلاف ما کان عندی ۔ ۔ ۔ ۔ ثانیہا الوصاۃ بالتقلید بہذہ المذاہب الاربعۃ لا اخرج منہا والتوفیق ما استطعت وجبلتی تابی التقلید و تانف منہ راساً (فیوض الحرمین ص ۶۴)

شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین ایسی باتیں معلوم ہوئیں ہیں کہ میرا خیال ان کے خلاف تھا۔ جن میں سے دوسری بات یہ ہے۔ کہ آپ نے وصیت فرمائی۔ کہ ان چاروں مذاہب کی قید و پابندی سے باہر نہ جاؤں۔ (الفرقان ص ۳۹۵) (حالانکہ میری طبیعت تقلید سے جھجکتی اور نفرت کرتی ہے)

حقیقت واقعہ جالندھری صاحب نے حنفی مقلد ثابت کرنے کی غرض سے یہ تحریر سنداً پیش کی ہے۔ مگر یہ بجائے مفید مطلب ہونے کے سراسر ان کی منشا کے مخالف ہے کیوں کہ اس کا منشا ظاہر ہے۔ کہ ائمہ اربعہ کے اقوال و فتاوے سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔ ان میں سے جس کا قول کتاب وسنت کے موافق ہو۔ اسی کو اختیار کر لیا جائے۔ جیسا کہ حجۃ اللہ البالغہ فتوے

---

[1] مخالف کتاب وسنت قول کو قائل کے منہ پر مارا جائے۔ [2] غالی مقلد۔

اور تفہیمات کی عبارت بلکہ سوانح عمری اور وصیت سے ظاہر ہے۔ کون عقلمند ہے۔ جو اس اصول کو مذہب معین کی تقلید کہنے کی بیوقوفی کا ارتکاب کرنے کی جرأت رکھتا ہے۔

مسلک اہلحدیث کے مسائل میں صرف دو ایک ہی ایسے مسئلے ہیں۔ جو کہ ظاہر حدیث کی بنا پر مذاہب اربعہ کے مسائل سے مختلف ہیں۔ مثلاً مدرک رکوع کو دوبارہ رکعت پڑھنا۔ اور ایک وقت کی تین طلاق کو صرف ایک طلاق ماننا۔ ورنہ باقی تمام مسائل ایسے ہیں کہ یا تو مذاہب اربعہ کے متفقہ ہیں۔ یا چاروں میں سے ایک مذہب ضرور اس کا قائل ہے۔ چنانچہ فقہ اہل حدیث اور اہل الرائے کی فقہ کے عنوان سے اس کی تفصیل آرہی ہے۔ بنا علیہ جالندہری صاحب کو بجائے اہل حدیث کے خود اپنے نفس کو نصیحت کرنی چاہیئے کہ حسب تصریح شاہ صاحب تقلید مذہب معین سے رجوع کرکے چاروں مذاہب کے ان مسائل کو بخوشی قبول و معمول فرمائیں۔ جو کتاب و سنت کے موافق ہیں۔ اور جو خلاف ہیں۔ اس کو ترک کرنے کی سعی کرے۔

مدیر الفرقان نے شاہ صاحب کو حنفی ثابت کرنے کی بدلائل تردید اور ان کے حنفی ہونے سے انکار کرتے ہوئے اہل حدیث کو یہی نصیحت کی ہے۔ کہ شاہ صاحب کو اہلحدیث کہنا بھی غلطی ہے۔ کیونکہ شاہ صاحب مذاہب اربعہ میں حق کو دائر و سائر جانتے ہیں۔ اور تم پانچوں مستقل مذہب جاری و ساری رکھتے ہو۔ لہٰذا مدیر الفرقان سے بھی مؤدبانہ گذارش ہے۔ کہ وہ اپنے قول پر نظر ثانی فرمائیں۔ کیونکہ شاہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ اور انصاف میں محققین اہل حدیث کا متفقہ فتوٰے متعلقہ انکار تقلید جس صراحت سے اعلان کیا ہے۔ اُسے حنفی مترجم نے یوں ادا کیا ہے۔

محققین اہل حدیث کی یہ رائے نہ تھی۔ کہ گذشتہ لوگوں میں سے کسی شخص کی تقلید پر اتفاق کیا جائے۔ (آیات اللہ الکاملہ صہ ۲۵۵ کشاف مع انصاف صہ ۳۶)

مزید صراحت کے لئے تفہیمات الٰہیہ سے پڑھیئے۔ ومن نعم اللہ علی ولا فخر لی ان جعلنی ناطق ھذہ الدورۃ وحکیمھا وقائد ھذہ الطبقۃ وزعیمھا (جلد ۱ صہ ۱۲۴)

اللہ تعالیٰ کے انعامات جو مجھ پر ہوئے ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ مجھے اس زمانہ کا قائد زعیم یا پیرو اور مصلح بنایا گیا ہے۔ اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔

حجۃ اللہ البالغہ میں ہے "خدا کا مجھ پر یہ بڑا انعام ہے کہ اسرار دین کے علم سے اس نے مجھے

بہرہ مند کیا۔ اور ایک حصہ اس علم کا بھی مجھ کو عطا کیا۔ اس پر میں کچھ ناز نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے قصور کا معترف ہوں اور اپنے نفس کے تزکیہ کا کچھ دعوے نہیں کرتا وہ ہمیشہ برائی کا حکم کرتا رہتا ہے۔ ایک دن میں بعد عصر متوجہا الی اللہ بیٹھا ہوا تھا۔ کہ دفعتہً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک نے ظہور فرمایا۔ اور اس نے مجھ کو اوپر کی جانب سے ایسا ڈھانپ لیا۔ کہ گویا کسی نے مجھ پر کوئی کپڑا ڈال دیا ہے۔ اس حالت میں مجھ پر القا کیا گیا۔ یہ کسی امر دینی کے بیان کلی کی طرف اشارہ ہے۔ اس وقت میں نے اپنے سینے میں نور پایا۔ جس میں وقتاً فوقتاً ہمیشہ اور مزید انشاد کی بڑھتی رہی۔ پھر چند روز کے بعد الہام ہوا۔ کہ اس صاف روشن امر کے لئے میرا آمادہ ہونا تقدیر الٰہی میں قرار پا چکا ہے اور مجھ کو یہی معلوم ہوا۔ کہ اپنے پروردگار کے انوار سے تمام دنیا منور ہو گئی غروب کے وقت روشنی نے اپنا عکس زمین پر ڈالا۔ اور شریعت مصطفوی اس زمانہ میں بدیں وجہ کہ دلائل کے وسیع و مکمل لباس میں ظہور فرما ہونے کو سراپا نور ہو گئی۔

لہ۔ اور اس کے بعد میں ایک روز مکہ معظمہ میں وارد تھا وہیں میں نے جناب امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو خواب میں دیکھا۔ کہ ان دونوں نے مجھ کو ایک قلم عطا کیا۔ اور فرمایا۔ یہ قلم ہمارے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ (آیات اللہ الکاملہ ص۲)

انصاف میں رقمطراز ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے میرے دل میں ایک ایسی میزان ڈالی جس سے جو جو اختلافات ملت محمدیہ علے صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم میں واقع ہوئے ہر ایک کا سبب سمجھ لوں۔ اور جس سے وہ بات کہ خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے نزدیک حق ہے۔ پہچان لوں۔ اور نیز خدا تعالےٰ نے مجھے قوت دی کہ اس بات کو ایسی طرح بیان کروں کہ کوئی شبہ اور اشکال نہ رہے" کشاف ص۴

شہادت عظمیٰ نواب سید محمد صدیق حسنؒ وسیع النظر محقق نے آپ کی تصنیفات کے مطالعہ سے متاثر ہو کر رائے آپ کے متعلق ظاہر فرمائی۔ وہ یہ ہے" اگر وجود او در صدر اول در زمانہ ماضی میبود امام الائمہ و تاج المجتہدین شمردہ میشود (مقدمہ آیات اللہ)

لسان الغیب حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے والد شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کو بشارت دی۔ کہ در یتیم کا نام قطب الدین رکھنا قدرت خدا کے منظاہر دیکھئے کہ جب آپ دنیا میں تشریف فرما ہوئے۔ تو مسرت و خوشی سے افراد خاندان نے دو نام تجویز

کئے ولی الدین احمد ابد ولی اللہ اسماء ثلثہ اگرچہ بلحاظ الفاظ مختلف ہیں بلکن معنے ومفہوم سب کا واحد ہے ۔ چنانچہ محور و مرکز کی حیثیت سے شاہ ولی اللہ نام شہرآفاق ہوا۔

فضل الٰہی اس درجہ آپ کے شامل حال ہوا ۔ کہ تاریخ پیدائش مصرعہ عظیم الدین علیہ اور وفات او بود امام اعظم دین ۱۱۷۶ھ سے نکلی گویا کہ تاریخ پیدائش اور وفات کے الفاظ اسماء ثلثہ کے لئے سونے پر سہاگہ کا پیغمبر ہے ۔

مذکورہ سے قطع نظر اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار رفیع الشان فرزند عطا فرمائے ۔ شاہ عبد العزیز شمس الہند کے امتیازی شان سے آپ کی مسند ارشاد کے وارث ہوئے ۔

ان کی مجتہدانہ و محدثانہ عملی زندگی تا قیامت کرامت ہے ۔ شاہ رفیع الدین نے اردو میں لفظی ترجمہ قرآن مجید کی طرح ڈالی ۔ اور شاہ عبد القادر نے بامحاورہ ترجمہ اور تفسیر قرآن مجید کی طرف ہندوستانی مسلمانوں کو دعوت دی ۔ اور اس بلند مقام سے سرفراز ہوئے ۔

روز قیامت ہر کسے با خویش دارد نامہ

من نیز حاضر میشوم تفسیر قرآن در بغل

گردش ایام شاہ صاحب نے جب فارسی میں ترجمہ فرمایا ۔ تو ہندوستانی مفتیوں نے ان کے الحاد اور واجب القتل کا فتوے دیا ۔ اور غریب خوشنویس کو بجرم کتابت اپنے دائیں ہاتھ سے محروم ہونا پڑا ۔ لیکن پھر اسی ہندوستان میں اردو ترجمہ قرآن اور تفسیر کی تحریک اس انتہا کو پہنچ گئی ۔ کہ جمیع فرقہ ہا کے علمائے اس کو اپنانے کی کوشش کی ۔ بلکہ غیر ملکی زبان انگریزی میں ترجمہ و تفسیر کو فروغ بھی ہندوستان ہی سے ہوا ۔ حتیٰ کہ پنجابی سکھ پنتھ کی برائے نام اور گئی گزری زبان گورکھی میں بھی ترجمہ شائع ہوگیا ۔

شہید علیہ الرحمۃ آپ کے چوتھے لخت جگر حضرت شاہ عبد الغنی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسم باسمی اسماعیل ذبیح اللہ عطا ہوا ۔ جس سے احد و بدر کی تاریخی یاد تازہ ہوئی ۔ اور کفر و اسلام کے امتیاز میں فاروق ہندی کے نام سے شہرہ آفاق ہوئے تقویۃ الایمان اسم باسمی تالیف ان کی زندگی کا مجسم عملی نمونہ تا قیامت باقی ہے ۔

غرضکہ فاروقی خاندان کو نمایاں خصوصیت جو منفرد ہیں حاصل تھی ۔ یعنے خلیفہ ثانی اور ان کے لخت جگر

عبداللہ صحابہ میں کثیر الشان مفتی ومجتہد اور سالم بن عبداللہ حضرات تابعین کے سرخیل امام ہوئے ویسے ہی ہندوستان میں شاہ ولی اللہ اور ان کی اولاد سے ود پشتوں نے فاروقی خاندان کی تاریخ اوّل کو ہندوستان میں دہرایا۔ رضی اللہ عنہم اللہم احشرنا فی زمرتہم وامتنا علی جہم اسیرتہم امین۔

اہل حدیث اور اہل الرائے سلاطین اور حکمرانوں نے مروجہ چاروں تقلیدی مذاہب کو اصل اسلام قرار دے کر قانونی حیثیت سے جاری وساری کرتے ہوئے باقی فقہی مذاہب کو ختم کر دیا۔ ذیل میں ان مذاہب کے نام اور مقام یعنی جن جن علاقوں میں ان کی شہرت وقبولیت ور ترویج ہوئی اس کی تفصیل محققین اسلام کے الفاظ سے پڑھیے۔

۱۔ علامہ ابن خلدون مقدمہ تاریخ میں رقمطراز ہیں:۔

انقسم الفقہ فیہم الی طریقتین طریقۃ اہل الرای والقیاس وہم اہل العراق وطریقۃ اہل الحدیث وہم اہل الحجاز وکان الحدیث قلیلا فی اہل العراق لما قدمناہ فاستکثروا من القیاس ومہروا فیہ فلذلک قیل اہل الرای ومقدم جماعتہم الذی استقر المذہب فیہ وفی اصحابہ ابوحنیفۃ وامام اہل الحجاز مالک بن انس والشافعی من بعد۔

یعنے سلف میں فقہ کے دو طریق ہو گئے ایک طریق تو اہل عراق (کوفہ والوں) کا ہے۔ جو اہل الرائے سے شہرۂ آفاق ہے۔ اور دوسرا طریق حجازیہ (مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ) والوں کا ہے۔ جو اہل حدیث کے نام سے مشہور ہے۔ اہل عراق یعنے کوفہ والوں کے پاس چونکہ حدیث وآثار بہت کم تھے جیسا کہ ہم بالتفصیل ذکر کر چکے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے رائے قیاس پر زور دیا۔ اور اس میں خوب مہارت حاصل کی پس اسی وجہ سے ان کی شہرت اہل الرائے کے نام سے ہوگئی۔ اور اس گروہ کے مقتدا اور پیش رو حضرات امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگرد ہیں۔ اور اہل حجاز والوں (مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ) کے امام حضرت امام مالکؒ اور پھر ان کے بعد حضرت امام شافعی ہیں۔

۲۔ بعد تفصیل علامہ ابن خلدون رقمطراز ہیں۔

ولم یبق الا مذہب اہل الرای من العراق واہل الحدیث من الحجاز فاما اہل العراق فامامہم الذی استقرت مذاہبہم ابوحنیفۃ النعمان بن ثابت

ومقامه فی الفقه لا یلحق شهد له بذالك ...... وخصوصاً مالك والشافعی

واما اهل الحجاز فکان امامهم مالك بن انس الاشجعی امام دار الهجرة (مقدمہ تاریخ ابن خلدون)

اسلام کے مشہور فقہی مذاہب میں سے صرف دو مذہب باقی رہ گئے ایک تو عراق والوں کا رائے قیاس کا طریق اور دوسرا مسلک اہل حدیث جو حجاز (مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ) والے لوگوں کا طریقہ ہے۔ عراق والوں کے امام ومقتدار امام ابوحنیفہ رح نعمان بن ثابت ہیں۔ فقہ قیاس میں امام ابوحنیفہ کا وہ مقام ہے۔ کہ ان کے معاصرین اور مسلک اہل حدیث کے امام ومقتداء میں سے کسی کو میسر نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ مالکؒ وشافعیؒ بھی (رائے قیاس میں) امام ابوحنیفہ کے مقام کو نہیں پا سکے۔

۳۔ علامہ شہرستانی ابن خلدون کے بعد شہرستانی کا محققانہ بیان سنیئے۔

اصحاب الرای وهم اهل العراق هم اصحاب ابوحنیفة النعمان بن ثابت ومن اصحابه محمد بن الحسن وابویوسف یعقوب ابن محمد القاضی وزفر بن هذیل والحسن بن زیاد واللؤلؤی وابن سماعة وعافیته القاضی وابو مطیع البلخی وبشر المریسی وانما سموا اصحاب الرای لان عنایتهم بتحصیل وجه من القیاس والمعنی المستنبط من الاحکام وبنا الحوادث علیها وربما یقدمون القیاس الجلی علی احاد الاخبار (الملل والنحل مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۲)

یعنی رائے قیاس کے مذہب والے عراقی لوگ ہیں۔ جن کے پیشوا اور امام حضرت ابوحنیفہ ہیں۔ اور ان کے شاگرد محمد بن حسن اور قاضی ابو یوسف اور زفر۔ حسن بن زیاد لولوئی ابن سماعہ اور قاضی عافیہ اور ابو مطیع بلخی بشر مریسی ہیں۔ ان کو رائے قیاس والے خصوصیت کے ساتھ اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ یہ لوگ صرف قیاس ہی سے مسائل کا استنباط کرتے ہیں۔ بلکہ یہاں تک دلیر ہیں کہ حدیثوں پر رائے قیاس کو ترجیح دیتے ہیں۔

اعتراف حقیقت حجۃ الاحناف حضرت ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے دیباچہ شرح مشکوٰۃ میں مذکورہ حقیقت کو یوں آشکارا کیا ہے

وسموا الحنفیة اصحاب الرای علی ظن انهم مایعملون بالحدیث الخ یعنی حضرات شوافع وغیرہ

حنفیہ کو اہل الرائے کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ بلکہ وُہ کہتے ہیں حنفی لوگ علم حدیث سے بے خبر اور ناواقف ہیں۔ بنا علیہ ہم نے مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ کے نام سے مفصل لکھی ہے۔ تاکہ ظاہر ہو جائے کہ فقہا حنفی بھی ۔ ۔ ۔ ۔ حدیث ہی کے عامل ہیں۔[۵]

اہل حدیث کی تفصیل وتشریح میں رطب اللسان ہیں۔ فاصحاب الحدیث هم اهل الحجاز هم اصحاب مالك ابن انس ومحمد بن ادريس الشافعي واصحاب السفيان الثوری واصحاب احمد بن حنبل واصحاب داود بن علی بن محمد الاصفهانی وانما سموا اصحاب الحديث لان عنايتهم بتحصيل الحديث ونقل الاخبار وبناء الاحكام على النصوص ولا يرجعون الى القياس الجلی والخفی۔

یعنے اہل حدیث حجازی لوگ ہیں۔ جو امام مالک شافعی سفیان ثوری اور امام احمد بن حنبل (شیبانی بغدادی) اور امام داؤد ظاہری اور ان سب کے اصحاب وتلامذہ ہیں۔ چونکہ ان لوگوں کے مذہب کا دارو مدار خصوصیت سے کتاب وسنت کے ظاہری نصوص اور واضح دلائل ہیں اور رائے قیاس سے ان کو کوئی سروکار نہیں۔ اس لئے اہلحدیث کے نام سے شہرہ آفاق ہیں۔

حجۃ الہند چوٹی کے نامور مورخین کے بعد شاہ ولی اللہ کا بیان مسوّیٰ شرح موطا سے پڑھیے۔ (۱) باید دانست کہ سلف در استنباط مسائل وفتاویٰ بر دو وجہ بودند۔ یکے آنکہ قرآن وحدیث وآثار صحابہ جمع مے کردند و از آنجا استنباط می نمودند وایں اصل راہ محدثین است۔

۲۔ دوم دیگر آنکہ قواعد کلیہ کہ جمع از ائمہ تنقیح وتہذیب آں کردہ اند یاد مے گیرند بے لحاظ ماخذ آنہا پس ہر مسئلہ کہ وارد مے شد جواب آں از ہماں قواعد طلب مے کردند وایں راہ فقہا است واشارہ بہمیں معنے است آنکہ گفتہ اند کہ حماد بن ابی سلیمان اعلم ناس بود بمذہب ابراہیم (النخعی) . . . .

اے بقواعد کلیہ کہ وے در فتاویٰ تہذیب وتنقیح آں کردہ بود (مصطفےٰ شرح موطا)

---

[۵] جن دوستوں کو مرقاۃ میسر نہ ہو۔ وہ ہمارے رسالہ رکعات قیام رمضان کے ص ۴۳، ۴۴ سے اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ قیمت ایک روپیہ بارہ پیسے۔

شیخ عبدالحق صاحب دہلوی فرماتے ہیں ۔ کتاب ہدایہ کہ در دیار ما مشہور و معتبر ترین کتابہا ست نیز دریں وہم انداختہ چہ مصنف وے رحمہ اللہ در اکثر بناکار بر دلیل معقول نہادہ واگر حدیثے آوردہ نزد محدثین خالی از ضعفے نہ است غالباً اشتغال دقت آں استاد در علم حدیث کمتر بودہ است (شرح سفر السعادت فارسی)

ولکن الحق ان البخاری مجتہد (العرف الشذی) مجتہد مستقل ائمہ اربعہ کے بعد محدثین میں بکثرت ہوئے ۔ (نافع الکبیر مقدمہ جامع الصغیر)

حجۃ اللہ البالغہ کے باب ۸۴ کا ترجمہ حنفی مترجم کے الفاظ سے پڑھیئے ۔

۱۔ اہل حدیث اور اصحاب الرائے کے بیان میں ۔

۲۔ انصاف کے باب ۳ کو یوں ذکر کیا ۔ اہل حدیث اور اصحاب الرائے کے مختلف ہوتے کے اسباب کے ذکر میں (کشاف)

۳۔ اہل حدیث کا تذکرہ خصوصیت سے یوں کیا ہے ۔ معلوم کرنا چاہیئے ۔ کہ سعید بن مسیب اور ابراہیم اور زھری کے عہد میں اور امام مالک مدنی اور سفیان ثوری کے زمانہ میں اور ان کے بعد بھی ایسے علماء تھے کہ وہ مسائل دین میں رائے سے خوض کرنے کو برا جانتے اور فتوے دینے اور مسئلہ استنباط کرنے میں بہت خائف رہتے تھے ۔ ان کا بڑا اہتمام یہ تھا ۔ کہ (صرف) حدیث روایت کردیں ۔ (آیات اللہ ارکاملہ ص۲۲۔ کشاف ص۳۲)

۴۔ اہل الرائے کی تفصیل یوں بیان فرمائی ہے ۔ امام مالک سفیان ثوری کے زمانہ اور مابعد میں ان محتاط لوگوں کے مقابلہ میں ایسے علما بھی تھے ۔ کہ جن کو مسائل بیان کرنے میں کوئی ناگواری نہ تھی فتوے دینے میں ان کو کچھ باک نہ تھا ۔ وہ کہتے تھے ۔ کہ دین کی بنا فقہ (رائے قیاس) پر ہی ہے ۔ اس لئے اس کی اشاعت ضروری ہے ۔ (آیات ص۲۳۳)

۵۔ انصاف میں شاہ صاحب نے اہل الرائے کی مذکورہ جرأت و کمزوری کو جس انداز سے انکار فرمایا ہے ۔ حنفی مترجم سے پڑھیئے ان (اہل الرائے) کے پاس احادیث و آثار اس قدر نہ تھے ۔ جن سے ان اصول کے مطابق جو اہل حدیث نے اختیار کئے ہیں ۔ فقہ کا استنباط کر سکے ۔ پس اس کمی اور کمزوری کی وجہ سے مجبوراً یہ لوگ شہروں کے علماء کے اقوال میں نظر

کرتے اور ان کو جمع کرنے اور ان کی تحقیق کرنے پر ان کا دل نہ ٹکا۔ اس باب میں اپنے آپ کو انہوں نے متہم (بھی) نہ جانا اور (انہوں نے) اپنے اماموں کے بارے میں اعتقاد کر رکھا تھا۔ کہ وہ تحقیق کے اونچے درجہ پر ہیں۔ (کشاف ص۶۴)

ا۔ حجۃ اللہ البالغہ میں ہے۔ ان کے پاس اتنی احادیث اور آثار نہ تھے۔ جن سے وہ لوگ فقہ کو ان اصول کے موافق مستنبط کر سکتے۔ جن کو اہل حدیث نے پسند کیا تھا۔ (آیات اللہ الکاملہ ص۲۴۳)

مزید تشریح یوں فرماتی واشتغالهم بعلم الحديث قليل قديماً وحديثاً۔ اور حنفی علماء کا مشغول ہونا علم حدیث میں پہلے سے اور حال میں (بھی) کم رہا ہے۔ (انصاف مع کشاف ص۶۵)

اہل الرائے اور اہل حدیث کا فرق وتمیز فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ووجدت بعضهم الخ۔ یعنی ہم نے بعض کو یہ کہتے ہوئے پایا۔ کہ مسلمانوں میں صرف دو فرقے ہیں۔ جن کا تیسرا نہیں۔ ایک ظاہری اور دوسرا اہل الرائے۔ بخدا یوں ہرگز نہیں۔ کیوں کہ احمد اور اسحاق بلکہ شافعی بالاتفاق اہل الرائے نہیں ہیں۔ حالانکہ وہ استنباط اور قیاس کرتے ہیں۔

اہل الرائے سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جنہوں نے بعد ان مسائل کے جن پر مسلمانوں یا ان کے جمہور کا اتفاق ہے۔ متقدمین سے کسی ایک شخص کی اصل کے مطابق تخریج کی طرف توجہ کی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کا بڑا اہتمام یہی ہوا۔ کہ نظیر کو نظیر پر محمول کریں۔ اور اصول میں سے کسی اصل پر لے جائیں۔ نہ کہ احادیث اور آثار ڈھونڈھیں۔

فرقہ ظاہر وہ ہے کہ قیاس اور آثار صحابہ اور تابعین کے قائل نہ ہوں۔ جیسے داؤد ابن حزم ہے۔

اہل السنت ان دونوں فرقوں کے درمیان ہیں۔ جیسے احمد اور اسحاق۔ (کشاف ص۷۷-۷۸)

اہل حدیث تقلید سے بیزار ہیں ان (محققین اہل السنت یا اہل حدیث) کی یہ رائے نہ تھی۔ کہ گذشتہ لوگوں میں سے کسی شخص کی تقلید پر اتفاق کیا جائے۔ باوجودیکہ احادیث اور آثار مخالف ہر مذہب کے ان مذہبوں میں سے

ان کے پیش نظر تھے۔ لہذا انہوں (اہلحدیث) نے احادیث پیغمبر صلعم اور آثار صحابہ اور تابعین اور اقوال مجتہدین کو ان قاعدوں کے موافق جو اپنے دلوں میں پختہ کر رکھے تھے۔ تحقیق وتلاش کرنا شروع کیا۔ ان قواعد کو تم سے تھوڑے سے الفاظ میں بیان کئے دیتا ہوں۔ (کشاف ص۳۶)

فقہاء اہلحدیث کا یہ طریقہ تھا اور ایسے لوگ کم ہیں اور یہ لوگ علیحدہ ہیں اہلحدیث کے فرقہ ظاہریہ سے ..... بلکہ یہ لوگ (فقہاء اہلحدیث) کے زیادہ مشابہ ہیں کیونکہ انہوں نے مجتہدوں کے اقوال میں وہی کارستانی کی جو محدثین (سلف) نے صحابہ اور تابعین کے مسائل میں کی۔ (سلک مروارید معہ عقد الجید للشاہ ولی اللہ رح)

طبقہ اولیٰ وکان اعظمهم شاناً واوسعهم رواية واعرفهم للحديث مرتبة واعمقهم فقها احمد بن حنبل ثم اسحاق بن راهويه فكان ترتيب الفقه على هذا الوجه يتوقف على جمع شئ كثير من الاحاديث والآثار حتى سئل احمد يكفي الرجل مائة الف حديث حتى يفتي قال لا حتى قيل خمسمائة الف حديث قال ارجوله كذا في غاية المنتهى ومراده الافتاء على هذا الاصل ثم انشاء الله قرنا آخر..... كبراء اهل الحديث كيزيد بن هارون ويحيى بن سعيد القطان۔

طبقہ ثانی هم البخاري ومسلم وابوداود وعبد بن حميد والدارمي وابن ماجة وابويعلى والترمذي والنسائي والدارقطني والحاكم والبيهقي والخطيب والدارمي وابن عبد البر وامثالهم وكان اوسعهم علماء عندي وانفعهم تصنيفاً واشهرهم ذكراً رجال الاربعة متقاربون في العصر اولهم ابو عبد الله البخاري وكان غرضه تجريد الاحاديث الصحاح المستفيضة المتصلة من غيرها واستنباط الفقه والسيرة والتفسير منها فصنف جامعه الصحيح ووفى بما شرط وبلغنا ان رجلا من الصالحين راى رسول الله صلى الله عليه وسلم في منامه وهو يقول مالك اشتغلت بفقه محمد بن ادريس وتركت كتابي قال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم وما كتابك قال صحيح البخاري ولعمري نال من الشهرة والقبول درجة لا ترام فوقها (انصاف ص۴۴)

ترجمہ: فقہاء المحدیث سے عظیم الشان اور روایت میں وسیع تر اور مرتبہ حدیث سے زیادہ واقف اور فقہ حدیث کے انتہائی ماہر احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ اور فقہاء اہلحدیث کی فقہ کے مرتب کرنے کا مدار کثرت احادیث و آثار پر منحصر ہے۔ چنانچہ امام احمدؒ سے پوچھا گیا۔ کہ ایک لاکھ حدیث کا ازبر ہونا مفتی ہونے کے لیئے کافی ہے۔ حضرت امام نے فرمایا۔ ہرگز نہیں۔ حتیٰ کہ سائل نے پانچ لاکھ حدیث کا ازبر ہونا ذکر کیا۔ تو امام احمد نے فرمایا۔ کہ امید ہے۔ کہ تعداد مفتی ہونے کے لیئے کفایت کرے۔ غایۃ المنتہی میں ایسا ہی لکھا ہے۔ امام احمد کی غرض فقہ المحدیث کے قاعدہ پر فتوے دینے کے موجب تھی۔ اس عہد کے اکابر فقہاء المحدیث یزید بن ہارون اور یحییٰ بن سعید قطان اور احمد اور اسحاق اور ان کے معاصرین ہیں۔

طبقہ ثانی فقہاء المحدیث کے اکابر امام مسلم و بخاری۔ ابوداؤد۔ عبد بن حمید۔ دارمی۔ ابن ماجہ ابو یعلی۔ ترمذی۔ نسائی۔ دارقطنی۔ حاکم۔ بیہقی۔ خطیب۔ دیلمی۔ ابن عبد البر اور ان جیسے ہیں۔ میرے نزدیک علم میں سب سے زیادہ وسیع اور تصنیف سے زیادہ نفع پہنچانے والے اور شہرت کے اعتبار سے چار شخص ہیں جن کا زمانہ بھی قریب قریب ہے۔ اولہم ابوعبداللہ بخاری ہیں۔ جن کی غرض و غایت اصح الصحیح مشہور و متصل کو دوسری قسم کی احادیث سے علیحدہ کرنا اور فقہ وسیرۃ اور تفسیر کا احادیث سے استنباط کرنا ہے۔ اسی غرض سے انہوں نے اپنی کتاب جامع صحیح بخاری کو تصنیف فرمایا۔ اور جو شرط کی تھی۔ اس کو کماحقہ پورا کیا۔ (جزاہ اللہ خیر الجزاء)

معتبر خبر ہم کو یوں پہنچی ہے۔ کہ کسی صالح بزرگ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ اسے مخاطب کرتے ہوئے فرما رہے تھے۔ کہ تجھے کیا ہو گیا۔ کہ تو ہماری کتاب کو چھوڑ کر فقہ شافعی کے پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہے۔ اس نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ آپ کی کتاب کون سی ہے آپ نے فرمایا صحیح بخاری۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم صحیح بخاری کی شہرت و قبولیت اس درجہ کو ہے کہ اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ (اور بقیہ تین امام مسلم ابوداؤد اور ترمذی اور اللہ قبورھم کو نوا سے)

تقلید اور المحدیث شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ ان (اہل حدیث) کی یہ رائے نہ تھی۔ کہ گذشتہ لوگوں میں سے کسی شخص کی تقلید پر اتفاق کیا جائے۔ باوجودیکہ احادیث

و آثار مخالف ہر مذہب کے ان (گذشتہ لوگوں) کے مذہبوں سے ان کے پیش نظر تھے۔ لہذا انہوں نے احادیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور آثار صحابہ اور تابعین اور اقوال مجتہدین کو ان قاعدوں کے موافق جو اپنے دلوں میں پختہ کر رکھے تھے۔ تحقیق و تلاش کرنا شروع کیا (جن کی تفصیل ذکر کرتا ہوں) (کشاف صـ۳۶) حجۃ اللہ البالغہ میں ہے۔ جب محققین اہل حدیث نے فن روایت اور درجات حدیث خوب مکمل کر لئے تو اس کے بعد ان کی توجہ فقہ کی طرف مائل ہوئی۔ انہوں نے جب دیکھا کہ بہت سی احادیث اور آثار فقہا کے ہر ایک مذہب کے خلاف ہیں۔ اس واسطے متقدمین میں سے خاص کسی امام کی تقلید پر اتفاق نہیں کیا۔ بلکہ انھوں نے احادیث نبوی صحابہ تابعین اور مجتہدین کے آثار کا تتبع کرنا شروع کیا۔ (آیات اللہ البالغہ صـ۲۸۸)

سرگروہ تابعین نے اہلحدیث کی شان میں کیا عمدہ مدح و منقبت فرمائی ہے۔

دین النبی محمد مختار ۔ نعم المطیۃ للفتی الاثار

لا ترغبن عن الحدیث واھلہ ۔ فالرای لیل والحدیث نھار

(میزان شعرانی)

مجدد الدین نعمانی صاحب نے پوری وضاحت سے امام صاحب کے اہل الرائے ہونے کا یوں اعتراف کیا۔

"امام صاحب نے فقہ کو مستقل فن بنانا چاہا۔ تو قیاس کی کثرت استعمال کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے اصول و قواعد بھی مرتب کرنے پڑے اس بات نے ان کو (رائے اور قیاس) کے انتساب سے) زیادہ شہرت دی۔ چنانچہ تاریخوں میں جہاں ان کا نام لکھا جاتا ہے۔ اہل الرائے لکھا جاتا ہے۔

علامہ ذہبی ماہر فن رجال نے تقریب التہذیب میں آپ کا ترجمہ یوں لکھا ہے۔ النعمان بن ثابت بن زوطی ابو حنیفہ الکوفی امام اہل الرائے یعنے ابوحنیفہ کوفی اہل الرائے کے امام و مقتداء ہیں۔

عراقی مذہب اہل الرائے کا مرکز و منبع چونکہ کوفہ عراق ہے اس لئے مورخین و محققین

اسلام نے اہل عراق کے مذہب کو مدنی حجازی مذہب کے مقابل خصوصیت سے عراقی مذہب ہی لکھا ہے چنانچہ ابن خلدون اور شہرستانی کی واضح تصریحات ذکر ہو چکیں ہیں۔

حجۃ اللہ البالغہ اور انصاف میں ہے۔ (اہل الرائے کے مذہب کا) تمام اطراف عراق خراسان ماوراء النہر تک اس کا قبضہ ہو گیا" مکرر فرمایا اور حنفی مذہب اس کا نام ہو گیا۔ (آیات اللہ الکاملہ ص۲۲۴)

ہندوستانی مورّخ نے اس حقیقت کو یوں آشکارا کیا ہے۔ مکہ و مدینہ اور ملک حجاز میں حدیثوں کے جاننے والے زیادہ اور صحابہ کرام عموماً اسی ملک کے باشندے اور اسی ملک میں زیادہ تر رہے۔ لہذا اہل حجاز کو اجتہاد اور رائے و قیاس کی ضرورت بہت ہی کم پیش آئی۔ بخلاف اس کے کوفہ و بغداد اور ملک عراق کے باشندوں کو اجتہاد اور رائے و قیاس سے زیادہ کام لینا پڑا۔ کیونکہ وہاں حدیثوں کی تعداد کم تھی اور صحابہ کرام کی نہایت قلیل تعداد کو اس ملک میں قیام کا اتفاق ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ علماء حجاز کو اہلحدیث اور اہل روایت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور اہل عراق کو مجتہد اہل الرائے کے نام سے پکارا گیا۔ اہل حدیث اور اہل روایت میں امام مالک اور ان کے احباب شامل سمجھے گئے۔ مجتہد اور اہل الرائے میں امام ابوحنیفہ اور ان کے احباب شمار ہوئے (قول حق)

(سید ابوالحسنات) فرماتے ہیں۔ فشاع مذہب مالک فی بلاد المغرب و مذہب الشافعی فی بلاد الحجاز و مذہب ابوحنیفہ فی بلاد الہند والسند (النافع الکبیر ص۳)

یہ ذکر ہو چکا کہ مدرسین دیوبند کی متفقہ اعانت اور کوشش سے کنز الدقائق کا حاشیہ لکھا گیا۔ جس کی تمہید میں حنفی مذہب کی حدود و اطراف اور وسعت کا تذکرہ بڑے فخر اور طمطراق سے یوں کیا گیا ہے۔

وشاع مذہب ابی حنیفۃ الی بلاد البعیدۃ و من عدیدۃ کنرا جی بغداد و مصر والروم و بلخ و بخارا و سمرقند و شیراز و آذربائیجان و جرجان و زنجان و طوس و بسطام (ص۲)

تحریر کو بنظر غائر ملاحظہ فرمایئے ۔ زبان کو ہمت اور ہاتھ و قلم کو حرکت کی توفیق ہی نہیں ہوئی کہ مرکزِ اسلام مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا نام بھی گنوا سکیں ۔

نعمانی صاحب کو اعتراف کئے بغیر کوئی چارہ نہ ہوا ۔ یہ مسائل جو فقہ حنفیہ کے نام سے موسوم ہیں ۔ نہایت تیزی سے تمام ممالک میں پھیل گئے مگر عرب میں تو ان مسائل کو چنداں رواج نہ ہوا ۔ کیونکہ مدینہ میں امام مالک اور مکہ میں اور ان کے حریف اور مدمقابل تھے لیکن عرب کے سوا تمام ممالک اسلامیہ میں جن کی وسعت سندھ سے ایشیا کوچک تھی) عموماً انہی کا طریقہ جاری ہو گیا ۔ (سیرت النعمان حصہ دوم)

دیانت داری اگر کوئی شے ہے اور وہ دنیا سے مفقود بھی نہیں ہے ۔ تو پھر احناف دوستوں کو نہایت ٹھنڈے دل سے سوچ و بچار کرنی چاہئے کہ اسلام کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہی کو پوری انسانی آبادی سے بہ مخصوص اور امتیازی شہرت حاصل ہے ۔ کہ ابتداء وحی ان کے سامنے ہوئی ۔ اور ان ہی کے سامنے اس کی تکمیل ہوئی ۔ بناءً علیہ قیاساً بعد نسلاً اسلام کے صحیح مظہر اہل مدینہ اور مکہ مکرمہ کے لوگ ہی ہو سکتے ہیں لیکن مذکورۃ تاریخی حقیقت سراسر اس کے منافی ہے یعنی فقہ حنفیہ کی بابت اہل حجاز نے آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہ کیا ۔

بے خودی بے سبب نہیں غالبؔ
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

حنفی مذہب اور حدیث اگرچہ ظاہر و ثابت ہو چکا ۔ کہ ائمہ و فقہاء احناف کے پاس احادیث و آثار کا چونکہ اس قدر ذخیرہ نہ تھا کہ وہ بھی ائمہ اہل حدیث کی طرح اپنے مذہب کی بنیاد استوار کرتے ۔ لہٰذا اس قلت و کمی کی بنا پر انہوں نے اپنے مذہب کو اقوال الرجال پر مبنی کیا ۔ پس اس امر کی مزید وضاحت کے لئے مشاہیر اسلام کے بیانات ملاحظہ فرمایئے ۔

ا ۔ علامہ ابن خلدون فصل علوم الحدیث میں رقم طراز ہیں ۔

واعلم ایضاً ان الائمۃ المجتہدین تفاوتوا فی الاکثار من ھذہ الصناعۃ و الاقلال فابو حنیفۃ یقال بلغت روایتہ الی سبعۃ عشر حدیثاً او نحوھا و مالک

انما صح عنده ما فی کتاب الموطا و غایتها ثلث مائة حدیث او نحوها و احمد بن حنبل رحمه الله فی مسنده خمسون الف حدیث

یعنے ائمہ مجتہدین حدیث روایت کرنے میں ایک دوسرے سے کم وبیش ہیں۔ پس امام ابوحنیفہؒ کے متعلق کہا گیا ہے کہ ان کا مبلغ علم صرف سترہ احادیث تک محدود ہے۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک صرف وہی احادیث صحیح ہیں جن کو انہوں نے اپنی کتاب موطا میں درج کیا۔ جن کا شمار اور گنتی تین سو تک ہے۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ نے اپنی مسند کو پچاس ہزار حدیث سے مزین فرمایا ہے۔

۲۔ **تصدیق وتائید** مذکورہ تصریح کی توثیق کے لئے امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگرد حضرت امام عبداللہ بن مبارک کا فیصلہ کن بیان ملاحظہ فرمایئے۔

کان ابوحنیفہ یتیماً فی الحدیث (قیام اللیل ص۱۲۴ مروزی ۔ تاریخ بغداد)

یعنے امام ابوحنیفہ علم حدیث میں یتیم تھے۔

۳۔ **امام السنۃ** احمد بن حنبلؒ نے اس حقیقت کو یوں آشکار فرمایا ہے۔

هؤلاء اصحاب ابوحنیفة لیس لهم --- شئی من الحدیث الا الجرأة (قیام اللیل مروزی مطبوعہ لاہور ص۱۲۴ ۔ تاریخ بغداد ترجمہ ابوحنیفہ)

یعنے امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کو سوائے سینہ زوری کے حدیث میں قطعاً مہارت نہیں ہے۔

۴۔ بقول احناف دیوبند ہندوستانی مجدد حنفیہ نے اعلان یوں فرمایا ہے۔

"ان حنفی لوگوں کے پاس اتنی احادیث اور آثار نہ تھے جن سے وہ لوگ (اپنی) فقہ کو ان اصول کے موافق استنباط کر سکتے جن کو اہل حدیث نے پسند کیا تھا۔ (آیات اللہ ص۲۴)

الانصاف میں یوں فرمایا۔

"حنفی علماء مشغول ہوتا علم حدیث میں پہلے اور حال میں بھی کم رہا ہے" (کشاف ص۲۰)

نافع الکبیر ص۶ میں سید ابوالحسنات نے حضرت شاہ صاحب کے اس قول کو پوری صراحت سے نقل کیا ہے۔

حقیقت منکشف ہوگئی کہ بانیان فقہ حنفیہ چونکہ احادیث وآثار کی دولت گرانمایہ سے

تہی دامن تھے۔ بنا بریں انھوں نے اپنے مذہب کی بنیاد ایسے اساتذہ یا متقدمین ائمہ کے اقوال مخصوصہ پر رکھی۔ برخلاف اس کے مدینہ منورہ چونکہ نبوت کی آخری قیامگاہ اور انصار و مہاجرین کا مرکز تھا۔ باین وجہ حدیث و آثار کا ذخیرہ اہل مدینہ کے پاس وافر تھا۔ پس اہل الرائے حنفی مذہب کی فقہ جو اقوال الرجال پر مبنی تھی۔ اس کا احادیث و آثار سے اختلاف لازمی و ضروری تھا سے

لا ترغبن عن حديث واهله
فان الراى ليل والحديث نهار

چنانچہ احناف بزرگوں کے شدید متعصبانہ حملوں سے کتاب و سنت اور صحابہ و ائمہ حدیث مصئون نہ رہ سکے چنانچہ نتائج التقلید میں اس کی تفصیل ذکر ہو چکی ہے۔

رائے وقیاس میں مہارت کا جائزہ

قلت حدیث کے بعد ذرا حنفیہ کی رائے وقیاس کی مہارت کا جائزہ لینے کے لئے مندرجہ ذیل سطور ایک نظر ملاحظہ فرمائیں۔

نامور شاگرد

(۱) حفص بن غیاث امام ابوحنیفہؒ کے نامور شاگردوں میں سے ہیں۔ جن کے متعلق علامہ شبلی نے امام صاحب کے مخصوص الفاظ یوں نقل کئے ہیں کہ:۔

"تم میرے دل کی تسکین اور میرے غم کے مٹانے والے ہو" سیرت النعمان صفحہ ۱۹۶)

نہ صرف یہی بلکہ امام حفص آپ کے ان مشاہیر تلامذہ سے ہیں۔ جن کو علامہ خطیب بغدادی نے کثیر الحدیث لکھا ہے۔ (السیرۃ النعمان صفحہ ۱۹۶)

اس باکمال شاگرد نے امام ابوحنیفہ سے اپنی علیحدگی کا واقعہ جس طرح بیان کیا ہے۔ خود ان ہی کے الفاظ سے پڑھیئے۔

قال كنت اجلس الى ابى حنيفة فاسمعه يسأل عن مسئلة فى اليوم الواحد فيفتى بخمسة اقاويل فلما رايت ذالك تركته واقبلت على الحديث (تاريخ بغداد ترجمہ ابو حنیفہ)

یعنے میں ابوحنیفہ صاحب کے درس (فقہ) میں جایا کرتا تھا (فقہ حاصل کرنے کو) پس ایک دن ایک ہی مسئلہ کے متعلق ان سے پانچ دفعہ جو سوال ہوا۔ تو انہوں نے ہر دفعہ بالکل نیا ہی جواب دیا۔ یعنے ایک سے ایک جواب مختلف تھا پس میں نے جب ان کی فقہ (رائے قیاس) کی یہ حالت دیکھی۔

تو میں ان کی مجلس میں جانا بند کر کے علم حدیث میں ہمہ تن مصروف ہو گیا۔ علامہ خطیب نے اور بھی چند واقعات ایسے ہی ذکر ہیں۔

۲۔ ھدایہ | الھدایہ کالقرآن (ہدایہ قرآن جیسی ہے) کے حاشیہ میں خود حنفی بزرگ نے امام صاحب کا کمال ظاہر کرنے کو ایسا ہی ایک واقعہ کتاب الزکوٰۃ فصل ولیس فی الفصلان والعجلان والحملان صدقۃ کے حاشیہ میں یوں ذکر کیا ہے۔

ذکرہا الطحاوی فی اختلاف العلماء عن ابی یوسف قال دخلت علی ابی حنیفۃ فقلت ما تقول فی من ملک اربعین حملا فقال فیہا شاۃ مسنۃ فقلت ربما تیمہ الشاۃ اکثرھا او جمیعا فتامل ساعۃ ثم قال لا ولکن یوخذ واحدۃ منہا فقلت مایوخذ الحمل فی الزکوٰۃ فتامل ساعۃ فقال لا اذا لایجب فیہا شی فاخذ بقول الاول زفر وبالثانی ابو یوسف وبالثالث محمد وعبد ھذا من مناقبہ (ھدایہ جلد ۱ ص۱۱۱)

یعنی ایک ہی مجلس میں ایک ہی مسئلہ پر آپ نے تین مختلف فتوے دیئے پہلا زفر نے اور دوسرا ابو یوسف اور تیسرا محمد نے اختیار کیا اور یہ بات امام صاحب کے کمال اور مناقب میں شمار کی گئی ہے یعنی ایک ہی مسئلہ کے مختلف تین جواب (ماشاء اللہ)

۳۔ امام الحرمین | خود حنفیہ کے علاوہ اب امام الحرمین حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مبارک حضرت امام ابوحنیفہ کے متعلق ملاحظہ فرمایئے۔ شافعیؒ فرماتے ہیں۔ ایک دن امام الحرمین سے ذکر ہوا کہ آپ ابوحنیفہ کو جانتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ وہ رائے قیاس میں اس درجہ غلو رکھتے ہیں۔

لو قال ھذہ الساریۃ من ذھب لقام دونہا حتی یجعلہا من ذھب وھی من خشب او حجارۃ قال ابو محمد یعنی یثبت علی الخطاء ویحتج ولا یرجع الی الصواب (تاریخ بغداد ترجمہ ابوحنیفہؒ)

یعنی اگر لکڑی یا پتھر کے ستون کو سونے کا ثابت کرنے کے لئے ابوحنیفہ کھڑے ہو جائیں تو کر دیں گے۔ ابو محمد فرماتے ہیں۔ کہ غلط ہو تو بھی اڑ جائیں گے۔ اور رجوع نہیں کریں گے۔

۴۔ حضرت امام شافعی کی شہادت | امام صاحب کے ارشد تلامذہ اور امام الحرمین حضرت مالک کی صریح شہادتوں کے بعد امام شافعی کا زبان بھی پڑھیئے:۔

علامہ سبکی نے طبقات الشافعیہ میں فقہ حنفیہ کے متعلق حضرت شافعیؒ کا ایک قول ذکر کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:۔ (حضرت شافعیؒ) فرماتے ہیں۔ مجھے ہارون رشید کی طرف سے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا گیا۔ ان دنوں محمد بھی رقہ میں قاضی ٹھہرے تھے۔ میں ان کے پاس گیا۔ میرے پاس پچاس دینار تھے۔ میں نے ان سے حنفیہ کی کتابیں خریدلیں۔ لیکن میں نے ان کتابوں کو اس طرح پایا جس طرح ہمارے یہاں فروخ نامی ایک تیل فروش تھا۔ وہ رکھتا تو اپنی مشک میں ایک ہی تیل تھا۔ لیکن مشک کے دہانے اس نے کئی ایک (مختلف) بنا رکھے تھے۔ جو آدمی اس سے (جونسا) تیل مانگتا۔ وہ نہایت ہوشیاری اور عیاری سے مختلف دہانوں سے مختلف تیل ظاہر کرکے دے دیتا۔ یہی حال کتب فقہ حنفیہ کا بھی ہے کہ کہنے کو تو کتاب وسنت کے معارضہ کے دعوے ہیں۔ لیکن حقیقت میں سراسر مخالفت (طبقات سبکی جلد اول ص۲۵۳ ترجمہ حسین بن علی کرابیسی)

۵۔ امام شافعیؒ کا ایک قول خطیب نے سنداً یوں بھی لکھا ہے۔

ما شبهت رأى ابو حنيفة الا بخيط السحارة يمد كذا فيجيئ اخضر ويمد كذا فيجيئ اصفر (تاریخ بغداد ترجمہ ابوحنیفہ)

یعنے امام ابوحنیفہ کی رائے قیاس تو مداری کے دھاگے کی طرح ہے۔ کہ ایک طرف کھینچو۔ تو سبز اور دوسری طرف سے کھینچو تو زرد۔

۶۔ امام السنہ | کا فیصلہ بھی ملاحظہ فرماتے جائیے۔ قول ابو حنيفة والبعر عندى سواء (تاریخ بغداد ترجمہ امام ابوحنیفہ) جس کے دو مطلب معنی ہو سکتے ہیں اول یہ کہ امام ابوحنیفہ کا قول اونٹ کی مینگنی کے مانند ہے۔ جس طرف گھماؤ بلا تکلف گھوم جائے ثانی میرے نزدیک ان کے قول کی وقعت مینگنی اونٹ کے برابر بھی نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

حنفی مذہب کی اشاعت و ترویج کے اسباب

خلافت راشدہ کے بعد جب ملوکیت اور بادشاہی کا دور دورہ ہوا۔ تو آئمہ ھدیٰ اور علماء حقانی نے سلاطین و ملوک کی صحبت، اختلاط یا میل جول کو کتاب و سنت کی روشنی میں اپنے لئے زہر قاتل یقین کیا۔ چنانچہ شعرانی اور ابن جوزی وغیرہ نے لکھا ہے۔ کہ:۔

۱۔ جب حضرت سفیان ثوریؒ کو پتہ چلا۔ کہ منصور آپ کو جبراً عہدہ قضاء پر مامور کرنا چاہتا ہے۔ تو آپ

بڑھاپے اور کمزوری کے باوجود بھیس بدل کر رات کے وقت اپنے وطن عزیز سے یوں بھاگ نکلے۔ جیسا کہ شاہی ڈاکو یا چور اپنا بچاؤ کرتے ہیں۔

۲۔ حضرت امام مسعر بن کدامؒ کو جب عہدہ قضا پر مجبور کرنے کو منصور نے طلب کیا۔ تو دیوانہ و پاگل کی صورت اختیار کر کے خلاصی پائی چنانچہ شعرانی نے طبقات میں لکھا ہے۔ کہ جب آپ منصور کے روبرو پیش ہوئے۔ تو منصور سے بعد سلام مسنونہ یوں گویا ہوئے کیف حالک وکیف عیالک وکیف حمیرانک وکیف دوابک الخ یعنے تیرا اور تیرے عیال اور گدھوں اور دیگر مویشی وغیرہ کا کیا حال ہے۔ اور تیرے مطبخ میں کیا کچھ اور کتنا پکایا جاتا ہے۔ منصور نے یہ سوالات جب سنے تو برہم ہو کر حکم دیا۔ اخرجوہ فانہ مجنون اس کو (ایوانِ شاہی سے) نکال دو یہ پاگل ہے۔

۳۔ امام ابو حنیفہؒ کے متعلق بھی گذر چکا۔ کہ عہدہ قضا سے انکاری ہو کر کوڑوں اور قید کو راحت جان یقین کیا۔

۴۔ حضرت امام مالکؒ کو منصور و مہدی اور ہارون رشید نے مسلسل درخواست کی کہ ہم سے میل وجول کرو۔ تو کورا جواب دے دیا۔

۵ سماعت موطا کی درخواست ایوان شاہی یا علیحدگی میں کی۔ تو فرمایا کہ امیر المومنین لوگ علم کی طلب میں آیا کرتے ہیں۔ علم کسی کے پاس نہیں جایا کرتا۔ بالآخر خلفاء کی اولاد عوام طلباء کی طرح موطا کی سماعت سے شرف ہونے کو درس مالکی میں حاضر ہوتی رہی۔

۶۔ تین ہزار اشرفی جو بطور احترام و نذرانہ ہارون رشید نے پیش کی تھی۔ مدینہ سے روانگی کے وقت ہارون رشید کو یہ کہہ کر واپس کر دی۔ کہ مجھے اس کی حاجت نہیں۔

۷۔ خلیفہ متوکل نے جب محبت سے امام احمد کا احترام کیا۔ تو اس سے اس درجہ گھبرائے اور یوں دعا کی۔ کہ اے الہ العالمین قید و بند اور مار پیٹ کی سختیوں سے تو تیری توفیق سے صبر کر کے ایمان محفوظ کر لیا۔ اور دنیا کی آفت سے تو ہی محفوظ فرما۔ (خلعت اتار دی اور کھانے کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا)

ان فرشتہ سیرت انسانوں کی عزت و احترام کو جب جاہ طلب لوگوں نے دیکھا۔ کہ علم

وہ بڑی دولت ہے۔ کہ سلاطین مکھیوں کی طرح اہل علم پر گرتے ہیں لہذا حاصل کرکے سلاطین کو مسخر کرنا چاہیئے۔ لہذا حجۃ الہند نے اس حقیقت کو یوں اعلان فرمایا ہے:۔

جب خلفاء راشدین مہدیین کا زمانہ گذر گیا۔ اور خلافت ان لوگوں کو مل گئی۔ جو اس کے قابل اور مستحق نہ تھے۔ اور فتووں اور احکام دین کا مستقل علم ان کو نہ تھا۔ اس واسطے ان کو ضرورت ہوئی۔ کہ فقہاء سے مدد لیں۔ اور ہر حال ان کو اپنے ساتھ رکھیں۔ اس زمانہ میں ایسے علما باقی تھے جن کی روش قدیمی تھی۔ وہ ہمیشہ صاف دین کے پابند تھے۔ اس لئے جب وہ حریم خلافت میں طلب کئے جاتے تھے۔ تو اس سے گریز کرتے تھے۔ اور خلفا کی صحبت سے اعراض کرتے تھے۔ تب اس زمانہ کے لوگوں نے دیکھا۔ کہ علماء کی بڑی عزت ہے۔ یہ لوگ سلاطین سے اعراض کرتے ہیں۔ اور وہ ان پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔ تو ان لوگوں نے اعزاز و مرتبہ حاصل کرنے کی آرزو میں نہایت شوق سے علم کی طلب میں توجہ کی۔ (آیات اللہ الکاملہ ص۲۳۵)

۱۔ علامہ مقریزی رقمطراز ہیں۔

ان بدء المذاهب المروجة كان طبق هواء الامراء والقضاة والرؤساء واصحاب الدولة وكان سبب ظهور هذه المذاهب ما تام به هارون رشيد حينما تولى الخلافة اذ ولى القضاة ابو يوسف القاضي بعد سنة سبعين ومائة و اصبحت توليه القضاة بيده فلم يكن يولى ببلاد العراق وخراسان والشام و مصر اقصى اعمال افريقية الامن اشاره ابو يوسف به وكان لا يولى الا اصحابه و المنتسبين الى مذهبه الجديد فاضطرت العامة الى احكامهم وفتاويهم ونشاء المذهب الحنفي في هذه البلاد (الخطط المقريزي)

یعنے موجودہ مروجہ مذاہب خواہش پرست امراء و رؤساء اور قضاۃ اور دنیا کے صاحب دولت کے تیار کردہ ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ جب ہارون رشید عباسی کے ہاتھ خلافت کی تولیت (باگ ڈور) آئی۔ تو اس نے سنہ ۱۷۰ ہجری میں قاضی ابو یوسف کو عہدہ قضاۃ پر متمکن کر دیا۔ اور اس کو یہاں تک اختیار حاصل ہو گیا۔ کہ پوری مملکت میں عراق سے خراسان، شام، مصر اور افریقہ

ایسے دُور دراز ممالک میں کوئی قاضی مقرر نہ کیا جاتا۔ جب تک کہ ابو یوسف سے اجازت حاصل نہ ہوتی اور قاضی صاحب اپنے حنفی دوستوں اور حنفیت سے منتسب لوگوں کو ہی عہدہ قضاۃ کے مناصب پر مامور کرتے پس بدیں وجہ عامۃ الناس حنفی مذہب کے احکام و فتاوی قبول کرنے پر مجبور ہو گئے۔ پس مذکورہ ممالک میں حنفی مذہب پھیل گیا۔

۲۔ امام ابن حزم کا قول ترویج مذاہب کی حقیقت میں علامہ ابن خلکان نے جس تشریح سے ذکر کیا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔

"دو مذہبوں نے ابتداً حکومت و سلطنت کے زور بازو اور قوت کے سہارے سے ترقی و ترویج اور شہرت پائی ہے۔ ایک تو امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔ جس کی خاص وجہ یہ ہوئی۔ کہ عہد ہارون رشید میں امام صاحب کے شاگرد رشید قاضی ابو یوسف صاحب عہدہ قضاۃ کے مناصب جلیلہ کے مختار مطلق تھے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے خاص حنفی دوستوں اور حنفی برادری کو ہارون رشید کی وسیع سلطنت کے طول و عرض میں عہدہ قضاۃ پر متمکن کر دیا۔ جس کے سبب سے حنفیت خوب شائع ہوئی۔ اور دوسرا مالکی مذہب ہے۔ کہ ملک اندلس میں امام مالک کے شاگرد رشید یحییٰ صمودی کو خلیفہ اندلس کے دربار میں انتہائی قرب تھا۔ بنابریں پورے اندلس کے محکمہ قضاۃ کا تقرر حضرت یحییٰ کے حکم و اشارہ سے ہو پاتا۔ اور یہ بزرگ صرف اپنی مالکی برادری کو ہی عہدہ قضاۃ کے منصب دار مقرر کرتے۔ لہٰذا پورے اندلس میں مالکیت کو فروغ حاصل ہوا۔ نعمانی صاحب نے ابن حزم کا یہ قول سیرۃ النعمان میں نقل کیا ہے۔ چنانچہ تفصیل آ رہی ہے۔

نعمانی صاحب نے پورے وثوق سے لکھا ہے کہ

(۱) امام ابو حنیفہ نے قاضی ابو یوسف کو ایک خاص ہدایت نامہ لکھا تھا جس میں بتاکید یہ بھی لکھا کہ بادشاہ اگر تم کو عہدہ قضاۃ پر مقرر کرنا چاہے تو پہلے (ہی) دریافت کر لینا کہ وہ تمہارے طریقہ اجتہاد (حنفی مذہب) سے موافق ہے یا نہیں۔ (سیرۃ النعمان)

عہدہ قضاۃ کے کلی اختیارات کی جس قدر قاضی صاحب کو فکر دامن گیر تھی۔ اس کی کیفیت میں نعمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

۲۔ ایک مرتبہ ہارون رشید نے قاضی ابو یوسف کی بغیر اطلاع (بغیر مشورہ) حفص کو (جو کہ ابو حنیفہ کے لائق ترین اور نامور شاگرد تھے) کسی جگہ کا قاضی مقرر کر دیا۔ (تو) ان (ابو یوسف) کو فی الجملہ خیال پیدا ہوا۔ اور (اپنے ساتھی) حسن بن زیاد سے کہا۔ کہ حفص کے فیصلے اگر ہمارے مرافعہ میں آئیں۔ تو ان کو نکتہ چینی کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے۔ (سیرۃ النعمان ص ۲۹)

اس واقعہ سے حقیقت آشکار ہو گئی۔ کہ بغیر اجازت و مرضی قاضی ابو یوسف پوری مملکت میں عہدہ قضاۃ کا منصب دار مقرر نہیں ہوتا تھا۔ خدانخواستہ اگر کوئی بھولے سے ہارون رشید نے کر بھی دیا۔ تو بس اس کی شامت آ گئی۔ پڑتال مقدمات میں خواہ مخواہ نکتہ چینی کر کے اس کو معزول کرنے کی ٹھان لی جاتی۔

مذکورہ ہر دو امور کے ساتھ یہ امر بھی خوب ذہن نشین کر لیجیے۔ کہ قاضی صاحب نے انتہائی غربت و افلاس کی گود میں پرورش پائی ہے۔ چنانچہ علامہ نعمانی صاحب نے اس حقیقت کو یوں آشکار کیا ہے۔

۳۔ ان (قاضی صاحب) کو بچپن سے لکھنے پڑھنے کا ذوق تھا۔ لیکن باپ کی مرضی نہ تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ کوئی پیشہ سیکھیں۔ اور گھر چار پیسے کما کر لائیں۔ تاہم قاضی صاحب جب بھی موقعہ پاتے علما کی صحبت میں جا بیٹھتے ایک دن امام ابو حنیفہ کے حلقہ درس میں (حاضر) بیٹھے تھے۔ کہ ان کے باپ پہنچے۔ اور وہاں سے زبردستی اٹھا لائے گھر پر آ کر سمجھایا کہ بیٹا ابو حنیفہ کو خدا نے رزق کی طرف سے اطمینان دیا ہے۔ تم ان کی ریس کیوں کرتے ہو۔ تو قاضی ابو یوسف نے مجبوراً لکھنا پڑھنا چھوڑ دیا۔ اور باپ کے ساتھ رہنے لگے۔ امام ابو حنیفہ نے دو چار دن بعد لوگوں سے پوچھا۔ کہ یعقوب (ابو یوسف) اب (کیوں) نہیں آتے۔ جب ان (ابو یوسف) کو امام صاحب کی جستجو کا حال معلوم ہوا۔ تو حاضر ہوئے۔ اور اپنی ساری کیفیت بیان کی۔ تو امام صاحب

نے چپکے سے ایک تھیلی حوالہ کی۔ گھر پہ آکر جو دیکھا۔ تو اس میں سو درہم تھے۔ اور امام صاحب نے یہ بھی کہہ دیا۔ کہ جب خرچ ہو جائیں تو مجھ سے کہنا۔ اسی طرح برابر مدد کرتے رہے۔ یہاں تک کہ امام ابو یوسف نے علوم میں کمال حاصل کیا۔ اور استاد وقت بن گئے۔ (سیرت النعمان جلد ۲ صہ ۱۳۳)

نعمانی صاحب کی اس حقیقت عہدہ قضاۃ کا فکر اور پھر امام صاحب کی خاص تاکیدی وصیت اور آمدہ ادرزق کی حکایات زیر نظر رکھتے ہوئے حجۃ الہند کا بصیرت افروز بیان کہ "لوگوں نے اعزاز و مرتبہ حاصل کرنے کی آرزو میں نہایت شوق سے علم کی طلب میں توجہ کی" ملاحظہ کرتے ہوئے علامہ مقریزی اور ابن حزم کے اقوال زریں کو بنظر انصاف دیکھئے۔ کہ حرف بحرف صحیح نہیں ہیں۔

امام رازی رقمطراز ہیں:-

ثم اتفق اتصال ابی یوسف ومحمد بخدمت هارون رشید عظمت تلك القوة جیت ة جعل الان العلم والسلطنت حصلاً معا"

پھر ابو یوسف اور محمد کو ہارون رشید کے عہد میں عظمت حاصل ہوئی۔ تو مذہب و حکومت کی اجتماعی قوت سے حنفیت کو خوب ترقی حاصل ہوئی۔

۳ علامہ ابن خلکان کے اس قول کی حقیقت بھی سامنے آگئی۔ جو قاضی صاحب کے ترجمہ میں یوں ہے۔

"لولا ابی یوسف ما ذکر ابو حنیفة"

"اگر ابی یوسف (آپ کے شاگرد) نہ ہوتے۔ تو پھر آپ کے نام کا دنیا میں ذکر ہی نہ ہوتا"

۴ حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ نے مقریزی ابن حزم اور ابن خلکان اور رازی رحمہم اللہ کی تصدیق و توثیق جس طرح فرمائی ہے حنفی مترجم سے پڑھیئے۔

امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں سب سے زیادہ شہرت امام ابو یوسف کو ہوئی۔ (چونکہ) ہارون رشید کے عہد میں قاضی القضاۃ کا منصب ان کو حاصل ہوا۔ اس کی وجہ سے امام ابوحنیفہ کا مذہب (حنفی) پھیل گیا۔ اور تمام اطراف عراق خراسان ماوراء النہر تک اس کا قبضہ ہو گیا۔ (آیات اللہ الکاملہ صہ ۲۲)

حرف آخر حجۃ الہند نے اپنی آخری تصنیف رسالہ انصاف میں فرمایا ہے۔

وکان أشتهر اصحابه ذکراً ابو یوسف فولی قضاء القضاة ایام هارون

رشید فکان سببا لظهور مذهبه والقضاء به فی أقطار العراق وخراسان وما وراء

النهر (انصاف تذکرۃ ابو حنیفۃ)

امام ابوحنیفہ کے شاگردوں میں قاضی ابو یوسف بے مثل شہرت کے مالک ہوئے ہیں کیونکہ عہد ہارون رشید میں مملکت اسلامیہ کے رئیس القضاۃ (چیف جسٹس) کے عہدہ پر متمکن تھے۔ پس امام ابوحنیفہ کے مذہب (حنفی) کی اشاعت کی خاصی وجہ ابو یوسف کا عہدہ رئیس القضاۃ ہی ہوا۔ کیوں کہ پوری اسلامی مملکت یعنے عراق، خراسان اور ماوراء النہر وغیرہ میں اسی حنفی مذہب ہی کا فیصلہ اور فتوے جاری وساری تھا۔

ترجمان حنفیت یعنے حضرت مولانا سید ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی نے امام محمد کی تالیف لطیف جامع الصغیر کی تمہید میں توثیقی مہر یوں ثبت فرمائی ہے۔

وکان اشتهر اصحابه ابو یوسف تولی قضاء القضاة من هارون الرشید سببا الشیوع

مذهبه فی اقطار العراق وبلاد ماوراء النهر وغیرها (نافع الکبیر مقدمہ جامع

الصغیر صٹ)

یعنے قاضی ابو یوسف امام صاحب کے بے مثل شاگرد ہیں۔ عہد ہارون رشید میں ان کو رئیس القضاۃ کا عہدہ مل گیا۔ تو اس کی وجہ سے امام ابوحنیفہ کے مذہب (حنفی) کی عراق اور ماوراء النہر وغیرہ میں پوری اسلامی سلطنت میں بہت اشاعت ہوگئی۔

نہ صرف یہی بلکہ امام محمدؒ جو فقہ حنفیہ کے دست وبازو ہیں۔ ان کو بھی عہد ہارون رشید میں خصوصی تقرب اور امتیازی اعزاز حاصل تھا۔ چنانچہ حنفی ترجمان سے پڑھئے

وکان الرشید ولاه (محمد بن حسن الشیبانی) الی قضاء الرقة ثم عزله فرجع الی

بغداد ولما خرج هارون الرشید الی الری امره فخرج معه فمات بالری سنة

تسع وثمانین ومائة (نافع الکبیر ص۱۳)

یعنی امام محمد کو رقہ ملک یمن کا قاضی مقرر کیا .... پھر وہاں سے معزول کر دیا۔ تو آپ

بغداد واپس آگئے۔ اور جب ہارون الرشید نے علاقہ و ملک رَے کا دورہ کا ارادہ کیا۔ تو آپ کو اپنے ہمراہ کرلیا۔ حتیٰ کہ آپ رَے ہی میں ۱۸۹ھ ہجری فوت ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

سیرت النعمان میں ہے
ہارون رشید نے ان (محمد) کے فضل وکمال سے واقف ہوکر قضاء کی خدمت دی۔ اور اکثر اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ ۱۸۹ھ ہجری میں رَے گیا۔ اوران کو بھی ساتھ لے گیا۔ رَے کے قریب بنو یہ ایک گاؤں ہے۔ وہاں پہنچ کر قضا کی (وفات پائی) مزید لکھا۔ امام محمد نے زندگی کا بڑا حصہ دربار کے تعلق سے بسر کیا (سیرت النعمان تذکرہ محمد)

یاد رہے کہ امام صاحب کی وفات کے بعد قاضی ابویوسف نے دربار سے تعلق پیدا کرنے کی کوشش کی۔ پس خلیفہ مہدی عباسی نے ۱۶۶ھ میں ان کو قاضی کی خدمت دی۔ مہدی کے بعد ان کے جانشین ہادی نے بھی ان کو اسی عہدہ پر بحال رکھا۔ لیکن ہارون رشید نے ان کی لیاقتوں سے واقف ہوکر تمام ممالک اسلامیہ کا قاضی القضاۃ مقرر کیا۔ اور یہ وہ عہدہ تھا جو اس وقت تک اسلام کی تاریخ میں کسی کو نصیب نہیں ہوا تھا۔ بلکہ زمانہ مابعد میں بھی بجز قاضی احمد بن ابی داؤد کے اور کسی کو نصیب نہ ہوا۔ (سیرۃ النعمان تذکرہ ابی یوسف ص ۱۴۳-۱۴۴)

پس جب کہ اصلیت واقعہ ہی یہ ہے۔ کہ مملکت اسلامی کے دربست وکشاد کے کرتا دھرتا ہی موجد و بانیان حنفی مذہب تھے۔ تو مذکورہ "تاریخی بیان بالکل امر محقق" ثابت ہوا۔ چنانچہ نعمانی صاحب کو بھی باوجود ٹال مٹول کے یوں اعتراف کئے بغیر چارہ نہ ہوا۔

"یہ ضرور ہے کہ قاضی ابویوسف کی وجہ سے امام صاحب کے مسائل (حنفی مذہب) کو اور زیادہ عروج ہوا" (سیرت النعمان جلد ۲ ص ۹۸)

دست قدرت نے اس امر کی مزید صراحت یوں بھی اعلان کرا دی۔ کہ

ہارون رشید اعظم کی وسیع سلطنت جو سندھ سے ایشیا کوچک تک پھیلی ہوئی تھی۔ انہیں کے (حنفی مذہب کے) اصول پر قائم تھی۔ اس عہد کے تمام واقعات ومعاملات انہی قواعد کی بنا پر فیصل ہوتے تھے۔ (جلد ۲ ص ۶۰)

ہندوستانی مورخ اکبر شاہ خان حنفی بزرگ نے بھی دبی زبان سے اس حقیقت کا اعتراف یوں کیا کہ :۔

بغداد وکوفہ وغیرہ تمام عراق میں حضرت امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کی کثرت تھی۔ اور انہی کے فتووں کو ترجیح دی جاتی تھی۔ خلفا بھی حنفی فتووں اور فقہ حنفی کو پسند کرتے تھے۔ (ص۳۰۴)

مزید لکھا۔ اور جب قاضی ابویوسف اور امام محمد سے دو شاگرد ان کے ہو گئے۔ تب پہلے شاگرد کی امارت اور قضا کے سبب سے اور دوسرے شاگرد کے علم اور تالیف کی برکت سے امام کا مذہب عراق اور خراسان اور ماوراء النہر میں پھیل گیا (قول حق ص۹۲)

ترقی کا فلسفہ اگرچہ نعمانی صاحب نے امام ابن حزم کا مذکورہ قول نقل کر کے ان پہ بہت کچھ لے دے کی ہے۔ مگر تاریخی حقیقت سے چونکہ انکار امر محال ہے۔ لہذا باوجود انکار کے اس امر کا اعتراف کئے بغیر کچھ راہ فرار نہ سوجھی۔

یہ ضرور ہے کہ قاضی صاحب کی وجہ سے حنفی مذہب کو اور زیادہ عروج ہوا۔ کیونکہ سندھ سے ایشیاء کوچک تک پھیلی ہوئی وسیع اسلامی سلطنت کے تمام واقعات اور معاملات حنفی مذہب کے قواعد پر فیصل ہوتے تھے ؂

مذکورہ تاریخی حقائق کو ذہن نشین رکھتے ہوئے حجۃ الہند کا فلسفہ اور وہ بھی حنفی مترجم کی قلم سے پڑھئے :۔

جس مذہب کے پیرو (پیروکار) مشہور ہو گئے۔ اور قضاۃ اور فتوے (کا عہدہ) ان پر مفوض ہوا۔ لوگوں میں ان کی تصانیف مشہور ہو گئیں۔ انہوں نے عام طور درس دینا شروع کیا۔ وہ مذہب اطراف عالم میں پھیل گیا۔ اور ہمیشہ اس کی شہرت بڑھتی گئی۔ اور جس مذہب کے پیرو گمنام ہوتے۔ اور قضا اور فتوے کی خدمت ان میں نہ رہی۔ (تو لوگوں نے ان میں کافی رغبت نہ کی۔ وہ چند دن کے بعد نابود ہو گیا۔ (آیات اللہ الکاملہ ص۲۳۴)

متفقہ فیصلہ علماء دیوبند نے تمہید کنز الدقائق میں فقہ حنفیہ کی حقانیت وفضیلت کی غرض سے فقہاء حنفیہ کا متفقہ فیصلہ یوں ذکر کیا ہے :۔

ان الفقہ زرعہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ و سقاہ علقمۃ وحصدہ ابراھیم النخعی وداسہ حماد وطحنہ ابو حنیفۃ وعجنہ ابو یوسف وخبزہ محمد وسائر الناس یا کلون من خبزہ (ص۳ غایۃ الاوطار اردو ترجمۃ در مختار) نے اس کو یوں بیان کیا ہے۔ فقہ کا کھیت حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بویا۔ علقمہ نے سینچا۔ ابراہیم نخعی نے کاٹا۔ حماد نے بھوسی جُدا کی۔ اور ابو حنیفہ نے پیسا۔ ابو یوسف نے گوندھا محمدؒ نے روٹیاں پکائیں۔ اور (دوسرے) سب (لوگ) کھانے والے ہیں۔

سیرت نعمان سے ملاحظہ فرمائیے۔

ترقی کا دوسرا سبب

۱۔ ایک خاص بات یہ ہے۔ کہ عنان حکومت جن لوگوں کے ہاتھ میں رہی وہ اکثر فقہ حنفی کے پابند تھے۔ (ص۱۱)

۲۔ چنانچہ ہارون رشید اعظم کی وسیع سلطنت ...... انھیں اصول پر قائم تھی۔ اور اس عہد کے تمام واقعات اور معاملات انھی قواعد کی بنا پر فیصل ہوتے تھے "اس ابتدائی سلسلہ کے بعد بالتصریح لکھا۔

۳۔ عبداللہ بن معتز جو فن بدیع کا موجد تھا۔ اور خلفا عباسیہ میں سب سے بڑا شاعر اور ادیب تھا حنفی المذہب تھا۔

۴۔ عباسیہ تنزل کے ساتھ جن خاندانوں کو عروج ہوا۔ اکثر حنفی تھے[۱]۔ خاندان سلجوق جس نے ایک مدت تک حکومت کی۔ اور جن کی حکومت کی وسعت کاشغر سے بیت المقدس اور عرض میں قسطنطنیہ سے بلاد خزر تک پہنچی تھی۔ حنفی تھا۔

۶۔ محمود غزنوی جس کے نام سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ فقہ حنفی کا بہت بڑا عالم تھا۔ فن فقہ میں اس کی ایک نہایت عمدہ تصنیف موجود ہے۔ جس کا نام تفرید ہے۔ اور جس میں کم و بیش ساٹھ ہزار مسئلے ہیں۔

---

[۱] اس امر کی تفصیل وضاحت آئندہ اوراق میں آرہی ہے کہ غزنوی نے اس مذہب کو خیر باد کہتے ہوئے شافعی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ ۱۲ منہ

۷۔ نورالدین زنگی کا نام چھپا ہوا نہیں وہ ہمارے ہیرو زنہیں داخل (حنفی ہی) تھا۔ بیت المقدس کی لڑائیوں میں اوّل اسی نے نام حاصل کیا۔

۸۔ صلاح الدین ایوبی فاتح بیت المقدس اسی کے دربار کا غلام تھا۔ دُنیا میں پہلا دارالحدیث اسی نے قائم کیا۔ اگرچہ شافعی و مالکی فقہ کی بھی عزت کرتا تھا۔ مگر وہ خود اور اس کا تمام خاندان مذہباً حنفی تھا۔ صلاح الدین خود شافعی تھا۔ لیکن اس کے خاندان میں بھی حنفی المذہب موجود تھے۔

۹۔ الملک المعظم عیسٰے بن الملک العادل جو ایک وسیع ملک کا بادشاہ تھا۔۔۔۔ حنفی مذہب میں غلو رکھتا تھا۔

۱۰۔ چراکسہ مصری جو نوی صدی کے آغاز میں مصر کی حکومت پر پہنچے۔ اور ایک سو اڑتالیس برس تک فرمانروا رہے اور بہت فتوحات حاصل کیں خود حنفی تھے۔ اسلامی وحدت کو ملیا میٹ کرکے بیت اللہ کے گرد چاروں مذاہب کے لئے چاروں مصلے اور مخصوص امام اور الگ الگ جماعت کا قانونی فیصلہ اسی خاندان کی زندہ اور مجسم یادگار ہے۔ اور ان کے دربار میں اسی (حنفی) مذہب کو زیادہ فروغ تھا۔

۱۱۔ سلاطین ترک جو کم و بیش چھ سو برس سے روم کے فرمانروا ہیں۔ (دورِ حاضر میں اسلام کو ملک بدر کرچکے ہیں) عموماً حنفی تھے۔

۱۲۔ خود ہمارے ہندوستان کے فرمانروا اخوانین آل تیمور اسی حنفی مذہب کے پابند رہے۔ اور ان کی وسیع سلطنت میں اسی طریقہ کے سوا اور کسی طریقہ کو رواج نہ ہوسکا۔ (سیرت النعمان جلد ۲ صـ ۶۷)

پورے زور سے لکھا ہے۔ "اس خصوصیت کے اعتبار سے امام ابوحنیفہ تمام فرقہ علماء میں ممتاز ہیں۔۔۔۔ کہ ان کا مذہب سلطنت و حکومت کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ اسلام میں سلطنت و حکومت کے جو بڑے بڑے سلسلے قائم ہوئے مذہباً اکثر حنفی تھے۔ (سیرت النعمان رائے تدبیر و ذہانت و طباع جلد ا صـ")

نتیجہ نعمانی صاحب کی تشریح سے ظاہر ہے۔ کہ ہارون رشید عباسی سے تاحال مسلمان سلاطین

وامرا حنفی مذہب ہی کے حامی و پیرو کار چلے آرہے ہیں۔ اور حکومت کی باگ ڈور یا مفتی و قاضی کا عہدہ بھی قاضی ابو یوسف بانی حنفیت سے لے کر مسلسل علمبرداران فقہ حنفیہ کے قبضہ میں چلا آیا ہے پس جبکہ سلطنت اسلامیہ کے انتظامی معاملات وغیرہ کا فیصلہ فقہ حنفیہ کے سپرد ہی رہا ہو تو پھر تو بقول حجۃ الہند "جس مذہب کے علما، حکومت کے قاضی و مفتی بنائے گئے۔ وہی مذہب مشہور ہو کر پھیل گیا" جیسے عربی فلاسفر نے "الناس علے دین ملوکھم" سے آشکار کیا ہے یعنے عوام الناس شاہ پسند مذہب کے پابند ہوتے ہیں۔ حنفیت کی ترقی کا صحیح راز حکومت کے زور بازو کا نتیجہ ہے۔

تاریخی مشاہدہ ۱۔ عیسائی حکومت سے پیشتر ہندوستان میں عیسائیت کا نام و نشان نہ تھا۔ لیکن عیسائی حکومت کے برسر اقتدار آنے کے سبب اگرچہ ذیل و پسماندہ اقوام سے ہی ہیں۔ آج لکھوکھا عیسائی پائے جاتے ہیں۔

۲۔ بدھ مذہب کسی وقت ہندوستان کا ملکی مذہب تھا۔ لیکن یونہی بدھ ازم کی حکومت ہندوستان سے رخصت ہوئی۔ بدھ ازم کو ہمیشہ کے لئے ہندوستان سے دیس نکالا مل گیا۔

۳۔ چین و جاپان وغیرہ ممالک میں حکومت چونکہ بدھ مت ہے۔ لہذا سوائے معدودے چند مسلمانوں کے اکثریت بدھوں ہی کی ہے۔

زندہ مثال فقہ حنفیہ سے غائبانہ جنازہ ثابت نہیں۔ لیکن قیام پاکستان کے بعد باوجود حنفی اکثریت کے پاکستان کے گورنر جنرل محمد علی جناح۔ شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی۔ وزیر اعظم لیاقت علی خان کی وفات پر حکومت کی خوشنودی کے لیئے خود پاکستان کے حنفی علما و زعماء اور عوام نے ان کے غائبانہ جنازے پڑھے۔ پس ان حقائق سے عیاں ہو گیا کہ تقلید حنفیت بوجہ مذہب حق نہیں۔ بلکہ شاہی مذہب کی حیثیت سے شہرہ آفاق چلی آرہی ہے۔

ثقافی مذہب فلسفہ اسلام کے ہندوستانی ماہر ربانی وسلطانی مذہب کی حقیقت میں رقمطراز ہیں:۔

وكان جمهور الفقهاء والمحدثين والمتكلمين والصوفية متمذهبين بمذهب

الشافعی وجمهور المدون وعامة الیونان متمذهبین بمذهب ابی حنیفة

(تفہیمات جلد ۱ ص ۲۱۲)

یعنے جمہور فقہا محدثین متکلمین اور صوفی و اولیاء اللہ رحمہم اللہ تو شافعی المذہب ہوتے۔ اور جمہور سلاطین و امراء اور عوام الناس و یونانی فلسفی وغیرہ امام ابو حنیفہ کے مذہب کے پیرو کار چلے آرہے ہیں۔

علامہ عبدالحی لکھنوی نے یوں صاد فرمایا ہے۔

فاتصف بہ ابو یوسف ومحمد وغیرهما من اصحاب ابی حنیفة وفی الشافعیة کثیرون بلغو هذه المرتبة الخ (نافع الکبیر ص ۶)

ترجمہ:۔ یعنی مجتہد مطلق حنفی مذہب میں صرف ابو یوسف و محمد وغیرہ ہی ہوئے ہیں۔ اور شافعیہ سے بکثرت ہوئے ہیں...... سیوطی نے حسن المحاضرہ میں تفصیلاً نام گنوائے ہیں۔

مذہب شافعی کا یہ حال ہے۔ کہ اس میں مجتہد مطلق اور مجتہد فی المذہب، اصولی۔ اہل کلام اور مفسر قرآن اور حدیث کے شارح اور مذہبوں کی نسبت بہت زیادہ ہوئے ہیں۔

اور یہ مذہب اسناد اور روایت میں اوروں سے درست تر ہے۔ (کشاف ص ۸)

چونکہ مسلک شافعی سے حجۃ الہند کو بحیثیت حقانی و ربانی مذہب کے قلبی شغف اور حقیقی محبت ہے۔ بناء علیہ اس کی منقبت میں رطب اللسان ہیں۔ مذاہب کے ماہرین سے یہ بات بھی پوشیدہ نہیں۔ کہ مذہب شافعی کی اصل احادیث اور آثار سے مرقوم اور مشہور ہے۔ جس کی خدمت علما نے کی ہے۔ اور ایسی بات دوسرے کے مذہب میں واقع نہیں ہوئی ہے۔ (حوالہ مذکور ص ۹)

مزید فرماتے ہیں:۔ جب تم ہماری تقریر پر خوب واقف ہو جاؤ گے۔ تو تم کو واضح ہوگا۔ کہ جو کوئی مذہب شافعی سے دشمنی رکھتا ہے۔ تو وہ اجتہاد مطلق کے رتبہ سے محروم ہے۔ اور علم حدیث اس بات کا منکر ہے۔ کہ ایسے شخص کی خیر خواہی کرے۔ جو شافعی اور ان کے ہمراہیوں کا طفیلی نہ بنے (حوالہ مذکور ص ۸)

قرۃ العین | فی تفضیل الشیخین میں شاہ صاحب رطب اللسان ہیں۔
امام شافعی مقتداء جمیع محدثین و فقہا اعمق است باعتبار مدرک داقوی

است با اعتبار فقہ و استنباط و اتقی امت از آیات اللہ (صہ ۲۴۲)

حضرت امام شافعی تمام محدثین اور فقہا کا امام و مقتدا ہے۔ ان کا علم و فہم اور ادراک بہت وسیع اور عمیق ہے۔ بلکہ فقہ و استنباط مسائل میں تو امام شافعی اللہ تعالی کی مخصوص آیات سے واضح ثابت ہیں۔ خیر کثیر میں شاہ صاحب رطب اللسان ہیں:۔

واما ھذہ المذاھب الاربعۃ نا قربھا الی السنۃ مذھب الشافعی المنقح المصفی وکان نظرہ یصل الی حقیقۃ العلل والاسباب (الخیر الکثیر الخزانۃ العاشرہ صہ ۱۲۴ مطبوعہ مدینہ پریس بجنور سن ۱۳۵۲ھ)

یعنی مذاہب اربعہ مشہورہ میں سے مذہب شافعی ہی کتاب و سنت کے قریب منقح و مصفیٰ ہے۔ کیوں کہ حضرت امام شافعی کی نظر انتہائی عمیق ہے جو کہ علل و اسباب کی حقیقت اور تہ تک پہنچ جاتی ہے۔

حنفی مذہب کی علمی قابلیت پر تبصرہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔
مجتہد منتسب مذہب امام ابوحنیفہ میں بعد تیسری صدی کے نہ رہا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کہ ایسا مجتہد نہیں ہوتا۔ مگر وہی شخص جو محدث بڑا جید ہو۔ اور حنفی علما کا مشغول ہونا علم حدیث سے پہلے سے اور حال میں کم رہا ہے۔ (الکشاف صہ ۲۶)

احناف دوستوں کو حدیث کی ضرورت کیا۔ ان کے لئے تو فقہ کی کتب میں صرف نظر کرنی ہی تہجد سے افضل ہے (درمختار وغیرہ)

حجۃ الہند کا قول فیصل اگرچہ ترجمہ امام السنہ کی ذیل ذکر ہو

امام شافعیؒ و احمدؒ کا مذہب چکا ذہن نشین کرنے کے لئے مزید پڑھیے۔

"امام احمد کے مذہب کی نسبت امام شافعی کے مذہب سے ایسے ہی ہے۔ جیسے ابویوسف اور محمد کے مذہب کی نسبت امام ابوحنیفہ کے مذہب سے ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ امام احمد کا مذہب لکھنے میں امام شافعی کے ساتھ اکٹھا نہیں کیا گیا۔ جیسے صاحبین کا مذہب امام ابوحنیفہ کا مذہب لکھا گیا ہے۔ اسی وجہ ہمارے خیال میں امام احمد اور امام شافعی کا مذہب ایک نہیں گنا گیا واللہ اعلم اور امام احمد کے مذہب کو امام شافعی کے مذہب

کے ساتھ لکھنا اس شخص پر دشوار نہیں۔ جس نے دونوں مذہبوں کو درستی سے دیکھا ہو۔ (کشاف صہ۸)

عقد الجید کی فصل مجتہد مطلق کی ذیل میں رطب اللسان ہیں۔

میں کہتا ہوں۔ کہ میرے نزدیک ایک اور تجویز اس باب میں ہے۔ اور وہ یہ کہ فتوے دہندہ مذہب شافعی میں خواہ مجتہد فی المذہب ہو۔ یا علامہ مذہب جب کسی مسئلہ میں حاجت مند دوسرے مذہب کا ہو تو اس کو امام احمد کا مذہب اختیار کرنا چاہیئے کہ وہ علم و دیانت میں امام شافعی کے بڑے ذی شان شاگردوں میں سے ہیں۔ اور ان کا مذہب تحقیق کرنے سے امام شافعی کے مذہب کی ایک شاخ ہے اور انھیں کے مذہب کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے (سلک مروارید صہ۵)

اصلیت واقعہ | دیوبندی کنز کی شرح کی تمہید میں لکھا ہے کہ: "احمدؒ و شافعیؒ کی فقہ امام مالکؒ کی فقہ ہے۔

حکیم الامت نے اس حقیقت کو یوں آشکار فرمایا ہے:۔

چنانچہ امام شافعی نے امام احمد سے کہا۔ کہ تم کو صحیح حدیث کا علم ہم سے زیادہ ہے جو حدیث صحیح ہوا کرے۔ وہ ہم کو بتلا دیا کرو۔ "تاکہ میں اس کو اپنا مذہب قرار دوں۔ (آیات اللہ الکاملہ صہ۲۲۸ کشاف صہ۳۴)

(مزید سنئے) فرماتے ہیں:۔ "امام احمد نے اپنی مسند کو احادیث نبوی کے معلوم کرنے کے لئے میزان قرار دیا ہے۔" (آیات اللہ الکاملہ صہ۲۲۵)

نیز انصاف و عقد الجید میں شاہ صاحب نے امام احمد کو محققین اہل السنہ قرار دیا ہے۔ کما مر

تصدیق و تائید | مذکورہ حقیقت سے آشنا ہونے کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا قول فیصل شاہ صاحب کی توثیق و تائید کے لئے ملاحظہ فرمایئے۔ طبقات ابن رجب میں ہے۔

قیل للشیخ الجیلانی هل کان لله ولیا علی غیر اعتقاد احمد بن حنبل فقال ما

کان ولایکون (طبقات ابن رجب مطبوعہ مصر جلد ا ص۲۹۲)

شیخ صاحب کا یہ قول (تاج المکلل ص۱۰۴) اس سند کے علاوہ دو اور مستقل اسناد سے بھی ہے یعنی شیخ جیلانی سے سوال کیا گیا۔ کہ سوا احمد بن حنبلؒ کے عقیدہ کے کسی دوسرے عقیدہ کا شخص بھی ولی اللہ ہو سکتا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ امام السنہ کے عقیدہ کے سوا نہ کوئی ولی اللہ ہوا اور نہ ہی قیامت تک ہوگا۔ حجۃ الہند و شاہ جیلانی مسلمہ بزرگوں کے اٹل فیصلہ سے اظہر من الشمس ہو گیا۔ کہ حنفی مذہب امراء و سلاطین اور عوام اور یونانی فلسفیوں کا مذہب ہے۔ اور علماء حقانی اور اولیاء رحمانی کا مسلک کتاب و سنت یا حنبلی و شافعی مسلک ہے۔

آپ مختار ہیں کہ سلاطین و امراء اور عوام الناس یونانی فلسفیوں کے مذہب و مسلک کی پیروی کریں۔ یا آئمہ مجتہدین محدثین و مفسرین کلام اللہ حقانی صوفیاء کرام یا رحمانی اولیاء اللہ رحمہم اللہ کے مذہب و مسلک کو ترجیح دیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

سلاطین و امراء کیوں حنفی ہوئے مذکورہ سوال کے تسلی بخش جواب کے لئے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہو چکا۔ جس کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ

"ان لوگوں نے اعزاز و مرتبہ حاصل کرنے کی آرزو میں نہایت شوق سے علم کی طلب میں توجہ کی۔"

پڑھ کر قاضی ابو یوسف کے افلاس کی حقیقت اور امام صاحب کی کفالت اور امام صاحب کی وفات کے بعد حسب تصریح نعمانی صاحب دربار سے تعلق پیدا کرنا چاہا۔ چنانچہ ۱۶۶ھ مہدی نے قاضی کی خدمت سپرد کر دی۔ اور بفضلہ آپ کا روزگار چل نکلا۔ اور عہد ہارون رشید تک برابر آپ قاضی کے عہدہ پر قائم رہے آپ نے دیکھا۔ کہ ہارون رشید بڑی وسیع سلطنت کا مالک ہے۔ اس کی قربت ضرور حاصل کرنی چاہیئے۔ چنانچہ ہارون رشید کے خاص خدمت گار غلام سے مراسم کی طرح ڈالی اور اس سے ذکر کیا۔ اگر ہو سکے تو خلیفہ تک رسائی کا ذریعہ ضرور بنایا جائے۔ چنانچہ اس حقیقت کو علامہ ابن خلکان نے قاضی صاحب کے ترجمہ میں جس تفصیل سے ذکر کیا سنئے :-

۱۔ (ابن خلکان کا ترجمہ یہ ہے) کہ ہارون رشید نے اپنے محل سرائے میں کسی کو بخشم

خود زنا کرتے دیکھا۔ تو سخت کوفت ہوئی۔ غلام کو حکم دیا کسی قابل فقیہ کو لے آؤ۔ قاضی نے چونکہ خادم سے مراسم پیدا کر رکھے تھے۔ لہٰذا وہ بخوشی ان کو لے گیا۔ پس ہارون رشید نے پوچھا کہ اگر امام وقت کسی کو بچشم خود زنا کرتا دیکھے تو پھر کیا فیصلہ کرے۔ چونکہ ہارون رشید کے چہرہ سے رنج وغم کے آثار ٹپک رہے تھے۔ قاضی صاحب سمجھ گئے۔ کہ ہارون رشید کے گھر کا اور ذاتی معاملہ ہے۔ پس قاضی صاحب نے فتوے دے دیا۔ ایسی صورت میں کوئی حد نہیں ہے۔ ہارون رشید یہ فتوے سن کر بہت خوش ہوا۔ اور قاضی صاحب کو انعام دیا تفصیل واقعہ کے بعد۔ مورخ ابن خلکان فرماتے ہیں۔ فصار ذالک اصلا للنعمۃ یعنے ہارون رشید کے پاس قاضی صاحب کے تقرب اور رسائی کی ابتداء یہیں سے ہوئی یعنے ہارون رشید نے آپ کو ۱۷۰ھ میں بغداد شہر کا قاضی مقرر کر دیا۔ بس پھر کیا تھا آپ نے علمی قابلیت کے یہاں تک جوہر دکھلائے۔ کہ ہارون رشید نے پوری اسلامی مملکت کے عہدہ قضاۃ کا مہتمم (انچارج) بنا دیا۔ چنانچہ مولٰنا عبدالحیؒ نافع الکبیر میں فرماتے ہیں۔ ولی القضاء وھو اول من دعی بقاضی القضاۃ فی الاسلام (ص۱۵) یعنے قاضی مقرر ہوئے اور آپ ہی تاریخ اسلام میں وہ پہلے انسان ہیں۔ جو قاضی القضاۃ کے نام سے موسوم ہوئے۔ اور سنئے علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف روضۃ المحبین مطبوعہ مصر ص۲۹ میں مذکورہ سے عجیب تر ایک واقعہ لکھا ہے جسے حافظ سیوطیؒ نے تاریخ الخلفا میں بھی لکھا ہے۔ لہٰذا تاریخ الخلفاء کے اردو ترجمہ سے پڑھیئے۔ امام ابن مبارک نامور محدث وفقیہ المثال صوفی فرماتے ہیں:۔

کہ جب ہارون رشید خلیفہ ہوئے تو اپنے باپ کی ایک (مدخولہ) لونڈی پر ان کے دل کا میلان ہو گیا۔ لونڈی پر اپنی خواہش ومحبت کا اظہار کیا۔ تو اس نے کہا میں تیرے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ تیرے باپ کی منظور نظر اور ہمبستر ہوں ہارون رشید چونکہ اپنے نفس کے ہاتھوں مجبور تھا۔ یہ سن کر بہت پریشان ہوا

ادھر عشق نے مخمور کر رکھا تھا۔ پس قاضی ابو یوسف صاحب کی خدمات حاصل کیں اور پورا قصہ ذکر کر دیا۔ قاضی صاحب نے خلیفہ کی بے تابی دبے صبری دیکھتے ہوئے فتویٰ دیا "اے امیر المؤمنین یہ فرض کر لیجئے کہ سب لونڈیاں سچ ہی کہا کرتی ہیں۔ کسی حال بھی صحیح نہیں ممکن ہے وہ جھوٹ بولتی ہو۔ آپ اس کا اعتبار ہی نہ کریں۔ لہٰذا بے فکر اپنی خواہش پوری کیجئے۔"

ابن مبارک | یہ نقل قصہ فرماتے ہیں کہ
۱۔ مجھ سمجھ نہیں آتا۔ کہ تعجب کروں تو کس پر ایسے بادشاہ پر جو مسلمانوں کی عزت آبرو اور جان و مال کا محافظ ہونے پر مامور اور مدعی ہے لیکن خود اپنے باپ کی عزت و حرمت کا لحاظ نہیں کر سکا۔

۲۔ یا اس لونڈی پر جسے بادشاہ اپنی محبوبہ اور منظور نظر ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ اور وہ صرف سے انکار کرتی ہے۔

۳۔ یا اس فقیہ زمانہ اور مملکت اسلامیہ کے مفتی اعظم اور قاضی پر جس نے بادشاہ کو یہ مشورہ دیا۔ کہ اپنے باپ کی ہم خوابہ سے اپنی شہوت پوری کر۔ اور اس جرم و گناہ کا بار بھی گردن پر ڈال (تاریخ الخلفاء)

۴۔ حافظ سیوطی عبداللہ بن یوسف سے یوں بھی راوی ہیں۔ کہ ہارون رشید نے ایک خوبصورت لونڈی خریدی اور قاضی صاحب سے عرض کیا۔ کہ مجھ سے صبر ناممکن ہے۔ مگر شریعت مانع ہے۔ کہ عدت استبراء رحم ایک ماہ گذرے بغیر یہ حلال نہیں ہو سکتی۔ آپ مہربانی فرما کر اس کا حل بتایئے۔ قاضی صاحب نے فرمایا۔ کوئی بات نہیں کہ لونڈی بیٹے کے نام پر ہبہ کر دیجئے اور پھر فوراً نکاح کر کے خواہش پوری فرمایئے۔ امام ابن قتیبہ نے ایسے ہی واقعات سے متاثر لکھا ہے۔

ذکر من فرج محصنة عفيفة

احل حرامه بابي حنيفة

یعنی کئی ایک پاک دامن محصن عورتوں کے فرج ابو حنیفہ کے سبب و ذریعہ سے

حلال ہو گئے (تاریخ الخلفا)

۵۔ شامی ایسی شہرہ آفاق و مستند شرح درمختار میں قاضی صاحب کے علمی کمالات کا ایک واقعہ یوں بھی لکھا ہے۔ کہ رات کو سوتے وقت ایک دن ہارون رشید نے قاضی ابو یوسف کو محل سرائے میں بلوایا چونکہ رات خاصی گذر گئی تھی۔ لہذا بے وقت طلبی سے کچھ گھبراہٹ محسوس ہوئی۔ بالآخر مجبوراً کپڑے پہن کر غلام کے ساتھ ہو لئے اور خواب گاہ خلیفہ میں پہنچے۔ تو وہاں صرف خلیفہ اور اس کے وزیر اعظم عیسے بن جعفر ہی کو بیٹھے پایا۔ اور دونوں کے چہرے حزن و ملال سے مسخ ہو رہے تھے۔ خلیفہ نے قاضی صاحب سے کہا۔ کہ ابن جعفر کے پاس ایک خوبصورت حسین لونڈی ہے جسے دیکھ کر میں تڑپ رہا ہوں اور یہ دینے سے بضد انکاری ہے اور حقیقت یہ ہے کہ میں اس درجہ بے تاب ہو رہا ہوں۔ اگر اس نے لونڈی مجھے نہ دی۔ تو اسے قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کروں گا" قاضی صاحب نے یہ سن کر وزیر اعظم سے کہا کہ خلیفہ کا انکار قانوناً و شرعاً جرم ہے لہذا اس عتاب و ناراضگی سے بچنے اور خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر خلیفہ کو لونڈی ضرور دے دو۔ وزیر خلافت نے کہا۔ مجھے دینے سے دریغ نہ تھا۔ لونڈی میری بھی منظور نظر اور معشوقہ ہے۔

بنا بریں میں نے یہ قسم کھا رکھی ہے کہ نہ ہی تو اسے ہبہ کروں گا۔ اور نہ ہی قیمتاً فروخت کروں گا۔ لہذا آپ ہی فرمائیے۔ کہ سوائے ان دو صورتوں کے تیسری کونسی صورت باقی ہے اس پر خلیفہ نے کہا کہ آپ کو بے وقت صرف اسی عقدہ اور معمہ کے حل کے لئے تکلیف دی گئی ہے۔ لہذا نوازش فرما کر مشکور فرمائیے۔ قاضی صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ یہ کون سی مشکل ہے قسم تو صرف پوری بیچنے یا ہبہ کرنے کے متعلق کھا رکھی ہے۔ لہذا آدھی لونڈی خلیفہ کو ہبہ کر دیجئے۔ اور آدھی کی حسب منشا انتہائی قیمت وصول کر لیجئے۔ بمصداق آم کے آم گٹھلیوں کے دام۔ خلیفہ پر احسان اور ان کی خوشنودی بھی حاصل اور منہ مانگی دولت بھی وصول الغرض جب حسب مشورہ قاضی صاحب، وزیر نے آدھی کی قیمت لے لی۔ اور آدھی ہبہ کر دی۔ تو پھر خلیفہ نے کہا کہ لونڈی دیکھ کر صبر ناممکن ہے اسی وقت جماع سے مسرت اندوز ہونا چاہتا ہوں۔ لیکن عدت استبراء کا شرعی حکم مانع ہے قاضی صاحب نے فرمایا۔ یہ بھی کوئی رکاوٹ ہے۔ آپ لونڈی کو آزاد کر دیجئے عدت استبراء ساقط ہو جائے گی۔ لہذا آج ہی نکاح کر کے جماع کا لطف حاصل کیجئے یہ سن کر ہارون رشید کو بے حد مسرت ہوئی اور حکم دیا کہ قاضی صاحب کو دو لاکھ درہم اور بیس جوڑے انتہائی بیش قیمت کپڑے انعام دیئے جائیں۔ قاضی صاحب نے کہا کہ جس طرح آپ مسرت اور خوشی سے اسی وقت ہمکنار ہونے والے ہیں۔ ایسے ہی مجھے بھی انعام کی خوشی سے اسی وقت سرفراز کیا جائے۔ بادشاہ نے کہا قاضی صاحب بات تو صحیح ہے لیکن اس وقت سب دروازے بند اور امین محو

خواب ہیں "قاضی صاحب نے کہا۔ جبکہ میرے بلانے کو دروازے کھلوائے جا سکتے ہیں تو انعام دینے کے لئے بالاولیٰ کھلنے چاہئیں۔ اس حاضر جوابی سے متاثر ہو کر خلیفہ نے پورا انعام ادا کروا دیا۔ اور قاضی صاحب خوشی خوشی اپنے دیدِ دولت پر تشریف فرما ہوئے۔ علامہ ابن خلکان نے بھی اس واقعہ اور قصہ کو قاضی صاحب کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے۔

۲۔ حنفی مذہب کی مستند کتاب درمختار میں ایک عجیب وغریب مسئلہ اور لطیفہ یہ بھی لکھا ہے۔ کہ قاضی صاحب نے ایک قسم کی انگوری شراب ہارون رشید کے لئے تیار کی تھی جس کا نام ابا یوسفی تھا۔ (اردو ترجمہ درمختار جلد ۴ ص۲۶)

حاصل کلام مذکورہ واقعات کا یہ ہوا۔ کہ قاضی صاحب نے فقہ کی کتاب الحیل کی شعبدہ بازیوں اور سحر کاریوں سے ہارون رشید کو اس درجہ مسحور ومسخر کر لیا۔ کہ اولاً ہارون رشید نے قاضی بنایا۔ پھر خواہش نفسانی سے مزید مسرور اور لطف اندوز ہونے کی غرض سے رئیس القضاۃ کا عہدہ تجویز کر کے پوری مملکت میں مفتی اعظم و قاضی القضاۃ یا مختار مطلق بنا دیا۔ اس ذرہ نوازی کا حق نمک قاضی صاحب نے بھی اس انداز سے ادا کیا۔ کہ ہارون رشید قاضی صاحب کا شیدائی و عاشق ہو گیا چنانچہ علامہ ابن خلکان رقمطراز ہیں کہ:۔

جب کبھی ہارون رشید کی مجلس میں قاضی ابو یوسف کا ذکر ہوتا تو ہارون رشید عاشقانہ وار جھوم کر کہا کرتا کہ یہ ایسے زیرک قاضی ہیں۔ کہ ان کو کبھی بھی معزول نہیں کیا جائے گا۔[1]

تاریخی واقعہ علامہ ذہبی نے ترجمہ امام مالک کی ذیل قاضی صاحب کے متعلق ایک اہم ترین واقعہ نقل کیا ہے۔ جسے بغیر کسی کمی بیشی اور دخل اندازی کے نقل کر دینا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:۔

قاضی صاحب ہارون رشید کے ہمراہ حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ منورہ پہنچے۔ ہارون رشید نے امام مالک کا انتہائی اعزاز واکرام اور احترام کیا۔ پس ہارون رشید کی اس مجلس میں قاضی صاحب نے امام صاحب سے ایک مسئلہ پوچھا۔ لیکن امام الحرمین نے اس پر توجہ ہی نہ کی۔ قاضی صاحب نے اپنا سوال دوبارہ دہرایا لیکن امام صاحب اس کو خاطر میں ہی نہ لائے۔ یہ ماجرا جب قاضی صاحب کے شیدائی وفریفتہ خلیفہ ہارون رشید نے دیکھا۔ تو خاص توجہ دلانے کے لئے امام صاحب سے عرض کیا۔

یا ابا عبد اللہ ھذا قاضینا یعقوب یسئلک فاقبل علیہ مالک فقال یا ھذا اذا رأیتنی جلست لاھل الباطل فتعال اجبک معہم (تذکرۃ جلد اول ترجمہ مالک بن انس)

[1] کان الرشید اذا ذکرہ یقول ھذا کان لا یعزل ابدا (ابن خلکان ترجمہ قاضی صاحب)

چونکہ عربوں میں کنیت سے بلانا اعزاز سمجھا گیا ہے۔ لہٰذا ہارون رشید نے امام مالک کی کنیت ابا عبداللہ سے خطاب کر کے جواب کے لئے توجہ دلائی اس پر امام صاحب نے قاضی صاحب کو مخاطب کر کے کہا۔
جب ہم اہل باطل (گمراہ) لوگوں کے رد و تردید اور ان کے اعتراضات کے جواب دینے کے لئے بیٹھیں گے۔ تو تم بھی ان کے ہمراہ آنا تاکہ ان ہی سے جوابات میں تیرا جواب بھی دیا جائے

امام اعظم شعرانی نے ترجمہ امام ابو حنیفہ کے خاتمہ پر آپ کا قول نیصل متعلقہ عہدہ قضاۃ بطور خاتمہ سخن یوں نقل کیا ہے۔

وکان یقول لا ینبغی للقاضی ان ینرک علے القضاء اکثر من سنۃ لانہ اذا مکث فیہ اکثر من سنۃ ذھب تفقھہ (طبقات الکبرٰے للشعرانی جلد اول ص۶۵ مطبوعہ مصر)

مختصراً یہ کہ فقیہ کو عہدہ قضاء پر ایک برس سے زیادہ نہیں رہنا چاہئے کیونکہ ایک سال سے زیادہ عرصہ قاضی رہنے سے اس کی فقہ جاتی رہے گی۔ امام صاحب کی اس فقہی تصریح کو ذہن میں رکھتے ہوئے قاضی ابو یوسف کا خیال فرمایئے۔ کہ مہدی کے عہد ۱۶۶ھ میں قاضی ہوئے اور برابر ۱۷۰ھ تک بغداد کے قاضی رہے۔ اور اس کے بعد ۱۸۰ھ قاضی القضاۃ اور اس کی وفات اسی عہدے پر ۱۸۲ھ میں ہوئی۔

سلاطین و امراء کتاب وسنت کے واضح دلائل بحیثیت ثبت یہ اعلان کر رہے ہیں کہ سلاطین و امراء اور دنیا کے دولت مند لوگ ہی شیطان کے آلہ کار ہیں۔ ان ہی کی نحوست سے نسل انسانی گمراہی کے عمیق گڑھے میں لٹتی نگری اور گرتی رہے گی چنانچہ جہنمیوں کی انتہائی شکایت قرآن حکیم نے یوں نقل فرمائی ہے۔

ربنا انا اطعنا سادتنا وکبراء نا فاضلونا السبیل (الایۃ) جس کا ماحصل علامہ ابن قیم ؒ نے یوں ادا فرمایا ہے

وما افسد الدین الا الملوک علماء سوء ورھبانھا

سلاطین و امراء اور علماء سو اور مکار صوفی ہی موجب فساد دین ہوا کرتے ہیں
غرضیکہ ان لوگوں کو نفسانی خواہشات کے پورا کرنے کی ہوس ہوتی ہے۔ اور خوش قسمتی سے فقہ حنفیہ کی کتاب اہل خواہشات نفسانی کی اس درجہ کفیل ہے کہ کچھ انتہا نہیں ہے چنانچہ بطور نمونہ و مثال آئندہ بطور میں صرف دس نمبر فقہ کے مشہور اردو تراجم سے نقل کئے جا رہے ہیں۔ جن سے مذکور حقائق و شواہد کی بالکل واضح تفسیر و تشریح سامنے آ جائے گی جس سے امراء و سلاطین کی عقیدت مندانہ حنفی تقلید کا اندازہ ہو جائے گا۔ جیسے نعمانی صاحب نے بڑے فخر اور طمطراق سے ذکر کیا ہے۔ فیصلہ آپ پر چھوڑا جاتا ہے ع

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

سلاطین و امراء کو دل بہلانے کا سامان چاہیئے یہ ذکر ہو چکا کہ سلاطین و امراء اور سواد الناس کی بہ خواہشات نفسانی کے بندہ و غلام

ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کو دل بہلانے کے لئے بہانہ چاہیئے پس مسائل کی آڑ لے کر مرغ بٹیر اور مینڈھوں کی طرح علماء کی لڑائی و مناظرہ بھی ان کے لئے خوب مزے کا تماشہ ثابت ہوئے۔ چنانچہ معتزلہ گروہ کے سرکش صاحب اقتدار نے اپنی خود ساختہ تاویل کی تان سے خلفاء عباسیہ کو جبکہ مسحور و مسخر کر کے جدل و مناظرہ کی طرح ڈالی۔ اور سلفی الخیال علماء ربانی و حقانی کو کوڑوں اور مار پیٹ کا تختہ مشق بناتے قید و بند سے دوچار کرتے ہوئے ان مظلومین کے خون سے جس طرح ہولی کھیلی اور تماشہ دیکھا وہ تاریخ اسلام میں اپنی نظیر خود آپ ہی ہے چنانچہ حضرت حجۃ الہند نے سلاطین و امراء کی مناظرہ سے دلچسپی اور اس کی ابتداء یوں ذکر ہے۔ کہ

علماء و فقہاء جب حریم خلافت میں پہنچنے کے خواہش مند ہوئے۔ تو ان کی اس توجہ سے اب افسروں اور سلاطین کی طبیعتیں فقہ میں مناظرہ کی جانب مائل ہوئیں۔ اور مذہب شافعی اور ابوحنیفہ کے مذاہب کی اولیت ظاہر ہونے کی خواہش ان میں پیدا ہو گئیں ..... لوگ علم کلام اور فنون کو چھوڑ کر خاصۃً امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے اختلافی مسائل کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ..... یہ لوگ سمجھے کہ اس تفتیش سے ہماری شرع کے دقیق مسائل کا مستنبط کرنا اور مذہب کی علتوں اور وجوہ کا بیان کرنا اور اصول و فنون کی تمہید ہے ان اختلافات میں تصانیف اور استنباط بکثرت ہو گئیں۔ اور رنگ برنگ مجادلوں اور تصانیف کو انہوں نے مرتب کیا اور اب تک وہ برابر اسی حالت میں مصروف ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ آئندہ زمانوں میں ان کے لئے خدا تعالیٰ نے کیا مقدر کیا ہے۔ جیسے یہ خرابی لوگوں میں پیدا ہو گئی تھی ویسے ہی یہ خرابی بھی پیدا ہو گئی۔ کہ ان کو تقلید کا پورا اطمینان ہو گیا۔"

مختصراً یہ کہ مناظرہ اور تقلید کا فتنہ سلاطین و امراء کی خواہشات کی پیداوار ہے جس سے اسلام اور مسلمانوں کو وہ انتہائی نقصان عظیم ہوا کہ دوسرے کسی فتنہ سے اس کا عشر عشیر بھی نہ ہوا۔ (والی اللہ المشتکی و علیہ التکلان)

شاہ صاحب نے فرمایا کہ سلاطین و امراء کے ایوانوں میں اولیت افضلیت پر مناظروں سے دلچسپی شروع ہوئی۔ بطور مثال یا نمونہ صرف ان میں کا ایک مناظرہ ملاحظہ فرمایئے۔ علامہ دمیری حیات الحیوان کبریٰ میں رقمطراز ہیں۔ کہ سلطان محمود غزنوی حنفی المذہب تھا لیکن اسے حدیث سننے اور سمجھنے کا انتہائی شوق تھا۔ پس اس سلسلہ میں جب اس نے یہ دیکھا اور سمجھا کہ اکثر احادیث صحیحہ بالصراحت حنفی مذہب کے خلاف اور مذہب شافعی کی مؤید و مصدق ہیں تو اس نے دونوں مذاہب کے مشاہیر و اکابر علمائے کرام کو جمع کر کے ان سے افضل و راجح اور صحیح تر مذہب کا مطالبہ کیا لہٰذا دونوں مذاہب کے مشاہیر کے متفقہ فیصلہ سے تجویز یہ ٹھہری کہ دو رکعت نماز امام شافعی کے اور دو رکعت نماز امام ابوحنیفہ کے کم از کم درجہ جواز کے فتویٰ اور طریق سے پڑھی جائے اور سلطان صاحب دونوں طریق نماز کو بغور ملاحظہ کر کے بحیثیت منصف و ثالث راجح مذہب کا خود فیصلہ کریں چنانچہ قفال مروزی عالم زمانہ کو ادائیگی نماز کے لئے منتخب کیا گیا۔

فصلی القفال المروزی بطهارة سابغة وشرائط معتبرة من الطهارة والسترة واستقبال القبلة وأتى بالاركان والهيئة والسنن والآداب والفرائض على وجه الكمال وكانت صلاة لا يجوز الشافعي دونها ثم صلى ركعتين على ما يجوز ابو حنيفة رضي الله تعالى عنه فلبس جلد كلب مدبوغا ولطخ بعضه بالنجاسة

وتوضأ بنبيذ التمر وكان ذالك في صميم الصيف فاجتمع عليه الذباب والبعوض وكان وضوءه منكسا متعكسا ثم استقبل القبلة واحرم بالصلاة من غير نية في الوضوء وكبر بالفارسية ثم قرأ ايةً دو برگ سبز ثم نقر نقرتين كنقرات الديك من غير فصل بينهما ومن غير طمانينه وتشهد وضرط في اخره وخرج من غير نية اسلام وقال ايها السلطان هذه صلاة ابي حنيفة فقال السلطان لو لم تكن هذه صلاة ابي حنيفة لقتلتك لان مثل هذه الصلاة لا يجوزها ذو دين فانكرت الحنفية ان تكون هذه الصلاة جائزة عند ابي حنيفة فطلب القفال كتب ابي حنيفة فامر السلطان باحضارها وامر نصرانيا ان يقرأ الكتب المذهبين جميعا فوجدت الصلوة التي صلاها القفال جائزة عند ابي حنيفة فاعرض السلطان عن مذهب ابي حنيفة وتمسك بمذهب الشافعي رضي الله عنهما (حیوۃ الحیوان الکبیر جلد ۲ ص ۲۶۳ مطبوعہ مصر)

۱۔ پس حضرت قفال مروزی حسب فیصلہ مجلس دونوں مذاہب کی نماز پڑھ کر دکھانے کے لیے لُنگی پانی منگوا کر مسنونہ شرائط وضو کے مطابق پورا وضو کیا۔ اور اچھا لباس پہن کر سیدھے قبلہ رُخ کھڑے ہو کر مسنون طریق کے مطابق ہیئت و ارکان اور سنن و آداب نماز خوب اچھی طرح پوری تسلی سے بجالائے اور سلام سے فارغ ہو کر کہا یہ ہے امام شافعی کے فتوے کے مطابق وہ صحیح نماز ہے جس سے کم ہرگز جائز نہیں۔

۲۔ بعدہٗ امام ابوحنیفہ صاحب کے فتوے کے مطابق کم از کم درجہ جواز کی نماز کا نمونہ دکھانے کے لیے کھڑے ہوئے اور کتے کی دباغت[1] شدہ کھال منگائی اور اس کا کچھ حصہ نجاست[2] (پلیدی) سے آلودہ کر کے (چوتھائی حصہ) پہن لیا۔ اور وضو کے لیے بجائے صاف پانی کے کھجور کا نبیذ[3] (لعاب) منگا کر بلا نیت بغیر بسم اللہ پڑھے بلا ترتیب[4] الٹے طور پر پہلے بایاں پاؤں پھر دایاں اور بایاں ہاتھ اور بعدہ دایاں پھر چوتھائی سر کا مسح پیچھے سے آگے (گدی سے ماتھے) کی طرف پھر ٹھوڑی سے نیچے کی طرف سے ماتھے کی طرف منہ دھویا اور پھر ناک میں پانی لے کر اخیر پر کلی کی اور ہاتھ دھو کر) وضو کیا۔ اور قبلہ رُخ کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ بجائے اللہ اکبر کے فارسی میں خدائے بزرگ تراست کہہ کر ہاتھ باندھ لئے۔ اور بغیر پڑھے دعائے افتتاحیہ اور سورہ فاتحہ کے صرف قرآن مجید کی ایک آیت مدھامتن بزبان فارسی اس کا ترجمہ دو برگ سبز کہہ کر رکوع کیا۔ اور جاتے اٹھتے تین تسبیح کہتے ہوئے بغیر سیدھے کھڑے ہونے کے سجدے میں چلے گئے اور بلا فصل و بغیر اطمینان اسی طرح دوسرا سجدہ کیا (یعنی بغیر دعا قومہ جلسہ اور فصل وغیرہ کے مرغ کی مانند ٹھونگے لگائے) اور تشہد پڑھ کر بغیر درود پڑھے بجائے سلام کے پاد[5] (گوز) مار دیا۔ اور نماز سے باہر ہو گئے اور کہا۔ اے بادشاہ یہ ہے امام ابوحنیفہ صاحب کے فتوے کے موافق وہ نماز جس سے کم جائز نہیں بادشاہ یہ دیکھ اور سن کر انتہائی غصہ اور جوش میں آگیا۔ اور کہا۔ ایسی نماز کو کون مسلمان ہے جو نماز کہے۔ لہٰذا اگر اس نماز کا ثبوت امام ابوحنیفہؒ کے صحیح فتوے سے نہ ہوا تو بخدا تجھے قتل کر دوں گا۔ پہلے تو علماء احناف بھی خاموش رہے۔ لیکن جب بادشاہ کا جوش و غصہ میں خفا ہو کر قتل کرنے کا حکم سُنا۔ تو چوکس ہو کر بول اُٹھے۔ کہ اے بادشاہ یہ سراسر غلط اور بہتان ہے۔ اس طرح کی لغو نماز فتوے امام ابوحنیفہ صاحب سے قطعاً جائز اور ثابت نہیں۔ علماء احناف سے سُن کر علامہ قفال بھی چوکس ہو کر بول اُٹھے۔ کہ اے بادشاہ حنفی

---

[1] کتے کی کھال کا ڈول اور جائے نماز بنانا جائز ہے (درمختار اردو جلد ا ص ۱۰۵ ہدایہ اردو جلد ا ص ۱۱۲) کتے اور ہاتھی کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے (اردو ترجمہ درمختار جلد ا ص ۱۰۴ اردو ترجمہ منیۃ المصلی ص ۴۹)
[3] (ا) بلا نیت وضو سے نماز ادا ہو جائے گی۔ درمختار جلد ا ص ۴۹) (بقیہ حاشیہ ص ۱۹۹ پر)

مذہب کی مسلمہ و مستند کتب منگا یئے۔ پس ان سے اگر یہ نماز جو میں نے پڑھ کر دکھائی ہے۔ ثابت نہ ہو تو بے شک مجھے قتل کر دیا جائے۔ پس بحکم سلطان مطلوبہ کتب فقہ حنفیہ منگائی گئیں۔ اور سلطان نے ایک ماہر عربیت عیسائی کو عبارتیں پڑھ کر ترجمہ بتانے کا حکم دیا پس علامہ قفال نے کتب کھول کر مذکورہ نماز کے حوالے دکھائے اور عیسائی عربی دان نے ان کا ترجمہ کیا۔ تو من و عن امام ابو حنیفہ کے اقوال و فتوے سے کم از کم درجہ جواز کی نماز وہی ثابت ہوئی۔ جسے علامہ قفال نے مجلس میں بطور نمونہ پڑھ کر دکھایا لہٰذا مذکورہ حوالہ جات سن کر سلطان محمود غزنوی حنفی مذہب ترک کر کے شافعی المذہب ہو گیا۔

خواہشات نفسانیہ کی کفالت جس درجہ فقہ حنفیہ نے کی ہے۔ دوسرے مذاہب اس سے عاری ہیں یہی وجہ ہے۔ کہ سلاطین و

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) منیۃ المصلیٰ ص۲۲ جامع الصغیر امام محمد ص۸ [۱] ۲ (۲) طہارت میں نیت شرط نہیں (درمختار جلد ۱ ص۳ ۔ منیۃ المصلیٰ ص۲۲) ۳ نبیذ تمر سے وضو جائز ہے (اردو ترجمہ ہدایہ جلد ۱ ص۱۱۳ ہدایہ جلد ۱ ص۸) ولا یتوضا بشئ من الاشربۃ غیر نبیذ التمر (جامع الصغیر امام محمد ص۴) ۴ بے ترتیب وضو کرے تو جائز ہے (ہدایہ جلد ۱ ص۴ ۔ بہشتی زیور حصہ ۱ ص۵) ۵ فی رجل افتتح الصلوۃ بالفارسیہ ۔ او قرا فیھا بالفارسیۃ ۔ وھو لحسن العربیۃ اجزاہ (جامع الصغیر للامام محمد ص۱۲) ولو شرع بالفارسیہ صح (کنز) اور حاشیہ میں لکھا ہے۔ واما الشروع بالفارسیۃ او القراۃ بھا فھو جائز عند ابی حنیفۃ مطلقاً حاشیہ کنز دیوبندی ص۳۲) ۶ ایک آیت وادنی ما یجزی من القراۃ فی الصلوۃ ما یتناول له القرآن عند ابی حنیفۃ (قدوری ص۲ مجتبائی پریس دہلی) فاتحہ کی بجائے کوئی حصہ قرآن سے پڑھ لے۔ تو فرض ادا ہو جائے گا۔ (ہدایہ اردو جلد ۱ ص۴۲۵) سیرت النعمان میں اس کو کمال امام ابو حنیفہ ذکر کیا ہے۔ ۹ یاد دیا سلام کے وقت قصداً حدث کرے۔ تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں (درمختار جلد ۱ ص۲۴۵ ہدایہ جلد ۱ ص۴۰ ۔ نور ہدایہ ترجمہ شرح وقایہ ص۱۱۵ کنز احسن المسائل ص۳۰ قدوری ص۳۲ اشراق نوری ص۳۲ ۔ منیہ ص۸ مالابدمنہ ص۲۰)

امراد اور عوام جہلا اس کی محبت و تقلید میں غلطاں و سرشار ہیں۔ مثلاً صبح کی نماز شوافع کے نزدیک غلس میں افضل و مسنون برخلاف اس کے حنفی مذہب میں جماعت کا افضل وقت وہ ہے کہ اگر نماز دہرانے کی ضرورت پڑ جائے۔ تو سورج نکلنے سے پہلے اس کی مثل دوبارہ نماز پڑھی جا سکے۔ ایسے ہی ظہر و عصر کی تاخیر کا حال ہے۔ نہ صرف یہی کہ تاخیر ہی پر اکتفا کیا بلکہ نماز کی یوں بھی چھٹی دے رکھی ہے۔

۱۔ فوت شدہ نماز کے بدلے کفارہ دینا جائز ہے۔ (اردو ترجمہ درمختار جلد ۱ صفحہ ۳۲۶)

۲۔ کسی کو انعام کا نام لے کر زکوٰۃ دے دی اور دل میں نیت کر لی۔ تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ صفحہ ۳۵) آم کے آم اور گٹھلیوں کے دام)

۳۔ اجارہ کی عورت (خرچی مقرر کر کے) سے زنا کرنے پر حد نہیں۔ (درمختار جلد ۴ صفحہ ۲۶۴)

حاشیہ پر علماء دیوبند کا فیصلہ یوں مرقوم ہے۔ بالزنا ای لایجب الحد بوطئی من استاجرها

یعنی بها عند ابی حنیفة (کنز صفحہ ۱۷۸ مطبوعہ قاسمی پریس دیوبند)

۴۔ سوتی عورت یا مجنونہ سے جماع کیا گیا۔ تو روزے کا کفارہ نہیں۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ صفحہ ۱۰۔ درمختار جلد ۱ صفحہ ۵۲۴ ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۱۹۶)

۵۔ روزے دار مرد یا عورت سے اغلام کرے تو روزے کا کفارہ نہیں (ہدایہ اردو جلد ۱ صفحہ ۱۹۸)

۶۔ اگر مرد کسی عورت پر جھوٹا دعوے کر کے (نکاح کی) ڈگری حاصل کرے۔ تو مرد کو اس سے وطی جائز ہے۔ (درمختار جلد ۲ صفحہ ۲۲۔ عالمگیری اردو جلد ۳ صفحہ ۳۴۳)

۷۔ خلیفہ[1] اور امام اور بادشاہ اگر زنا کرے تو اس پر حد نہیں (درمختار اردو جلد ۲ صفحہ ۴۱۷) سلاطین و امراء غالباً اسی وجہ سے حنفیت کے گرویدہ چلے آتے ہیں۔

۸۔ اغلام کرنے سے حد نہیں آتی (درمختار جلد ۔ صفحہ ۴۱۵۔ عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۶۷۳)

۹۔ شراب گیہوں جو اور جوار کی حلال ہے۔ (ہدایہ اردو جلد ۴ صفحہ ۳۹۵)

۱۰۔ جس نے شراب کے نو پیالے پیئے اور نشہ نہ ہوا۔ پھر دسواں پیالہ پیا۔ تو نشہ ہوا۔ تو یہ دسواں پیالہ حرام ہے۔ پہلے کے نو نہیں (درمختار جلد ۴ صفحہ ۲۶۴)

---

[1] وکل شئی صنعه الامام الذی لیس علیه امام فلا حد علیه (جامع الصغیر صفحہ ۴۸ امام محمد)

قاضی ابو یوسف رح

یہ بے انصافی اور خیانت ہوگی کہ قاضی صاحب کی زندگی کا مذکورہ تاریک پہلو ذکر کرنے کے ساتھ دوسرا نمایاں پہلو ذکر نہ کیا جائے تاکہ کسی مسلمان کو غلط فہمی نہ ہو۔ کیوں کہ ہم اسلاف کے حق میں دعا کرنے پر مامور ہیں چنانچہ نماز ایسے اہم فریضہ کی تکمیل السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین سے ہوتی ہے اور تعلیم الٰہی ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان الایہ سے عیاں ہے۔ یہ تو عام مسلمانوں کے لئے ہے۔ اور قاضی صاحب تو ماشاء اللہ خیر القرون کے آخری قرن اتباع تابعین کے مشہور تلامذہ اور صحبت یافتگان سے ہیں۔ ان کے خلاف بدگمانی بدظنی تو خطرناک جرم وگناہ ہے۔ عیاذاً باللہ۔

علامہ ذہبی نے قاضی صاحب کے ترجمہ میں ان کی جس طرح منقبت فرمائی ہے۔ وہ مسلمان کے عقیدہ کو قاضی صاحب کے حق میں خوب پختہ اور مضبوط کر دیتی ہے۔ وہ بلفظہ یوں ہے۔

۱۔ وقال المزنی ابو یوسف اتبع القوم للحدیث

۲۔ وقال یحیی بن یحیی التمیمی سمعت ابا یوسف یقول عند وفاته کل ما افتیت به فقد رجعت عنه الا ما وافق الکتاب والسنة وفی لفظه الا ما فی القران واجتمع علیه المسلمون۔

۱۔ امام مزنی نے کہا کہ ابو یوسف اہلحدیث کا متبع تھا۔

۲۔ اور یحیی بن یحیی تمیمی کہتے ہیں۔ کہ میں نے عند الوفات قاضی صاحب کو یہ کہتے ہوئے (اپنے کانوں سے) سنا (آپ کہہ رہے تھے) کہ میں ان تمام اقوال وفتاوے سے توبہ کرتا ہوں جو کتاب وسنت یا اجماع مسلمین کے خلاف مجھ سے صادر ہوئے۔ (ہم سب کو ان کے اس رجوع کی قبولیت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیئے۔ اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه

آپ کی چار نصیحتیں

مسلمان کو لوح دل پر نقش کر لینی چاہییں۔

۱۔ من قال ایمانی کایمان جبرائیل فهو صاحب بدعة۔

ف یہ عقیدہ امام ابو حنیفہ رح کا ہے جسے قاضی صاحب نے بلا تامل بدعت کہہ کر اپنے متبع اہلحدیث ہونے کا اعلان کر دیا ہے

۲۔ ومن طلب الغرائب الحدیث کذب ۔

۳۔ ومن طلب المال بالکیمیاء افتقر ۔

۴۔ ومن طلب الدین بالکلام تزندق ۔

۱۔ جس نے یہ کہا کہ میرا ایمان جبرائیل کی مانند ہے وہ پکا بدعتی ہے۔

۲۔ اور جو کوئی غریب و نوادر احادیث کی تلاش میں پڑا وہ جھوٹا۔

۳۔ جس نے کیمیا کے ذریعہ سے مال تلاش کیا وہ فقر کو پہنچے گا۔

۴۔ جس نے دین اللہ کو فلسفیوں کی روش سے تلاش کیا وہ زندیق ہوا۔ (تذکرۃ الحفاظ ترجمہ قاضی ابویوسف)

اہلحدیث یا حجازی مذہب کی صحت وصداقت

تاریخی واقعات سے ظاہر ہو چکا کہ حنفی مذہب شاہی مذہب کی حیثیت سے عراق، ماوراء النہر خراسان وغیرہ نئے مفتوحہ اسلامی ممالک یا نومسلموں میں توسیل عظیم کی طرح شائع ہوگیا۔ لیکن انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم کی اولاد نے جو ہر حیثیت سے اصل اسلام کی عقلاً و نقلاً صحیح وارث تھی ۔اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہ کیا۔ حالانکہ ہارون رشید عباسی سے قانونی طور پر فقہ حنفی حکمرانی کر رہی تھی ۔اور اس کے ساتھ ہی خواہشات نفسانی کی کفالت کے لئے بھی اس میں ہر طرح کی سہولتیں اور آسانیاں بھی موجود تھیں لیکن بایں ہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت وصحبت یافتہ حجازی لوگوں کی اولاد نے اسے اپنے موروثی مذہب و مسلک سے بالکل مختلف سمجھا۔ جس کا اثر و نتیجہ یہ ہوا کہ محققین و مورخین اسلام کو اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہوا کہ وہ اہل الرائے کے عراقی مذہب کو حجازی مذہب کے مدمقابل دوسرا مذہب ذکر کریں۔ نہ صرف یہی بلکہ خود احناف نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ کہ فقہ حنفیہ کو دیگر ممالک میں تو خوب فروغ ہوا۔ لیکن مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں اسے قبولیت و شہرت نہ ہو سکی۔ چنانچہ ہندوستان کے نامور محققین احناف کی تصریحات ملاحظہ فرمایئے۔

ہندوستان میں فقہ حنفی کے سب سے پہلے محشی و شارح مولانا سید ابوالحسنات عبدالحی

لکھنوی حضرت امام محمدؒ کی تصنیف خاص جامع الصغیر کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

فشاع مذهب مالك فى بلاد المغرب و مذهب الشافعى فى بلاد الحجاز و مذهب ابوحنيفة فى بلاد الهند والسند (ص۳)

یعنے حضرت امام مالک کا مذہب مغربی علاقہ میں اور حضرت امام شافعی کا مذہب حجاز کے شہروں (مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ وغیرہ) میں شائع ہوا۔ اور حضرت امام ابوحنیفہ کے مذہب کی قبولیت ہندوستان و سندھ میں ہوئی ؛

مکرر وضاحت و تشریح سے لکھتے ہیں:۔

وتفرقت فقهاء مذهبنا فى مدن واسعة فمنهم اصحابنا المتقدمون فى العراق ومنهم مشائخ بلخ و مشائخ خراسان و مشائخ سمرقند و مشائخ بخارا و مشائخ بلاد اخر كاصبهان وشيراز وطوس وزنجان وهمدان واسترا باد وبسطام ومرغينان وفرغانة ودامغان وغير ذالك من المدن الداخلة فى اقاليم ماوراء النهر وخراسان واذربائجان وخوارزم وغزنة وكرمان الى جميع بلاد الهند وغير ذالك بلاد العرب والعجم (نافع الكبير مقدمہ جامع الصغير ص۴)

یعنے ہمارے مذہب کے متقدمین بزرگ تو عراق میں ہیں۔ پھر مشائخ بلخ و خراسان سمرقند۔ بخارا اور دیگر شہروں مثل صبہان و شیراز و طوس و زنجان و ہمدان و استرا باد و بسطام و مرغینان و فرغانہ و دامغان وغیرہ کے ہمارے مشائخ کی سعی و کوشش سے یہ فقہ ماوراء النہر خراسان اور آذربائجان و خوارزم غزنی کرمان اور تمام ہندوستان وغیرہ میں جاری و ساری ہوگئی۔ اور عرب و عجم کے بعض دوسرے شہر بھی اس کی آغوش میں آگئے۔

غور سے حنفیت کے ترجمان کی پیش کردہ فہرست کو نیچے سے اوپر تک پورے توجہ سے دیکھیے۔ کہ دنیائے اسلام کے مشہور ممالک اور اکثر بڑے بڑے شہروں کے نام بڑے فخر و طمطراق سے گنوائے ہیں۔ لیکن مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا نام گنوانے کی جرأت نہیں ہوئی

؎ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

نعمانی صاحب حامی حنفیت نے سیرۃ النعمان میں اس کا اعتراف جس صراحت سے کیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:۔

۱۔ یہ مسائل جو فقہ حنفیہ کے نام سے موسوم ہیں۔ نہایت تیزی کے ساتھ تمام ممالک میں پھیل گئے۔ مگر عرب میں تو ان کو رواج نہ ہوا۔

۲۔ لیکن عرب کے سوا تمام ممالک اسلامی جن کی وسعت سندھ سے ایشیاء کوچک تک تھی عموماً انہی کا طریقہ جاری ہو گیا۔

۳۔ دوسرے ممالک میں گو شافعی و حنبلی فقہ کا رواج ہوا۔ لیکن فقہ حنفی کو دبا نہیں سکا۔ البتہ بعض ملکوں (حجاز وغیرہ) میں وہ (حنفی مذہب) بالکل معدوم ہو گیا۔ (سیرت النعمان)

علماء دیوبند نے کنز الدقائق کا حاشیہ لکھتے ہوئے اس کی تمہید میں یوں اعتراف کیا ہے۔

وشاع مذهب ابوحنيفة الى بلاد بعيدة ومدن عديدة كنواحى بغداد ومصر والروم وبلخ وبخارا وسمرقند واصبهان وشيراز وآذربائجان وجرجان وزنجان وطوس وبسطام واستراباد ومرغينان وفرغانة ودامغان وخوارزم وغزنة وكرمان واكثر بلاد الهند والسند والدكن وبعض بلاد اليمن

(تمهيد النارق ص۲)

علماء دیوبند کی پیش کردہ فہرست کو بھی بنظر غائر دیکھئے۔ کہ مرکز اسلام مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ حجاز کے ذکر سے قلم رک گئی ہے۔ ہاں شافعی مذہب کے متعلق یہ اعلان ضرور کر دیا ہے۔ کہ وشاع مذهب الشافعي فى اكثر بلاد الحجاز اور مالکی فقہ کے متعلق بھی لکھ دیا۔ کہ وشاع مذهب مالك.... بعض بلاد الحجاز یعنے شافعی مذہب کی اشاعت اکثر حجاز اور مالکی کی اشاعت بعض حجاز میں ہی ہوئی۔

گذشتہ تمام تاریخی شواہد سے آنکھ بند کر کے پھر احناف بزرگوں کے اعتراف سے بھی علیحدہ ہو کر اگر آپ عملی مشاہدہ چاہیں۔ تو اس گئے گزرے زمانہ میں جبکہ مسلمان برائے نام اسلام کے مدعی ہیں۔ ماشاء اللہ حجاز کی مشہور بندرگاہ جدہ کے گلی کوچوں میں خوب گھوم پھر کر بغور دیکھیں گے۔ تو آپ کو پورے شہر کی چند ایک برائے نام حنفی مساجد کے شوافع کی نظر آئیں گی۔ جن

ہیں کچھ مالکی مذہب کے نام لیوا بھی مل جائیں گے۔

حنفی دوست کچھ تو حنفی ممالک کے مہاجرین سے ہوں گے۔ اور باقی حنفی حکومت کا تاثرد نتیجہ ورنہ حجازی قبائل سے آپ کو حنفیت کا نام لیوا نظر نہیں آئے گا۔ یہی حالت مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے شہری حلقہ کی ہے۔ یعنے وہاں بھی آپ کو حجازی قبائل کے افراد شافعی ہی دکھائی دیں گے۔

قدرتی سوال مذکورہ مضمون سے متاثر فطری طور پہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ حنفی مذہب اگر اپنے ادعاء اور پھر شہرت کے لحاظ سے اصل اسلام ہے۔ تو یقیناً یہ حجازی قبائل میں قبول ہوتا۔ اور مرکز اسلام میں اس کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی۔ لیکن مشاہدہ اور اکابر احناف کے اقرار و اعتراف سے ظاہر ہے۔ کہ حنفی مذہب اہل حجاز پر مسلسل حکمرانی کرنے کے باوجود بھی ان کو اپنا گرویدہ بنانے میں آج تک بھی پوری طرح سے ناکام اور فیل رہا ہے پس اس فطری سوال کے مطمئن جواب کے لئے

اولاً عقل و نقل کا مسلمہ اصول اور متفقہ مشاہدہ ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ مدینہ منورہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری قرار گاہ کی حیثیت سے اسلام اور انصار و مہاجرین بلکہ جمیع مسلمانوں کے لئے فطرتاً محور و مرکز ہے۔

۲۔ اصل اسلام کی صحیح شاہراہ یعنے اسوہ حسنہ اور تعامل صحابہ سے نسلاً بعد نسلاً اور وراثتہ جیساکہ اہل مدینہ اور حجازی قبائل متمتع اور مستفیض تھے کسی دوسرے کو وہ مواقع ناممکن تھے

۳۔ انصار و مہاجرین کی اولاد ہونے کے سبب سے اہل اسلام کے وہ صحیح مظہر ہوئے

۴۔ تلمذ و شاگردی اور صحبت سے اصل اسلام صحیح تعلیم کی مہارت تامہ انہیں کو فطرتاً حاصل تھی۔

۵۔ اولاد و تلامذہ سے قطع نظر عوام مشاہدتاً نسلاً بعد نسلاً مسائل دریافت کرتے اور تعامل دیکھتے آئے تھے۔ لہٰذا اہل اسلام کی علمبرداری کے صحیح حق دار اہل مدینہ یا حجازی لوگ ہی تھے۔

۶۔ اہل مدینہ نے جو مسلک و مذہب اپنے آباؤ اجداد سے وراثتہ پایا۔ اسی کے حامل و عامل اور مبلغ و ناشر ہوئے۔

۷۔ عراقی حنفی مذہب کو اپنے موروثی مذہب کے معیار سے مختلف معلوم کر کے اس سے مانوس ہونے

کو قطعاً گوارا نہ کیا۔

ثانیاً ۱۔ اس حیثیت سے بھی وہ خوب جانتے تھے کہ کوفہ حجازی آبادی سے بہت دور اور باہر ہے۔
۲۔ ایسی نو آباد چھاؤنی جو خوارج و روافض کا مرکز، معتزلہ اور جہمیہ و مرجیہ کی تجربہ گاہ ہے۔
۳۔ اس کے موسس و بانی بھی عجمی النسل ہیں۔
۴۔ کربلا کی خوں فشاں تحریک وہیں سے پروان چڑھی۔
۵۔ اس وجہ سے بھی حجازی لوگوں نے اسے گوارا نہ کیا۔

ثالثاً ۱۔ حرمین الشریفین کی عظمت و بزرگی اور فقہا سبعہ مدینہ کی قبولیت عامہ اور شہرت تامہ ان کے پیش نظر تھی۔
۲۔ وہ دیکھ چکے تھے۔ کہ فقہا سبعہ اہل مدینہ کے مسلک سے ذرہ برابر بھی متجاوز نہیں ہوتے۔
۳۔ لہٰذا مسلک اہل مدینہ اہل حجاز کے دل و دماغ میں فطری طور پر جاگزیں ہو چکا تھا۔
۴۔ بنابریں اہل حجاز نے اپنے محبوب مسلک سے مختلف ہونے کی وجہ سے شاہی مذہب ہونے کے باوجود بھی حنفی مذہب کو قبول و معمول نہ کیا۔

رابعہ ۱۔ اہم ترین وجہ اور سبب یہ ہوا۔ کہ اہل مدینہ اور حجاز مقدس کی منقبت و فضیلت اور عظمت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح پیشین گوئیاں اور بشارتیں ان کے سامنے تھیں۔ کہ مدینہ منورہ اور حجاز ہی فطرتاً اسلام کی مہد (گود) کے لئے مختص و منتخب ہو چکا ہے۔ اور اس کے متعلق آپؐ کی مبارک دعائیں سنتے آرہے تھے۔
۲۔ لہٰذا مسلک مدینہ سے ایک ذرہ روگردانی اور کسی مسلک سے محبت و عقیدت ان کو ناممکن و محال تھی۔

بشارتیں اور پیشین گوئیاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلام نبوت کے طور پر فرمایا۔ کہ اسلام جب فرقہ بندی اور الحاد و بے دینی کے بے پناہ سیلابوں میں بے بس ہو کر گھر جائے گا۔ اور بدعات کے خوفناک اژدھے اور رنگ برنگے (سنسار) ہر طرف سے منہ کھولے ہڑپ کرنے اور نگل جانے کی غرض سے حملہ آور ہوں گے۔ تو اس وقت دین قیم ہر طرف سے سمٹ سمٹا کر اپنے اصل مرکز و ماوی اور مخرج و منبع حجاز مقدس کی طرف لوٹ آئے گا۔ کیوں کہ سرزمین حجاز یعنی

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہی اصل اسلام کیلئے مختص و منتخب ہو چکی ہے۔

۱۔ چنانچہ صحیح مسلم کے باب تفاضل اہل الایمان فیہ میں ارشاد نبوی یوں مروی ہے۔ غلظۃ القلوب والجفاء فی المشرق والایمان فی اہل الحجاز یعنے دلوں کی سختی اور جور و جفا مشرق کی طرف ہے۔ اور ایمان و اسلام کی نعمت و دولت کے لئے حجاز یعنے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا علاقہ ہے۔

۲۔ مذکورہ حدیث سے اول صحیح مسلم میں اہل یمن کی تعریف و خوبی اور بشارت کے ضمن میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک واضح ارشاد یوں بھی مروی ہے :۔ والفقہ یمان والحکمۃ یمانیۃ الحدیث یعنے فقہ و حکمت اور دانائی کا علم و فہم یمن میں ہے۔ اس حدیث کی تشریح میں اہل علم فرماتے ہیں کہ

د۔ آپ نے یہ ارشاد میدان تبوک میں اعلان فرمایا تھا۔ جہاں سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ عین یمن کی طرف واقع تھے۔ بنابریں آپ کے اس ارشاد گرامی سے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ ہی مراد ہیں۔

ب۔ اس کی مزید توضیح یوں بھی لکھی کہ چونکہ بیت اللہ شریف کے ایک خاص کونے اور رکن کا نام رکن یمانی مشہور ہے۔ اس لئے بھی آپ کے مذکورہ فرمان کی منشاء و مراد مکہ مکرمۃ حجاز ہی کے ساکنین ہیں۔

۳۔ مذکورہ ہر دو احادیث صحیحہ کی تشریح جامع ترمذی میں یوں ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الدین لیارز الی الحجاز کما تارز الحیۃ الی جحرھا ولیعقلن الدین فی الحجاز معقل الاردیۃ من رأس الجبل ان الدین بدأ غریباً و یرجع غریباً

الحدیث (فتنہ و فسادات امت کے زمانہ میں) اصل اسلام حجاز مقدس مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کی طرف ایسے ہی سمٹ و سکڑ کر آجائے گا۔ جیسا کہ سانپ اپنے بل (کھوڑ یا سوراخ) میں سمٹ کر سما جاتا ہے۔ اور دین حجاز سے اس طرح بندھ جائے گا۔ جیسے کہ بکری پہاڑ کی چوٹی سے مانوس ہو کر اسے لازم پکڑ لیتی ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ دین اسلام کی ابتداء غربت سے ہوئی اور بالآخر پھر غریب ہی ہو جائے گا۔

۴۔ مذکورہ احادیث صحیحہ کی تشریح کے لئے صحیح مسلم سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزید ارشاد گرامی سنئے۔

ان الاسلام بدأ غریباً وسیعود غریباً کما بدأ وھو یارز بین المسجدین کما تارز الحیۃ فی جحرھا

یعنی اسلام غربت کی حالت سے ظہور ہوا۔ اور عنقریب پھر غریب ہو جائے گا۔ جیساکہ شروع ہی میں تھا اور بالآخر سمٹ کر دونوں مسجدوں یعنے بیت اللہ اور مسجد نبوی یا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں آ ئے گا۔ جیساکہ سانپ بھی آخر کار اپنی بل یا سوراخ کی طرف ہی پھر پھرا کر سمٹ آتا ہے۔

۵۔ بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہی میں یوں مذکور ہے۔

ان الایمان لیارز الی المدینۃ کما تارز الحیۃ الی جحرھا

ایمان و اسلام (فتنہ و فساد کے عہد میں سمٹ کر اور سکڑ کر) مدینہ طیبہ کی طرف واپس آ جائے گا۔ جیساکہ سانپ (خطرہ کے وقت دوڑ کر) اپنے سوراخ اور بل کی طرف آجاتا ہے

خلاصہ مطلب مذکورہ تمام احادیث صحیحہ کا یہ ہے۔ کہ گروہ بندی اور بدعات کے ظہور کے زمانہ میں اصل اسلام مدینہ منورہ ہی سے ضوء افگن ہوگا۔ چنانچہ صادق مصدوق نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جیساکہ فرمایا تھا۔ من وعن (حرفوں کا توں) ہوا یعنے جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے اسلام اور فتنہ والحادات کی مضبوط ترین و محکم حد فاصل ٹوٹ چکی تو فتنہ و فسادات الحادات و بدعات کے طوفانی سیلاب اسلام کو اپنی خطرناک رو میں بہالے جانے کے لئے اڈھرا دھر کر آنے شروع ہو گئے۔ یعنے

ا۔ ایک طرف تو حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کی باہمی جنگوں میں انصار و مہاجرین رضوان اللہ علیہم (جو اصل اسلام کے مظہر تھے) شہید ہونے گئے۔

ب دوسری طرف نومسلموں کی اکثریت روافض و خوارج ایسے گمراہ فرقوں کی صورت میں رونما ہوگئی۔

ج خوارج نے عامۃ المسلمین کے خون کو حلال و مباح یقین کر کے ان پر شب خون مارنے اور قتل و

غارت گری کو کار ثواب اور نجات کا واحد ذریعہ یقین کیا۔

۲۔ روافض نے بھی عامۃ المسلمین کو خارجی اور مذہب یان گران کے خلاف جھوٹی احادیث وضع کرنے اور اپنے جاری کردہ باطل عقیدہ کو مذہب حق سمجھ کر حضرت علی اور اہل بیت کی محبت کا جھوٹا سا فسانہ بہپا کر کے بدعات کی طرح ڈالی پس اس گھٹا ٹوپ اندھیرے با خیر القرون کے آخری قرن کے وقت اسلام کا حقیقی نور جس امتیازی شان سے مدینہ طیبہ سے ضوافگن ہوا۔ بغور ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب عقد الجید کے حاشیہ پہ لکھتے ہیں (سلک مروارید صـ۴۲)

تعارض المسائل المنقولة عن الامام مالك والامام الشافعي والامام ابي حنيفة والامام الثوري وغيرهم من المجتهدين المقبولين ومن اهبهم ونقادهم على الصحيحين اى البخاري ومسلم ثم على احاديث الترمذي وابى داؤد وموطا فاى مسئلة وافقها السنة نصا او اشارة اخذوا بها وعملوا عليها واى مسئلة خالفتها السنة مخالفة ردوها وتركوا العمل بها۔

رسالہ الانصاف میں جس وضاحت سے اس تاریخی حقیقت کو آشکار فرمایا۔ حنفی مترجم کے الفاظ سے پڑھیے۔

۲۔ سعید بن مسیب (صحابہ کے شاگرد) اور ان کے تلامذہ کا یہ مذہب تھا۔ کہ مکہ اور مدینہ والے فقہ میں سب آدمیوں سے زیادہ پکے ہیں۔ اور ان کے مذہب کی اصل فتاوے عمر فاروق اور عثمان غنی اور دونوں کے احکام و معاملات اور فتاوی عبداللہ بن عمر اور عائشہ

لہ سعید بن مسیب الخ آپ مدینہ منورہ کے مسلمہ امام ہیں چنانچہ امام ذہبی نے آپ کا ترجمہ الامام شیخ الاسلام فقیہ المدینہ کے عنوان سے شروع کیا ہے۔ اور پوری صراحت سے لکھا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے فیصلوں کا مجھ سے زیادہ کوئی بھی واقف اور عالم نہیں۔ آپ ماشاء اللہ حضرت ابو ہریرہ رض کی روایات کے حافظ اور پورے ماہر تھے اور اس شرف کے ساتھ ہی آپ حضرت ابو ہریرہ کے داماد بھی تھے۔

صدیقہؓ اور ابن عباسؓ اور فیصلہا قاضیان مدینہ منورہ ہیں۔ ان سب میں انہوں نے وہ باتیں جمع کیں۔ جو خدا تعالٰی نے ان کو میسر فرمائیں۔ پھر انھوں نے اس (پورے) مجموعہ کو تفتیش و اعتبار کی نظر سے دیکھا۔ تو جس بات پر اتفاق علماء مدینہ (انصار مہاجرین صحابہ رضوان اللہ علیہم) کا اس کو اپنے دانتوں سے پکڑا۔ (کشاف معہ انصاف صفحہ ۱۸)

مزید وضاحت سے رطب اللسان ہیں:

۲ ۔ و ۔ مذہب عمر فاروق اور عثمان غنی اور عائشہ صدیقہ اور ابن عمر اور ابن عباس اور زید بن ثابت (کاتب الوحی) اور ان کے شاگردوں مثل سعید بن مسیب کے جو عمر فاروق کے فیصلوں اور ابو ہریرہ کی حدیث کے زیادہ حافظ تھے اور مثل عروہ اور سالم اور عکرمہ اور عطاء عبید اللہ بن عبد اللہ اور ان جیسوں کا مذہب اہل مدینہ کے نزدیک بہ نسبت دوسرے مذاہب (کوفہ وغیرہ) کے زیادہ لائق ہے۔ اختیار کرنے کے جو پیغمبر (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فضائل مدینہ میں بیان فرمایا۔

ب ۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ مدینہ منورہ ہر زمانہ (بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم) میں فقہا اور علما کا مرکز رہا ہے۔

ج ۔ اور اسی جہت سے تم دیکھتے ہو۔ کہ امام مالک برابر مدینہ والوں کی راہ چلتے ہیں

د ۔ اور امام مالک سے یہ بات بھی مشہور ہے۔ کہ اجماع اہل مدینہ سے حجت پکڑتے تھے

ہ ۔ اور بخاری نے (صحیح بخاری میں) ایک باب منعقد کیا ہے۔ کہ جس بات پر حرمین شریفین (مکہ و مدینہ منورہ) کا اتفاق ہو۔ اس کو اختیار کرنا چاہیے۔ (کشاف معہ انصاف ص ۲۲ مطبوعہ دہلی)

مزید پڑھیے

ا ۔ علما مدینہ کو (صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم کی معرفت) جو حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچیں تھیں۔ ان سب علما میں امام مالک سب سے زیادہ قابل اعتماد تھے۔

ب ۔ ان (مالک) کی حدیث سب سے زیادہ معتبر ہے۔

ج ۔ حضرت عمر کے فیصلے اور عبد اللہ بن عمر اور حضرت عائشہ۔

و۔ اوران کے اصحاب (شاگردان عظام) فقہا سبعہ (مدینہ) وغیرہ کے اقوال پر امام مالک کو سب سے زیادہ اطلاع تھی۔

ہ۔ ایسے ہی جب امام مالک مرجع و مقتدا ہوئے۔ تو انہوں نے حدیث اور فتوں کو پھیلایا۔ لوگوں کو ان سے بہت فائدے پہنچے۔ تو انہیں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (یہ) پیشین گوئی منطبق ہوئی۔ یوشك ان یضرب الناس اکباد الا بل یطلبون العلم فلا یجدون احدا اعلم من عالم مدینۃ الحدیث قریب ہے کہ لوگ اونٹوں پر سوار ہوکر طلب علم کے لئے سفر کریں گے۔ تو مدینہ کے عالم کے سوا کسی (دوسرے) کو زیادہ عالم نہ پائیں گے۔ ابن عیینہ اور عبدالرزاق (نامور محدثین) نے اس کا محمل امام مالک قرار دیا ہے۔ اور ایسے دو شخصوں کی شہادت کافی ہے۔ (آیات اللہ الکاملہ صـ۲۲۳ اردو ترجمہ حجۃ اللہ البالغہ اور کشاف ترجمہ انصاف صـ۲۴)

۴۔ **نعمانی صاحب** حنفی بزرگ کا اعتراف اور اعلان اگرچہ ذکر ہو چکا۔ تاہم ذہن نشین کرنے کو پھر پڑھیے۔

ا۔ مدینہ حدیث کا مخزن اور نبوت کا آخر قرار گاہ تھا۔

ب۔ صحابہ کے بعد تابعین کے گروہ میں سات شخص علم و فقہ اور حدیث کے مرجع بن گئے۔

ج۔ اور مسائل شرعیہ میں عموماً ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔

د۔ ان لوگوں نے بڑے بڑے صحابہ کے دامن فیض میں تعلیم پائی تھی۔ اور یہ مرتبہ حاصل کیا تھا۔ یہ لوگ ہمعصر تھے۔

ہ۔ اور ایک مجلس استفتاء کے ذریعہ سے تمام شرعی مسائل کا فیصلہ کرتے تھے۔

و۔ مدینہ کی فقہ جس کی تدوین امام مالک نے کی۔ اس کی بنیاد زیادہ تر انہی (فقہا سبعہ مدینہ) کے فتووں پر ہے۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعامل صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم کا صحیح نمونہ اپنے عہد و وقت میں پوری خصوصیت اور امتیازی شان سے حضرت امام مالک تھے، جو امام الحرمین یا امام دار الہجرت کے معزز نام سے شہرہ آفاق ہوئے

جن کی عظمت و بزرگی علامہ ابن خلدون شہرستانی اور حجۃ الہند سے ذکر ہو چکی ہے۔ امام مالک مسلک اہلحدیث اور علماء و آئمہ اہل حدیث کے امام و مقتدا ہیں۔

مزید تائید کے لئے علامہ ذہبی سے صحیح سند کے ساتھ پڑھیے۔ حضرت امام وہیب محدث وفقیہ فرماتے ہیں۔

امام اہل الحدیث مالک (تذکرۃ الحفاظ ترجمہ مالک بن انس) حضرت امام مالک اہلحدیث کے امام ہیں۔

تلقب اہلحدیث حضرت امام مالک کی خود پیدا کردہ یا حادث اور نئی نہیں بلکہ ان کو اپنے شیخ محترم حضرت امام زہری مدنی کبیر الشان تابعی رشاگرد رشید انصار و مہاجرین) کی وراثت و خلافت کے سلسلہ میں ورثۃً پہنچی۔ کیوں کہ حضرت امام زہری خود اہل حدیث کے نام لقب سے مشہور و معروف تھے۔

۲۔ چنانچہ علامہ ذہبی تذکرہ میں رقمطراز ہیں۔ کہ ہشام بن عبدالملک خلیفہ نے امام زہری سے درخواست کی آپ براہ راست میرے فرزندوں کو حدیث کی تعلیم دیجیے۔ چنانچہ آپ نے اس کے لڑکوں کو چار سو حدیث لکھوا دی۔ پس ایسا ہوا کہ ان لڑکوں کا مسودہ ضائع ہو گیا۔ تو ہشام نے آپ کی طرف رجوع کرتے ہوئے فرمایا۔ این انتم یا اصحاب الحدیث (ترجمہ زہری) تم کہاں تھے اے اہل حدیث

۳۔ امام شعبی جن کی پیدائش ۱۷ھ زمانہ خلافت فاروقی میں ہوئی آپ کا اپنا قول ذہبی نے آپ کے ترجمہ میں یوں لکھا ہے کہ دس سال کی عمر میں احادیث کو حفظ کرنا شروع کیا اور جو احادیث اساتذہ (صحابہ) سے سن پائی۔ حفظ اور ذہن نشین ہوتی گئی۔ ادرکت خمس مائتہ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ۔ پانچ سو صحابہ کی زیارت کا مجھے شرف حاصل ہوا اور پورے تین سو صحابہ سے سماعت حدیث کی سعادت میسر ہوئی۔

وسعت علمی کی شہادت حضرت امام ابن سیرین کبیر الشان تابعی نے یوں اعلان فرمائی ۔

ا۔ فلقد رایتہ یستفتی واصحابۃ متوافرون

ب۔ والشعبی حلقۃ واصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومئذ کثیر (تذکرہ)

یعنے امام شعبی اس وقت مفتی تھے جبکہ صحابہ کافی موجود تھے۔ بلکہ آپ کا حلقہ درس وسیع تر تھا جبکہ صحابہ بکثرت زندہ تھے پس صحابہ کی کثرت وتوافر کو ذہن نشین رکھتے ہوئے حضرت امام شعبی کا قول متعلق تلقب اہل حدیث خود ان کی زبان سے سنئے

ما حدثت الا بما اجمع اھل الحدیث یعنے آپ اپنے تلامذہ سے مجلس درس میں فرمایا کرتے کہ ہم تو صرف وہی احادیث بیان کرتے ہیں جو اہلحدیث میں متفق علیہ ہیں۔

۴۔ عامر بن یساف کہتے ہیں۔ قال لی الشعبی امض بنا نفر من اصحاب الحدیث اے اہلحدیث ہمارے ساتھ چلو۔

مذکورہ بیان سے ظاہر ہے کہ عہد صحابہ میں امام شعبی مفتی وشیخ الحدیث مدرس تھے پس آپ کے قول بما اجمع اہل الحدیث سے ثابت ہے کہ حضرت صحابہ کو اہلحدیث کا تلقب پسندیدہ تھا۔ اور حضرت شعبی وہی حدیث بیان کرتے۔ جو صحابہ اہل حدیث میں متفق علیہ ہوتی۔

۵۔ حضرت ابوہریرہ بطور فخر دانہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہم پہلے اہلحدیث ہیں۔ (شرف اصحاب الحدیث)

ا۔ **حنفی امام اعظم** حضرت امام شعبی ہی کی ہدایت سے اور توجہ دلانے سے علم دین کی طرف متوجہ ہوئے جیسا کہ بحوالہ سیرت النعمان امام صاحب کے ترجمہ میں تفصیلاً ذکر ہو چکا۔ چنانچہ علامہ ذہبی نے ترجمہ امام شعبی میں پورے وثوق سے لکھا۔ وھو اکبر شیخ لابی حنیفۃ۔ یعنے امام ابو حنیفہ کے سب سے اول اور بڑے استاذ حضرت امام شعبی ہی ہیں۔

ب۔ **حضرت امام مالک** کے ترجمہ میں ذکر ہو چکا ہے۔ کہ حضرت امام ابو حنیفہ ان کے تلامذہ میں سے ہیں۔ تاہم امام صاحب کا حسن ادب مکرر ملاحظہ فرمائیے۔ کہ اشہب بن عبد العزیز کہتے ہیں۔ رایت ابو حنیفۃ بین یدیہ مالک کالصبی بین یدی ابیہ۔ یعنے امام ابوحنیفہ حضرت امام مالک کے درس میں یوں مؤدب بیٹھتے جیسا کہ بیٹا باپ کے سامنے بیٹھتا ہے (تذکرہ)

ج۔ یہ بھی آپ پڑھ چکے کہ جب امام ابو حنیفہ بغداد میں وارد ہوئے۔ تو آپ سے ایک اہلحدیث

نے سوال کیا۔ کہ رطب کی بیع تمر سے جائز ہے۔ یا کہ نہیں۔

تاریخ اعلان کر رہی ہے۔ کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اہلحدیث کہلواتے گئے حضرت امام ابوحنیفہ ائمہ اہلحدیث کے شاگردوں سے ہے اور خود ان کے زمانہ میں مشاہیر آئمہ اہلحدیث کے علاوہ عوام اہلحدیث بھی موجود تھے۔

رجوع الی المطلب یہ ثابت ہو چکا۔ کہ صحابہ اہلحدیث تھے۔ پھر ان کے بعد ان کے تلامذہ اور صحبت یافتگان تابعین بھی اہل الحدیث مشہور ہوئے حتیٰ کہ امام مالک نے اس مبارک مقام و عہدہ کو وراثتہ پایا۔ اور اپنے عہد و زمانہ میں فقید المثال مسلمہ امام اہل حدیث ہوئے۔ پھر ان کے بعد ان کے تلمیذ ارشد حبرالامۃ امام شافعی اور ان کے شاگرد امام السنہ احمد بن حنبل آئمہ اہل حدیث کے ممتاز لقب سے شہرہ آفاق ہوئے۔ چنانچہ کنز الدقائق کی شرح کی تمہید میں اساتذہ دیوبند نے اس حقیقت کا اعتراف یوں کیا ہے۔

فاعلم ان المراد بالفقہ الفقہ الذی من طریق ابی حنیفۃ والاٰخر طریق الامام مالک مرویۃ عن نافع عن ابن عمر وطریق الشافعی عن مالک الخ وطریق الامام احمد عن الشافعی الخ تمہید صہ)

پس جاننا چاہیئے کہ فقہ سے مراد ایک فقہی طریق تو ابوحنیفہ کا ہے۔ اور دوسرا ہے امام مالک کا جو کہ مرویات ابن عمر ہیں۔ اور امام شافعی اور احمد کا طریق بھی یہی مدنی اور مالکی طریق ہی ہے پس اس شہادت سے عیاں ہو گیا کہ حنفی فقہ اہل الرائے کی عراقی فقہ ہے۔ اور مالک و شافعی و احمد کی مدنی فقہ کی بنیاد مرویات ابن عمر وغیرہ احادیث ہیں۔ جس سے یہ تاریخی حقیقت سامنے آ گئی۔ کہ اہل حجاز نے اسلام یا مذہب اہل حدیث کی موجودگی میں اہل الرائے کی عراقی حنفی فقہ کو پسند اور قبول و معمول نہ کیا۔ حالانکہ فقہ حنفیہ میں ہر قسم کی سہولتیں اور آسانیاں بھی موجود تھیں۔ اور خواہشات نفسانی کی کفالت کی ذمہ دار ہونے کے ساتھ ہی شاہی مذہب کی حیثیت سے رائج و شائع بھی ہو چکی تھی۔ اور حجازی قبائل اس کے زیر علم زندگی گذارنے پر مجبور بھی تھے لیکن وہ فقہ حنفیہ کو خاطر میں ہرگز نہ لائے۔ چنانچہ نعمانی صاحب حامی حنفیت نے اس کا اعتراف واضح الفاظ میں یوں کیا ہے۔

"یہ مسائل جو فقہ حنفیہ کے نام سے موسوم ہیں نہایت تیزی کے ساتھ تمام ممالک میں پھیل گئے مگر عرب میں توحید ان کو رواج نہ ہوا"

اس حقیقت کو مکرر یوں بھی دہرایا۔

لیکن عرب کے سوا تمام ممالک اسلامی جن کی وسعت سندھ سے ایشیا کوچک تک تھی عموماً انہی کا طریق جاری ہو گیا۔

۲۔ نعمانی صاحب نے یوں بھی انکشاف کیا ہے۔

دوسرے ممالک میں گو شافعی و حنبلی فقہ کا رواج ہوا لیکن فقہ حنفی کو دبا نہیں سکا۔ البتہ بعض ملکوں میں وہ (حنفی مذہب) بالکل معدوم ہو گیا (سیرت النعمان حصہ دوم) یعنے عرب حجاز جس کو اصل و مرکز اسلام ہونے کا فخر و شرف حاصل ہے

۳۔ علامہ عبدالحی لکھنوی نے نافع الکبیر میں حجاز میں مذہب شافعی لکھا ہے۔ اور باقی ممالک میں حنفیت کی ترویج کا اعلان کیا۔ (نافع الکبیر ص۳)

۴۔ شرح کنز الدقائق کی تمہید میں حضرات دیوبند نے وسعت مذہب حنفی کا تذکرہ بڑے فخریہ طمطراق سے کیا۔ اور خوب دل کھول کر ممالک کے نام گنوائے اور طویل طویل فہرست پیش کی لیکن عرب حجاز کا نام لینے سے ان کی زبان پر مہر سکوت سی لگ گئی۔ اور ہاتھ حرکت کرنے سے رک گیا۔ پس قلم کو جنبش کی توفیق ہی نہ ہوئی۔

پوری عبارتیں پیچھے ذکر ہو چکی ہیں (پس تاریخی حقیقت جو ذکر ہو چکی ہے کہ اہل حدیث حجازی اور اہل الرائے یا حنفی عراقی مذہب ہے اس پر نعمانی مولانا عبدالحی لکھنوی اور علما دیوبند کے اعتراف و اقرار نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ اور احادیث کہ

والایمان اهل الحجاز الحدیث اور الدین لیارز الی الحجاز الحدیث ان الاسلام یارزبین المسجدین الحدیث ان الایمان یارز الی المدینة الحدیث کا مصداق اور نمایاں

۱ حیثیت سے صرف مسلک اہلحدیث ہی ثابت ہوا۔ جس کے علمبردار اپنے اپنے عہد میں صحابہ تابعین اور اتباع تابعین امام مالک شافعی اور امام احمد ہوئے اور بعدہ ان کی خلافت و جانشینی کے لئے حضرت امام بخاری و امام مسلم ترمذی ابوداود نسائی بیہقی وغیرہم آئمہ

کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا تھا کہ یہ سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ ہر زمانہ و عہد میں لا تزال طائفۃ من امتی کے مصداق کی حیثیت سے حجۃ اللہ فی ارضہ کی شان میں جلوہ افروز رہا۔ اور قیامت تک چلتا رہے گا۔

ایک شبہ کا ازالہ اہل حجاز کے عراقی فقہ کے انکار سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کہ جن شہروں مثلاً عراق وغیرہ میں حنفی فقہ رائج تھی۔ وہاں حجازی مذہب کی اشاعت و ترویج نہ ہوئی ہوگی۔ بلکہ کوفہ۔ بغداد بصرہ وغیرہ عراق کے مشہور ترین شہروں میں خود مہاجرین و انصار اہل مدینہ کی اکثریت اور ان کی اولاد اقامت پذیر ہو چکی تھی۔ جو مذہب مدینہ کی فدائی و دلدادہ تھی۔ چنانچہ خلفاء عباسیہ منصور و ہارون رشید۔۔۔ حضرت ابن عباس کے مسلک کے اس قدر دلدادہ تھے کہ شاگردان امام ابو حنیفہ قاضی ابو یوسف و امام محمد خوشنودی۔۔۔۔ خلفا کی بنا پر اپنے مذہب کے خلاف عید کی تکبیرات مذہب مدینہ کے مطابق کہا کرتے تھے چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ اور انصاف میں پوری صراحت سے لکھا ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد نماز عیدین میں ابن عباس (اہلحدیث) کی تکبیر کہتے تھے، اس لئے کہ خلیفہ ہارون رشید اپنے دادا ابن عباس کی تکبیرات پسند کرتے تھے (آیات اللہ الکاملہ)

غرضیکہ بغدا دبصرہ کوفہ میں اہلحدیث کے عظیم الشان مراکز تھے۔ چنانچہ اوپر ذکر ہو چکا کہ امام شعبی کوفی اہلحدیث تھے۔ ایسے ہی ان کے بعد حضرت سفیان ثوری کوفی امیر المؤمنین فی الحدیث کے مبارک لقب سے شہرہ آفاق ہوئے۔ اور ان کا مسلک اہلحدیث کوفہ عراق وغیرہ میں مدت مدید تک مذہب حنفی کے مقابلہ میں دوش بدوش چلتا رہا۔ جیسا کہ مذاہب کی تعداد و شمار میں گزر چکا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک بصری محتاج تعارف نہیں۔ حضرت امام شافعی نے عراق بغداد میں معاران فقہ حنفیہ سے مناظرے کئے اور ناصر السنت لقب سے ملقب ہوئے۔ ان کے بعد امام احمد بن حنبلؒ۔ اسحاق بن راہویہ اور دیگر ائمہ اہلحدیث بغداد میں مبلغ و ناشر ہوئے۔ کما لا یخفیٰ۔

ضروری تنبیہ ائمہ ثلثہ امام مالک شافعی و احمد رحمہم اللہ صرف اہل حدیث ہی نہیں ہیں بلکہ اہل حدیث کے امتیازی شان کے خاص الخاص استاد و امام ہیں۔

رہے۔ ان کے مقلدین شمار ان کا بھی اہلحدیث میں ہوتا ہے لیکن وہ لوگ تقلید کا شکار ہو کر اصل مسلک اہلحدیث سے ایک حد تک بھٹک چکے ہیں کیونکہ وہ تقلید کا شکار ہیں۔ اہل حدیث کے فضائل ومناقب قدامت اور اصل اسلام ہونے کی تشریح وتفصیل کے لئے احقر کی مؤلفہ نتائج التقلید ہے تاریخ اہلحدیث کا عنوان ایک نظر ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت امام الحرمین کی مخصوص منقبت اور امتیازی شان اور ان کے امام اہلحدیث ہونے کا تذکرہ ہو رہا ہے بطور جملہ معترضہ مذکورہ تشریح درمیان حائل ہو گئی لہذا ضیافت طبع کے لئے مزید ملاحظہ فرمایئے۔ کہ امام مالک ہی کو فضیلت وشرف عطا ہوا کہ بعد کتاب اللہ حدیث نبوی کو موطا کی شکل کتابی حیثیت میں پیش کریں۔ اور عہد خیر القرون کے خاتمہ پر یہی موطا وہ در مکنون جس کی تصدیق اس عہد کے فقہا کبار نے بالاتفاق کی اور اس پر اپنے مذاہب کی بنیادیں استوار فرمائیں جیسا کہ عہد امام مالک میں ان سے ممد باعث فخر و ناز تھا ویسے ہی مابعد کے آنے والے جمیع مذاہب کے ذیشان اہل علم نے موطا کی شروح لکھنے کو اپنے لئے فخر وسعادت دارین یقین کیا۔

کیا خوب فرمایا ۱۔ حضرت شمس الہند نے بستان المحدثین میں "جملہ زینت این است کہ شخصے گوید حدثنا مالک۔ یعنی ابہت وشوکت امام مالک بایں درجہ رسید کہ شاگردی او را از مفاخر دنیا می شمردند (ص۶)

امام مالک کی شاگردی دنیا کی زینت بلکہ قابل رشک وفخر سمجھی گئی۔

۲۔ اگر شخصے بطلاق زن خود سوگند خورد کہ آنچہ در موطا ہست بلا شک وشبہ صحیح است حانث نشود وایں وثوق بر کتابے دیگر نیست۔ ص۸

اگر کوئی آدمی یوں قسم کھائے کہ اگر موطا کی مرویات صحیح نہ ہوں۔ تو میری عورت کو طلاق۔ تو اس کی قسم فی الواقعہ صحیح ہو گی اور یہ وثوق واعتبار سوا موطا کسی دوسری کتاب پر نہیں ہو سکتا۔

۳۔ علامہ ذہبی رقمطراز ہیں:۔

وقال الشافعی ما فی الارض کتاب اکثر صوابا من موطا مالک (تذکرۃ) امام شافعی فرماتے ہیں۔ کہ روئے زمین پر بعد کتاب اللہ موطا امام مالک ہی اصح الصحیح کتاب ہے۔ بستان المحدثین میں

۱؎ قیمت پانچ روپے

بعض رویا صالحین بھی ذکر کئے ہیں۔ چنانچہ ایک خواب امام مسلم کے استاد ابو مصعب تجیبی کا یوں ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۱۔ "مالک وارث تخت من است"

۲۔ دوسرے ایک امام کہتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"ہر چہ شمارا مشکل شود از مالک ابن انس بپرسید رضؓ)

۱۔ یعنے مالک ہی میرے علمی تخت کا صحیح وارث ہے

۲۔ اور دین میں جو مشکل درپیش ہو۔ اس سے دریافت کرو۔

۳۔ علامہ شعرانی کا خواب ترجمہ امام مالک میں ذکر ہو چکا ہے حضور نے فرمایا کہ مالک کے اقوال کو اپنا معمول بنائے رکھ فانہ ست ھدا ثاری۔ غرضیکہ امام المحدیث مالک بن انس علمی دنیا کا روشن ستارہ ہے۔

پس امر محقق یہ ہوا۔ کہ حضرت امام مالک دنیا اسلام میں المحدیث کے ممتاز مرتبہ سے شہرہ آفاق ہوئے جن کی خلافت و جانشینی کے نزاتّف امام شافعی اور امام السنہ احمد بن حنبل اور زین الائمہ محدثین حضرت اسحاق بن راھویہ پھر ان کی جانشینی کے لئے اللہ تعالےٰ نے سلطان المحدثین امام بخاریؒ امام مسلمؒ ترمذی۔ ابوداود۔ نسائی۔ بیہقی وغیرہم ائمہ المحدیث کو پیدا کیا۔ جو باتفاق علمائے امت لاتزال طائفۃ من امتی الحدیث اور ما انا علیہ واصحابی کا صحیح مصداق ہوئے چنانچہ متاخرین احناف علامہ طحطاوی کا فیصل کن بیان درمختار کی شرح اور ہندوستان کے مشہور ترین ترجمان حنفیت سید ابوالحسنات مولانا عبدالحی لکھنوی کا فیصلہ امام الکلام کے حوالہ سے گذر چکا

مولانا حالیؒ محقق حنفی شاعر سے ائمہ اہل حدیث کی منقبت ملاحظہ فرمایئے:۔

گروہ ایک جویا تھا علم نبی کا — لگایا پتہ جس نے ہر مفتری کا

نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب خفی کا — کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا!

کئے جرح و تعدیل کے وضع قانون

نہ چلنے دیا باطل کا افسوں

اسی دھن میں آساں کیا ہر سفر کو — اسی شوق میں طے کیا بحر و بر کو
سنا خازن علم دیں جس بشر کو — لیا اس سے جا کر خبر کر اثر کو
پھر آپ اس کو پرکھا کسوٹی پہ رکھ کر
دیا اور کو خود مزہ اس کا چکھ کر

کیا فاش راوی میں جو عیب پایا — مناقب کو چھانا مثالب کو تایا
مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا — آئمہ میں جو داغ دیکھا بتایا
طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا
نہ ملاں کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا

رجال اور اسانید کے جو ہیں دفتر — گواہ ان کی آزادگی کے ہیں یکسر
نہ تھا ان کا احسان یہ اک اہل دیں پر — وہ تھے اس میں ہر قوم و ملت کے رہبر
لبرٹی میں فائق جو ہیں آج سب سے
بتائیں کہ لبرل بنے ہیں وہ کب سے

مسدس حالی

شمس الہند کا محاکمہ

مجموعہ کرامات عزیزی میں ہے۔ کہ شیعوں کے ایک بہت بڑے مدعی اجتہاد انتہائی تقیہ کے بھیس میں محض عامی و جاہل کی صورت میں حضرت شمس الہند سے مودبانہ سوال کیا۔ کہ برائے نوازش مجھے اس مخمصہ سے نجات دلایئے۔ جس نے مجھے سخت پریشان کر رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہیئے وہ کیا ہے۔ مجتہد صاحب نے کہا کہ مجھے تردد ہے کہ مذہب شیعہ کا حق ہے یا سنیوں کا۔ جس سے پوچھتا ہوں۔ وہ اپنے ہی مذہب کی صداقت کے دلائل پیش کرتا ہے۔ مگر بوجہ ہونے جاہل و عامی کے میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا آپ ایسے طریق سے ارشاد فرمایئے۔ کہ حقیقت ذہن نشین ہو جائے۔ شاہ صاحب نے فرمایا یہ تو کوئی اہم مسئلہ یا مشکل امر نہیں بلکہ عام فہم اور بالکل آسان معاملہ ہے شاہ صاحب نے فرمایا۔ یہ بتایئے کہ آپ کتنی استعداد رکھتے ہیں شیعہ مجتہد نے کہا۔ آپ جو کچھ اس وقت بیان فرما رہے ہیں بخوبی سمجھ رہا ہوں شیعہ مجتہد تو اس خیال

میں تھے کہ شاہ صاحب کی کسی بات پر علمی گرفت کروں۔ شاہ صاحب بھی اپنی خدا داد فراست و علمی قابلیت سے اس کو پہچان گئے۔ اور فرمایا۔ کہ تم تو بڑے شوقین ہو۔ کون سے شہر کے رہنے والے ہو۔ اس نے ایک شہر کا نام عرض کیا۔ اس پر شاہ صاحب نے فرمایا۔ اس محلہ کے لوگ تمہیں خوب جانتے ہیں یا دوسرے محلہ کے رہنے والے۔ مجتہد صاحب نے کہا کہ یہ بات ظاہر ہے۔ کہ اپنے ہی محلہ کے لوگ زیادہ واقف و شناسا ہوتے ہیں۔

۲۔ شاہ صاحب نے پھر فرمایا۔ کہ تمہاری بستی یا شہر کے لوگ تمہیں زیادہ جانتے اور پہچانتے ہیں یا کہ دوسرے شہر و بستی کے لوگ۔ اس نے کہا۔ اپنی بستی و شہر کے لوگ ہی بہرحال زیادہ جان پہچان والے ہوتے ہیں۔

۳۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔ بھلا یہ بتاؤ۔ کہ تمہارے ملک و علاقہ کے لوگ تمہیں زیادہ جانتے ہیں یا دوسرے علاقہ و ملکوں کے لوگ مجتہد صاحب نے کہا حقیقت تو یہی ہے۔ کہ اپنے علاقہ و ملک کے لوگ ہی زیادہ شناسا و واقف ہوتے ہیں۔

فیصلہ شاہ صاحب نے فرمایا۔ جب اصلیت یہ ہے۔ تو پھر یہ سمجھنا آسان ہو گا۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی۔ اور پھر وہاں سے ہجرت کر کے آپ مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے اور ما سوا اس کے کسی دوسرے ملک میں آپ کو اکثر سفر یا قیام کا اتفاق نہ ہوا۔ پس مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جا کر دیکھو یا دریافت کر لو۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلک و طریق سنیوں کے موافق ہے یا شیعہ کے؟

یہ فیصلہ کن بیان سن کے شیعہ مجتہد خاموش اٹھ گئے۔ (کمالات عزیزی صہ ۲۱ و ۲۲ مطبوعہ مجتبائی پریس دہلی)

خاتمہ سخن شمس الہند کے عقلی فیصلہ کے مطابق کتب تفسیر و حدیث سیر و تاریخ و اسماء الرجال متقدمین کی شروح حدیث سے اہل حجاز بالخصوص ہجرت گاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ منورہ) کا مذہب مسلک خیر القرون کے عہد سعادت عہد اور اس کے خاتمہ پر بغور ملاحظہ فرمایئے۔ تو اظہر من الشمس ہو جائے گا۔ اہل مدینہ یا اہل حجاز حنفی مقلد تھے۔ یا کہ مسلک اہل حدیث کے علمبردار۔ پس آپ خدا داد فہم و فراست سے صحیح حالات معلوم کر کے مسلک

مدینہ کو اپنا دستور العمل بنائیں۔

وہ شاید قفس میں ہی عمریں گنوائیں
گئی بھول صحرا کی جن کو صدائیں

وما علینا الا البلاغ

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی اٰلہ واصحابہ و ازواجہ واتباعہ الی یوم الدین

اہل حجاز کا عراقی مذہب سے دور رہنے کا سبب

جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجاز کے متعلق ایمان واسلام کی بشارت وپیشینگوئیاں فرمائیں۔ ویسے ہی عراق کے متعلق اعلان فرمایا۔ کہ یہ زمین فتنہ وفسادات کا منبع ومرکز بدعات اور خون خرابہ کا مبداء ومخرج ہے۔ چنانچہ آپ کے اعلانات کے تحت صحابہ تابعین اور اتباع تابعین نے مشاہدتاً سب کچھ ہوتا دیکھا اور امت کو متنبہ اور آگاہ بھی کیا۔ لہٰذا تعصب اور جنبہ داری سے بالاتر ہوکر انتہائی ٹھنڈے دل اور خوب غور وتدبر سے ملاحظہ فرمائیے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانات

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان متعلقہ عراق یوں مروی ہے کہ آپ اپنی مسجد مقدس میں منبر مبارک کے پاس کھڑے ہوئے فرمارہے تھے[۱] الفتنۃ ھھنا حیث یطلع قرن الشیطان اوقال قرن الشمس[۲] دوسری حدیث کے واضح الفاظ یہ ہیں۔ وھو یقبل المشرق یقول الا ان الفتنۃ ھھنا حیث یطلع قرن الشیطن (بخاری کتاب الفتن)

۳۔ ان احادیث کی وضاحت کے لیے حافظ ابن حجر نے تیسری روایت یوں ذکر کی ہے وفی روایۃ شعیب الا ان الفتنۃ ھھنا یشیر الی المشرق حیث یطلع قرن الشیطن (فتح الباری) حاصل ترجمہ یہ کہ منبر کے پاس کھڑے ہوئے آپ نے انگلی مبارک سے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بے دینی کا سیلاب اسی جانب سے آئے گا جہاں سے قرن الشیطان یا سورج

طلوع ہوتا ہے۔

۴۔ صحیح مسلم کے الفاظ اسی طرح ہیں۔ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشیر بیدہ نحو المشرق ویقول ان الفتنۃ ھھنا ان الفتنۃ ھھنا ثلاثا حیث یطلع قرن الشیطان یعنی المشرق (صحیح مسلم مع نووی ج ۲ صفحہ ۳۹۴) ایک روایت یوں بھی ہے وھو مستقبل المشرق

۵۔ دوسری حدیث ان الفاظ سے بھی وارد ہے۔ خرج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من بیت عائشۃ فقال رأس الکفر من ھھنا من حیث یطلع قرن الشیطان یعنی المشرق آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قیام گاہ سے برآمد ہوتے ہوئے فرمایا۔ کہ رأس الکفر (کفر کا سر) مشرق کی طرف ہے۔ جہاں سے شیطان کا سر نکلتا ہے۔

۶۔ صحیح مسلم جلد اول باب تفاضل اہل الایمان فیہ ورجحان اہل الیمن فیہ میں جابر بن عبداللہ کی روایت میں مذکورہ احادیث کی تفسیر اور تشریح یوں وارد ہے۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غلظۃ القلوب والجفاء فی المشرق والایمان فی اھل الحجاز یعنے دلوں کی سختی یا غلظت اور جور وجفاء تو (مدینہ منورہ) سے مشرق کی طرف ہے۔ اور ایمان حجازی لوگوں میں۔

نووی شارح مسلم رقمطراز ہیں:۔ والمراد بذلک اختصاص المشرق بمزید من تسلط الشیطان ومن الکفر کما قال فی الحدیث الاخر راس الکفر نحو المشرق یعنے مشرق کا ذکر پوری خصوصیت سے بدیں وجہ آیا ہے۔ کہ شیطانی تسلط اور کفر کا سب سے بڑا زور یا مرکز اسی طرف ہے۔ چنانچہ راس الکفر نحو المشرق الحدیث سے ظاہر اور ثابت ہے۔

مشرق کے علاقہ کی نشان دہی راوی حدیث حضرت ابن عمرؓ سے کتاب الفتن میں مذکورہ احادیث کی توضیح یوں وارد ہے۔

یا اھل العراق ما اسئلکم عن الصغیرۃ وارکبکم الکبیرۃ ..... ان الفتن تجئ من ھھنا واومی بیدہ نحو المشرق من حیث یطلع قرن الشیطان وانتم یضرب بعضکم رقاب بعض الحدیث

جامع ترمذی میں یوں ہے۔ انظروا الی ھذا یسال من دم البعوض وقد قتلوا ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تفسیر ابن کثیر) زیر آیت وحملنا اوزارا من زینۃ القوم فقذفنھا الایہ (سورہ طہ) انہ سالہ رجل من اھل العراق عن دم البعوض اذا اصاب الثوب یعنی ھل یصلی فیہ ام لا فقال ابن عمر انظروا الی اھل العراق قتلوا ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھم یسئلون عن دم البعوضۃ الخ

حضرت ابن عمرؓ سے ایک عراقی شخص نے مسئلہ دریافت کیا۔ کہ اگر کپڑے پر مچھر کا خون پڑ لگ جائے تو اس سے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔ پس اس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ کہ عراقیوں! تم کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتے ہوئے تو بالکل نہیں جھجکتے۔ اور چھوٹے سے چھوٹے نادر الوقوع مسائل پوچھنے کا تمہیں خوب شوق ہے۔ حالانکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ کہ آپ اپنے ہاتھ مبارک سے مشرق (تمہارے علاقہ عراق) کی طرف اشارہ کر کے یہ فرماتے سُنا۔ کہ فتنے وفسادات اور بدعات کے طوفانی سیلاب اسی طرف سے آئیں گے۔ جہاں سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ کو تو انتہائی بے رحمی سے شہید کر دیا۔ اور مسئلہ پوچھتے ہو۔ کہ مچھر کا خون لگے کپڑے سے نماز جائز ہو گی یا نہیں۔

مسند احمد کی حدیث بلفظہ یہ ہے۔ رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشیر بیدہ یوم العراق ھا ان الفتنۃ ھھنا ثلث مرات من حیث یطلع قرن الشیطان (جلد ۲ ص۱۴۳) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے خاص عراق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ خبردار فتنے اس جگہ سے ہیں جس طرف سے شیطان کا سینگ نکلتا ہے۔

صحیح بخاری کی ایک حدیث بدیں الفاظ بھی وارد ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دعا فرمائی۔

اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا وفی نجدنا الحدیث

اے اللہ ہمارے ملک شام میں برکت نازل فرما۔ اور یمن کو برکت سے بھرپور کر دے۔ حاضرین سے ایک شخص نے عرض کیا۔ حضرت ہمارے نجد (عراق) کے لئے بھی دعا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔

هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان

وہاں سے تو زلزلے و بھونچال اور قرن الشیطان نکلے گا۔

کنز العمال میں مذکورہ حدیث کی وضاحت اس طرح ہے
اللھم بارك لنا فی صاعنا ومدنا ومکتنا ومدینتنا وبارك لنا فی شامنا

ویمننا فقال رجل وعراقنا قال ان فیھا قرن الشیطان وتھیج الفتن وان

الجفاء بالمشرق (جلد ۶ صفحہ ۲۲۴)

کنز العمال جلد ۶ میں یہ حدیث اس طرح پر آئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ شام اور یمن کے لئے دعائے برکت فرما رہے تھے۔ پس یہ دیکھ کر ایک شخص پکار اٹھا

فالعراق فیھا میرتنا وفیھا حاجاتنا فسکت فقال بھا یطلع قرن الشیطان وھناك

الزلازل والفتن۔

حاصل مطلب دونوں حدیثوں کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرما رہے تھے۔ کہ اے اللہ ہمارے صاع مد اور مکہ کرمہ اور مدینہ منورہ شام اور یمن میں برکت فرما۔ اس پر ایک کہنے والے نے عرض کیا۔ یا حضرت ہمارے نجد عراق کے لئے بھی برکت کی دعا فرمائیے۔ کیوں کہ وہاں سے بھی ہماری ضروریات زندگی اور مویشی کا چارہ وغیرہ بہت سی چیزیں آتی ہیں۔ قدرے خاموشی کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ عراق میں تو قرن شیطان اور فتنے جوش مارتے ہیں۔ اور جور و جفا مشرق (عراق) ہی میں ہے۔

طبرانی کی صریح حدیث یوں بھی ہے۔ دخل ابلیس فی العراق فقضی حاجتہ شیطان نے عراق میں داخل ہو کر اپنی حاجت پوری کی

نتیجہ تمام روایات مذکورہ کا یہ ہوا۔ کہ عراق کا علاقہ مدینہ منورہ سے مشرق کی طرف ہے۔ فتنہ و فسادات کے طوفان دلوں کی سختی اور جور و جفا کے خونی بھونچال اور ہنگامے وغیرہ اسی مشرق کی طرف سے ظہور پذیر ہوں گے۔ بدیں وجہ آپ نے نجد عراق کے لئے دعا سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ عراقی نجد تو فتنہ فسادات کا مرکز اور شیطان کی تجربہ گاہ اور مستقل چھاؤنی ہے۔ اگرچہ احادیث کا مفہوم کسی تشریح کا محتاج نہیں تاہم ائمہ محدثین و شارحین کی شہادت پڑھیے۔

خاتمہ الحفاظ حافظ ابن حجر فتح الباری میں قرن الشیطان کی تشریح میں رقمطراز ہیں۔

اما قول قرن الشیطان فقال داودی للشمس قرن حقیقة ویحتمل ان یرید بالقرن قوة الشیطان وما یستعین بہ علی الاضلال وھذا اوجہ الخ

یعنے امام داودی (لغت وحدیث کے امام ہیں) قرن الشیطان کی شرح میں فرماتے ہیں کہ :-

۱- سورج کے حقیقتاً سینگ بھی ضرور ہیں۔ اور اس سے یہ مراد بھی ہوسکتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطانی قوت کی طرف اشارہ فرمایا ہو۔ جو ہر گمراہی کی معاون ومدد ہے اور یہ آخری توجیہ اور مراد بہت عمدہ اور بہت صحیح ہے۔

۲- وقال الخطابی القرن الامة یحدثون فناد آخرین یعنے قرن سے فتنہ باز شرارتی اہل بدعت گروہ اور فرقے مراد ہیں۔

۳- دعاء برکت والی حدیث کی شرح میں حافظ صاحب لکھتے ہیں۔ قال المھلب ترک صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء لاھل المشرق لیضعفوا عن الشر الذی ھو موضوع فی جھتھم لاستیلاء الشیطان بالفتن (لغت وحدیث کے امام حضرت مہلب فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مشرق (عراق والوں) کے لئے دعا اس وجہ سے نہ فرمائی۔ کہ فطری طور پر یہ علاقہ فتنہ وفسادات اور شیطانی غلبہ اور تسلط وغیرہ کے لئے موضوع اور مخصوص تھا۔

نجد کی تشریح فرماتے ہوئے حافظ صاحب رقمطراز ہیں۔ نجد من جھة المشرق ومن کان بالمدینة کان نجدہ بادیة العراق ونواحیھا وھی مشرق اھل المدینة

یعنے جس نجد کے لئے آپ نے دعا فرمانے سے سکوت اور اس کے فتنہ وفساد ہونے کی خبر دی وہ پوری خصوصیت سے نجد عراق ہی ہے۔ کیوں کہ بادیہ عراق اور اس کا گرد ونواح ہی مخصوص نجدی علاقہ ہے۔ جو مدینہ منورہ سے مشرق کی جانب واقع ہے۔

بخاری کتاب التوحید کی حدیث یخرج ناس من قبل المشرق الحدیث کی شرح میں حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ وکان ابتداء خروجھم من العراق وھی جھة المشرق یعنے فتنہ باز اہل بدعت وشرارتی گروہ اور فرقوں کا ظہور اور ابتداء خصوصاً عراق سے ہوئی۔

علامہ قسطلانی | شارح بخاری رقمطراز ہیں۔ انما اشار علیہ الصلوٰۃ والسلام الی المشرق۔ فاخبران الفتنۃ تکون من تلک الناحیۃ وکذا وقعت فکانت وقعۃ الجمل ووقعۃ الصفین ثم ظہور الخوارج فی ارض نجد والعراق وماوراءھا من المشرق ــــ وھذا من اعلام النبوۃ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی جیساکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے خبر دی تھی کہ فتنوں کا طوفان اسی جہت سے بلند ہوگا۔ پس من وعن ویسے ہی ہوا۔ جیسے واقعہ جنگ جمل اور جنگ صفین اور بعدہ خوارج کا ظہور نجد وعراق کی سرزمین سے ہوا۔ جوکہ مدینہ منورہ کا مشرقی علاقہ ہے اور یہ پیشین گوئی آپ کی خاص اعلام نبوت سے ہے صلی اللہ علیہ وسلم

ہندوستان کے پہلے نامور حنفی محشی | مولانا احمد علی صاحب سہارن پوری لفظ نجد کی تشریح میں رقمطراز ہیں:۔

ا۔ ومن کان بالمدینۃ الطیبۃ صلی اللہ .... علیہ وسلم کان نجدہ بادیۃ العراق ونواحیھا وھی مشرق اھلھا

۲۔ مکرر صراحت سے حنفی محشی نے یوں بھی لکھا ہے۔ والعراق وماولاھا کانت من المشرق مدینہ طیبہ کے رہنے والوں کے مشرق کی طرف عراق کا جو علاقہ ہے جسے نجد عراق کہا جاتا ہے۔ حدیث میں جس نجد کا ذکر ہے۔ اس سے یہی نجد عراق ہی مراد ہے۔

نجد عراق | کی نشان دہی فرماتے ہوئے حنفی محشی بخاری کے باب السریۃ التی قبل نجد میں رقمطراز ہیں۔ کلما ارتفع من تہامۃ الی ارض العراق فھو نجد یعنی تہامہ (مکہ) کے عراق تک کی اونچی زمین کا جو علاقہ ہے اسے نجد عراق کہا جاتا ہے۔

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری | علامہ بدرالدین عینی نامور حنفی کی شرح بخاری سے مولانا احمد علی صاحب تائیداً نقل فرماتے ہیں۔

وانما اشار صلے اللہ علیہ وسلم الی المشرق لان اھلہ یومئذ اھل کفر فاخبران الفتنۃ تکون من تلک الناحیۃ وکذا کانت وھی وقعۃ الجمل ووقعۃ الصفین ثم ظہور الخوارج فی ارض نجد والعراق وماوراءھا من المشرق

یعنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ فتنے وفسادات کا ظہور اسی مشرقی جانب سے ہوگا۔ پس من وعن ویسے ہی ہو کر رہا۔ یعنے جنگ جمل اور جنگ صفین پھر خوارج کا فتنہ بھی اسی نجد عراق سے ہوا۔ جو کہ مدینہ سے مشرق کی طرف ہے۔

خاتمۃ الحفاظ حضرت حافظ ابن حجر نکتہ رس شارح کا اٹل فیصلہ بغور پڑھیے۔

فاخبر صلی اللہ علیہ وسلم ان الفتنۃ تکون من تلک الناحیۃ فکان کما اخبر واول الفتن کان قبل المشرق فکان سببا للفرقۃ بین المسلمین فذلک یحبہ الشیطان ویفرح بہ وکذلک البدع نشأت من تلک الجہۃ (فتح الباری مصر جلد ۱۳ ص ۳۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ کہ مدینہ منورہ سے مشرق کی طرف علاقہ نجد عراق سے فتنہ وفسادات کی ابتدا اور ظہور ہوگا۔ من وعن بالکل ویسے ہی ہوا۔ چنانچہ سب سے اول جو بڑا خطرناک ومہلک فتنہ ملک عراق سے تفریق بین المسلمین کی شکل میں ظہور پذیر ہوا وہ شیطان کی خوشنودی اور فرحت کا موجب ہے۔ ایسے ہی دوسری بدعات وخرافات کی پیدائش بھی خصوصاً اسی عراق سے ہوئی ہے۔

فرقہ بازی کا مرکز عراق ہی ہے یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ اسلام میں پھوٹ گروہ بندی اور فرقہ سازی جیسی خطرناک جہلک وبائی امراض کی ابتدا سرزمین عراق ہی سے ہوئی۔ یعنے جنگ جمل جنگ صفین پھر خوارج ایسے بدترین گمراہ فرقہ کا وجود جس کی ضد میں روافض جیسا مفسد وشرارتی گروہ ظہور پذیر ہوا۔ حضرت علی کی شہادت۔ حضرت حسن پر قاتلانہ حملہ اور زہر دیا جانا۔ اور کربلا کا دل ہلا دینے والا اندوہگین واقعہ حضرت امام ابوحنیفہ کی قید وبند اور بالآخر زہر دیا جانا۔ حضرت سفیان ثوری جلیل القدر امام الحدیث کا بھیس بدل کر ملک سے بھاگ کر جان بچانا امام مالک کی شرمناک توہین وسزا کا تاریخی واقعہ۔ امام احمد کی لرزہ خیز سزا اور الم انگیز داستان معتزلہ ایسا مجسم ابلیس وگمراہ فرقہ جس کے نتیجہ وشرارت میں اکثر گمراہ وبدعقیدہ فرقے وجود پذیر ہوتے۔ حتیٰ کہ خود ہمارے ملک میں نیچری چکڑالوی منکرین

حدیث۔ مرزا قادیانی اور اس کی امت وغیرہ سب اسی کے ناپاک دسترخوان کے ریزہ چین ہیں۔

صحابہ کا انتباہ جلیل القدر صحابہ رضوان اللہ علیہم کے مخصوص اعلانات بھی بطور نمونہ دیکھئے

۱۔ عن ابی ادریس قال قدم علینا عمر بن الخطاب الشام فقال اریدان اتی العراق فقال لہ کعب الاحبار اعیذک باللہ یا امیرالمومنین من ذالک قال رما تکرہ من ذالک قال بھا تسعۃ اعشار الشر وکل داء عضال وعصاۃ الجن وھاروت وماروت وبھا باض ابلیس وفرخ (کنزالعمال جلد ۷ ص۱۲۵)

۲۔ دوسری روایت میں یوں ہے: اراد عمر لایدع مصرا من الامصار الا اتاہ فقال لہ کعب الاحبار لاتاتی العراق فان فیہ تسعۃ اعشار الشر۔

۳۔ لاتخرج الیہا یا امیرالمومنین فان بھا تسعۃ اعشار الشر وبھا فسقۃ الجن وبھا الداء العضال۔

موطا امام مالک مختصر ترجمہ یہ کہ حضرت عمر نے اپنی مملکت کے شہروں اور علاقوں کے دورے کا قصد وارادہ کیا۔ پس یہ معلوم کرکے حضرت کعب احبار جلیل القدر صحابی نے عرض کیا۔ اے امیرالمومنین آپ کو اللہ تعالےٰ کی حفاظت وپناہ میں دیتا ہوں عراق تشریف لے جانیکا قصد ہی نہ فرمایئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ وہاں کیا برائی اور خرابی ہے۔ کہا۔ وہاں تو حصے شر اور سخت نافرمان جنوں کی رہائش اور ہاروت وماروت ہیں اس علاقے میں شیطان نے انڈے اور بچے دے رکھے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ صحابہ کی نظر میں سر زمین عراق شرارت وگمراہی اور بدعات وغیرہ کا منبع ومرکز ہے۔

فاروقی انتباہ اوپر کی روایات میں تو حضرت عمرؓ کو عراق کے دورے سے روکتے ہوئے اعیذک باللہ کہا گیا۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خاص انتباہ خود خفی زبان سے سنئے حضرت خلیفہ ثانی نے انصارؓ کی ایک جماعت کو کوفہ کی طرف روانہ کرتے ہوئے تاکیدی وصیت اور ہدایت یوں فرمائی۔ تم کوفہ جاتے ہو۔ وہاں تم ایسے لوگوں کو ملو گے جو قرآن رقت سے پڑھتے ہیں۔ وہ تمہارے پاس آکر کہیں گے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آئے ہیں وہ

تم سے حدیثیں دریافت کریں گے۔ تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کی روایت بہت کم بیان کرنا۔ (آیات اللہ الکاملہ صہ ۲۲۳ کشاف صہ ۴۶)

اہل کوفہ کی جو خاص علامت و نشانی رقت سے قرآن پڑھنا ذکر کرکے حضرت عمرؓ نے انصارؓ کو متنبہ فرمایا۔ وہ دراصل اس حدیث کی تشریح ہے۔ جسے ابو داؤد نے یوں روایت کیا ہے:۔

یخرج قوم من امتی یقرءون القران لیست قرأتکم الی قرأتھم شیئا ولا صلوتکم الی صلوتھم شیئا ولا صیامکم الی صیامھم شیئا الحدیث (عون المعبود جلد ۴ صہ ۳۸۹)

میری امت سے ایک ایسی قوم بھی ہوگی جو قرآن اس طرح پڑھے گی کہ تمہارا پڑھنا ان کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہوگا۔ تمہاری نماز اور روزہ بھی ان کے نماز روزہ سے ہیچ ہوگا۔

چنانچہ جامع ترمذی مع تحفۃ الاحوذی میں اس گروہ کی یوں وضاحت وارد ہے۔ انھم الخوارج الحروریۃ وغیرھم من الخوارج العراق یعنے حروریہ وغیرہ کے خوارج یہ سب عراقی لوگ ہی ہیں۔

۲۔ حضرت حسنؓ کا خطبہ حضرت حسنؓ پر کوفہ کی مسجد میں بحالت سجدہ نماز ایک ظالم کوفی نے آپ کو قتل کر دینے کے ارادہ سے حملہ کیا۔ مگر دشمن خدا اپنے ارادہ بد میں ناکام رہا۔ یعنے حضرت زخمی اور مجروح تو ہو گئے لیکن خیریت رہی۔ صحت یاب ہونے پر آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ اے عراقیو! تم ہمارے بارے میں خوف خدا کرو۔ ہم وہی ہیں جن کا ذکر اللہ تعالےٰ نے اس آیت تطہیر میں فرمایا ہے:۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ (تفسیر ابن کثیر سورہ احزاب)

تابعین کے اعلانات صحابہ اور وارثین صحابہ کے بعد حضرات تابعینؒ یعنے ارشد تلامذہ صحابہ کے انتہائی اعلانات متعلقہ کوفہ عراق بطور نمونہ بغور ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ حضرت طاؤس جلیل القدر تابعی جن کو حضرت عائشہؓ۔ زید بن ثابت۔ ابوہریرہ۔ زید بن ارقم

ابن عباسؓ وغیرہ صحابہ سے شرف تلمذ وفخر صحبت حاصل ہے۔ جو اپنے وقت کے راسخ العلم والعمل تسلیم کئے گئے ہیں (تذکرۃ الحفاظ) آپ شاگرد کو تاکید وصیت فرماتے ہیں۔ اذا حدثک العراقی مائۃ حدیث فالق تسعا وتسعین الخ (تدریب الراوی ص۲۳) یعنے اگر کوئی عراقی عالم تمہارے سامنے پوری سو حدیث بیان کرے۔ تو ننانویں (ایک کم سو) کا قطعاً اعتبار نہ کرنا اور باقی ایک کو بھی خالی از مشبہ نہ خیال کرنا۔

۲۔ حضرت ہشام بن عروہ جن کی منقبت نعمانی صاحب نے سیرۃ النعمان میں امام ابوحنیفہ کے اساتذہ کی ذیل میں یوں ذکر کی ہے معروف ومشہور تابعی تھے۔ بہت سے صحابہ سے (حدیثیں) روایت کیں۔ بڑے بڑے ائمہ حدیث مثلاً سفیان ثوری۔ امام مالک۔ سفیان بن عیینہ ان کے شاگرد تھے۔ خلیفہ منصور ان کا نہایت احترام کرتا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کے جنازہ کی نماز منصور نے ہی پڑھائی (جلد ۲ ص۲۹) فرمایا کرتے تھے۔ اذا حدثک العراقی بالف حدیث فالق تسعا وتسعین مائۃ وکن من الباقی فی شک (تدریب الراوی ص۲۳) یعنے اگر کوئی عراقی عالم ایک ہزار حدیث بیان کرے۔ تو پوری نو سو ننانویں کا تو قطعاً اعتبار نہ کرنا۔ اور باقی ایک کو بھی شبہ سے خالی نہ جاننا

۳۔ ائمہ حرمین الشریفین کے بعد شام کے امام الائمہ حضرت امام اوزاعی جن کی رفعت وعظمت کا تعارف نعمانی صاحب نے یوں کرایا ہے "تاریخوں سے ثابت ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فن حدیث میں امام اوزاعی کی شاگردی کی ہے (سیرت النعمان جلد ۱ ص۴۲)

موصوف کے تلمیذ رشید حضرت سلیمان بن حسان کہتے ہیں کہ ان گنت و بے شمار دفعہ میں نے حضرت امام اوزاعی کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ ابوحنیفہ اتی عری الاسلام فنقضھا عروۃ عروۃ (تاریخ بغداد اردو ترجمہ ابوحنیفہ) ابوحنیفہ نے اسلام کو تار تار اور ٹکڑے ٹکڑے کرکے بکھیر دیا۔ امام شعرانی نے میزان الکبریٰ میں اس قول کو مدح امام میں شمار کیا ہے

۴۔ نہ صرف یہی بلکہ امام اوزاعی کے دوسرے شاگرد رشید جو عبادت زہد وتقوےٰ میں ضرب المثل ہیں کہتے ہیں کہ میں امام اوزاعی کی مجلس میں اس وقت موجود تھا۔ جب ان کو خبر پہنچی کہ امام ابوحنیفہ صاحب دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی حضرت الشیخ کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔ الحمد لله ان کان لینقض الاسلام عروۃ عروۃ

۵۔ حضرت امام زہری جو اکابر تابعین اور مدینہ منورہ مسجد نبوی کے مخصوص آئمہ اور حضرت امام مالک کے ذی شان اساتذہ اور سند حدیث کے اصح الصحیح راویوں سے ہیں اور جن کی منقبت نعمانی صاحب نے سیرۃ النعمان میں پوری وضاحت سے ذکر فرمائی ہے یہ جلیل القدر و ممتاز فقیہ مدینہ مجلس تلامذہ میں بتاکید اکید فرمایا کرتے اذا سمعت بالحدیث العراقی فاردد بہ ثم اردد بہ (تدریب الراوی ۲۳) عراقی حدیث کا ایک ذرہ برابر بھی اعتبار نہ کرنا۔

۶۔ کوفی حدیث کے متعلق تو پوری خصوصیت سے فرمایا کرتے ان فی حدیث اھل الکوفۃ زغلا کثیرا کوفہ والوں کی حدیث میں سخت گڑبڑ ہوتی ہے۔

۷۔ **حضرت ربیعہ بن عبدالرحمن** جو فقہا سبعہ مدینہ منورہ کے مخصوص و معزز آئمہ میں سے ایک ہیں۔ امام ذہبی نے ان کا قول ترجمہ امام مالک میں یوں نقل کیا ہے۔ یقول درسھذا المقام ماراینت عراقیا تام العقل (تذکرۃ الحفاظ) خدا کی قسم عراقی عقل مند نہیں پائے گئے۔

ائمہ ثلاثہ حضرات تابعین رضوان اللہ علیہم کے بعد اتباع تابعین کا مرتبہ ہے۔ جن میں آئمہ ثلاثہ امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ رضوان اللہ علیہم انتہائی عظمت اور شہرت کے مالک تسلیم کئے گئے ہیں۔ ذیل میں ان کے اقوال ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ حضرت امام مالک کوفہ کا ذکر کرتے ہوئے اکثر فرمایا کرتے۔ وہاں تو حدیث کا اچھا خاصہ دارالضرب یعنی ٹکسال ہے بنا، علیہ درس حدیث میں خصوصیت سے بتاکید فرمایا کرتے۔ کل حدیث جاء من العراق ولیس لہ اصل فی الحجاز فلا تقبلہ (تدریب الراوی) جب تک کہ عراقی حدیث کی اصل یا سند حجاز سے ثابت نہ ہو اس کا ایک ذرہ اعتبار نہ کیا جائے۔

مزید صراحت سے فرمایا کرتے۔ اذا خرج الحدیث عن الحجاز انقطع نخاعہ (تدریب الراوی) حجازی الاصل سے خالی حدیث کھوکھلی ہوتی ہے۔

۱۔ حضرت شافعیؒ کا قول اگرچہ ان کے ترجمہ میں ذکر ہو چکا تاہم مکرر پڑھیے ایاکم والاخذ بالحدیث الذی اتاکم من بلاد اھل العراق الا بعد التفتیش

۲۔ نیز زور سے فرمایا کرتے۔ کل حدیث جاء من العراق ولیس لہ اصل فی الحجاز فلا

یقبل وان کان صحیحا ما ارید الا نصیحتک (کتاب الراوی ص۶۳ مطبوعہ مصر) بطور خیر خواہی و نصیحت کے کہتا ہوں۔ کہ جس حدیث کی اصل حجاز سے ثابت نہ ہو اس کو بالکل قبول نہ کرنا۔ اگرچہ صحیح ہو۔

امام السنہ ۱۔ امام احمد بن حنبل نے اہل کوفہ کی حدیث کے متعلق جس انداز سے اعلان فرمایا ہے سنن ابوداود سے پڑھیے۔ سمعت احمد یقول لیس لحدیث اھل کوفۃ نور (ابوداود مطبوعہ مجتبائی پریس دہلی جلد ۲ ص۳۵۱) یعنی کوفہ والوں کی حدیث بے نور ہوتی ہے۔ ۲۔ نیز فرمایا کرتے ان ھولاء اصحاب ابوحنیفۃ لیس لھم بشی بصر من الحدیث ما ھو الا الجرأۃ (قیام اللیل ص۱۲۳ مروزی مطبوعہ لاہور) امام صاحب ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جسے علم حدیث کی ایک ذرہ بھی سمجھ ہو۔ یہ لوگ علم حدیث میں صرف سینہ زوری سے کام لیتے ہیں۔ ۳۔ علامہ شعرانی حضرت عبداللہ ابن احمد سے نقل کرتے ہیں۔ کہ میں نے آپ سے بطور فتویٰ یہ دریافت کیا کہ اگر کوئی آدمی ایسی جگہ آباد ہو کہ جہاں اہل الرائے کی اکثریت ہو اور اہل حدیث سے صرف ایسا عالم ہو۔ جسے حدیث کی صحت و ضعف اور سقم وغیرہ کا علم نہ ہو۔ اگر وہاں مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت درپیش ہو۔ تو کس کی طرف رجوع کرنا بہتر ہوگا پس حضرت امام السنہ نے فرمایا۔ یسئل صاحب الحدیث ولا یسئل عن صاحب الرای (میزان الکبری مصری جلد ۱ ص۶) اہل حدیث سے پوچھے اور اہل الرائے کی طرف رجوع نہ کرے۔ ۴۔ وکان یقول ضعیف الحدیث احب الینا من اراء الرجال یعنی اہل الرائے کے قول و فتوے سے مجھے ضعیف حدیث محبوب ہے بغیر کسی رائے اور تبصرہ کے احادیث صحابہ تابعین اور اتباع تابعین رضوان اللہ علیہم کے فرامین آپ کے سامنے ہیں۔ انصاف خود فرمائیے ع

مراد مانصیحت بود کردیم و رفتیم

خلاصہ کلام عراق کا مرکز فتنہ و فساد ہونا مسلمہ شرعی امر تھا۔ بنا علیہ حجازی لوگوں نے حنفی مذہب سے رشتہ ہی مذہب کی صورت اختیار کرنے کے باوجود بھی) مانوس تو کجا قریب ہونا بھی گوارا نہ کیا۔

* * * * * * * * * *

وما علینا الا البلاغ

والحمد للہ رب العالمین

(حمایت الاسلام پریس لاہور)

حکیم محمد اشرف سندھو علیہ الرحمہ کی تصانیف

حاصل کرنے کے لئے یاد رکھیں

۱۔ مکتبہ تنظیم (مسجد قدس) چوک دالگراں لاہور

۲۔ شیخ محمد اشرف کشمیری بازار لاہور

۳۔ حق برادرز نیو انارکلی چوک لاہور

۴۔ رحمانیہ دارالکتب امین پور بازار لائل پور

۵۔ سکول بک ڈپو گوجرانوالہ

۶۔ ادیل دوا خانہ ریل بازار پتوکی

۷۔ عبدالرحمٰن پنساری (رنبی پوری) کھنڈا موڑ

دارالاشاعت اشرفیہ مقام سندھو ڈاکخانہ بلوکی

براستہ چھانگا مانگا ضلع لاہور

حکیم محمد اشرف علیہ الرحمہ سندھو کی دیگر تصانیف

پیغام جیلانی امام الاولیاء شہنشاہ ولایت شیخ عبد القادرؒ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ شرقاً غرباً کروڑہا آپ سے عقیدت رکھنے والے موجود ہیں۔ مگر سوانح حیات۔ ارشادات و نصائح سے واقف نہیں۔ احباب کے پر زور مطالبے اور پیہم اصرار کی بنا پر معہ اضافہ دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے خود پڑھیں احباب میں تقسیم کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔

مقام اہلحدیث مقلدین کے سربراہوں نے نتائج التقلید پر بے بنیاد و باطل الزامات عائد کیے تھے مصنف رحمۃ اللہ تعالےٰ نے اپنے وسیع مطالعہ سے ان کے مدلل و مسکت جوابات دیئے ہیں اس کے مطالعہ سے آپ کے علم میں بیحد اضافہ ہو گا۔ قیمت دو روپے پچاس پیسے۔

عقیدہ حیات النبی ؐ (کتاب و سنت کی روشنی میں) اگر آپ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زندگی کے متعلق قرآن مجید۔ احادیث۔ صحابہ۔ آئمہ دین کی تصریحات ملاحظہ فرمانے کے خواہش مند ہیں تو کتاب ہذا کا مطالعہ فرمائیں کیونکہ جملہ مشاہیر فقہا خصوصاً امام ابو حنیفہؒ کی قلم زبان سے قبر پرستی یا شرک کی اصلیت واضح ہو جائے گی۔ ایک روپیہ پچاس پیسے

بریلویت کا پس منظر بریلویت کی مکمل و مفصل تاریخ اور بریلوی عقائد کے ماخذ کی نشاندہی بحوالہ کتاب و صفحہ قیمت ایک روپیہ پچیس پیسے

رسول اللہ کی نماز۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے قلم و عمل سے پیران پیر نے اپنے خداداد علم کی روشنی میں عقیدت مندوں کو نماز کی جو ترکیب و کیفیت بتائی ان کی خود نوشت تصنیف غنیۃ الطالبین سے قیمت ایک روپیہ

مقیاس حقیقت حصہ پنجم۔ مروجہ عرس اور مجاوریت کی فیصلہ کن بحث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وقت کی نصیحتیں وفات اور کفن دفن کی تفصیل صحیح احادیث سے قیمت پچاس پیسے

فرقہ ناجیہ۔ یہ مصنف علیہ الرحمہ کی آخری تصنیف ہے قیمت پچاس پیسے۔

اکمل البیان (فی شرح حدیث نجد قرن الشیطان) بدعات و گمراہیوں کے مرکز و منبع نجد اور نجد اہل الیمان کی نشان دہی صحیح احادیث اقوال سلف شارحین حدیث تاریخ جغرافیہ اور لغت عرب سے قیمت ۵۰ پیسے

مقیاس حقیقت حصہ اول۔ مولوی محمد عمر اچھروی کی تحریف و غلط بیانیوں کا مختصر نمونہ قیمت ایک روپیہ

پنجابی نقشے — **شان محمدؐ** ۳۰ پیسے — **شافع روز جزا** ۱۵ پیسے — **سیرت النبیؐ** ۱۰ پیسے

ان کے علاوہ دوسری کتب بھی مل سکتی ہیں۔ پانچ روپے سے زیادہ کی کتب منگانے پر محصول ڈاک معاف ہو گا۔

دار الاشاعت اشرفیہ سندھو بلو کی ضلع لاہور

(حمایت اسلام پریس لاہور)